مختلف کیٹیگریز میں ڈھیر سارے مکمل ناول پڑھنے کیلئے ہمارا یہ واٹس ایپ چینل جوائن کیجئے

👇👇👇👇

Classic Urdu Material WhatsApp Channel

ڈیئر ریڈرز اگر آپ سے لنکس اوپن نہیں ہو رہے ہے تو آپ ہمارے کلاسک وٹس ایپ چینل پر جا کر ان تمام لنکس کو ڈاؤنلوڈ کر سکتے ہیں۔

آپ کو ہماری ویب سائٹ کلاسک اردو میٹریل پر ہر قسم کے ناولز مل جائیں گے ویب سائٹ لنک نیچے ہے کلک کیجیے

https://classicurdumaterial.com/

ایف بی کے کچھ ایشوز کی وجہ سے بعض اوقات ایف بی پر لنکس اوپن نہیں ہوتے۔ یہ تمام لنکس آپ کو ہمارے کلاسک وٹس ایپ چینل پر مل جائیں گے۔ چینل کا لنک اوپر دیا گیا ہے آپ اُس پر کلک کریں اور چینل کو فالو کریں اور ڈھیر سارے ناولز ڈاؤنلوڈ کریں

اور اگر آپ آڈیو ناول سننا پسند کرتے ہیں تو ہمارے آڈیو ناول یوٹیوب چینل کو سبسکرائب کیجیے لنک نیچے ہے

Classic Urdu Novels

کلاسک اردو میٹریل کارپوریشن

اک سکوت بے کراں

(a disturbing internet phenomenon)

مصنفہ سیدہ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا جب سے وجود میں آئی ہے اس کا ایک دستور رہا ہے کہ اس نے ہمیشہ آگے کی جانب ہی سفر کیا ہے اور کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا حالانکہ اوائل زمانوں میں بہت سے خطرات سے گزرتے ہوئے یہ مکمل طور پر نیست و نابود بھی ہوئی مگر پھر سے آباد ہوئی اور مزید آگے ہی بڑھی ہے۔

آگے بڑھنے میں بے شک ارتقاء کی منازل طے ہوئیں اور ترقی کرتا ہوا انسان جدید سے جدید ہوتا گیا مگر اس کے ساتھ ایک المیہ ہمیشہ جڑا رہا کہ ادوار میں جدت لاتے انسان نے اپنی اقدار کو گنوایا اور روایات میں پست ہوتا گیا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

ایک تہذیب فنا ہوتی ہے

ایک نیا دور جنم لیتا ہے

اس شعر میں شاعر نے فنا ہونے والے زمانے کو" تہذیب "سے مشابہہ کیا اور آنے والا زمانے کو" دور "سے تشبیہہ دی۔میری عقل ناقص کے مطابق ہر پرانا وقت،آنے والے وقت کے مقابلے میں تہذیب یافتہ ہوتا ہے تبھی آنے والے زمانے کو اس شعر میں دور کہہ کر پکارا گیا ہے اور پرانے گزرتے زمانے کو تہذیب کا لقب دیا گیا ہے۔

ایک دانا شخص نے حال ہی میں مجھے بتایا کہ اب تو یہ عالم ہے بیٹے کہ جانے والے وقت کو بھی تہذیب کی بجائے دور سے ہی مشابہ کیا جائے کیونکہ اب تہذیب فنا ہو چکی ہے اور بس ادوار جنم لے رہے ہیں۔

چلیں پہلے آج کے دور کی بات کرتے ہیں۔آج بری طرح سے پھیل چکا ہے ایک جال ہم انسانوں اور خصوصاً مسلمانوں میں،گیمز کا جال۔۔۔آج کل گیم کھیلنا،اس کے ذریعے گفتگو کرنا،پیسے کمانا،ہر چیز عام ہو چکی ہے اور بڑی مقبول ہے جنریشن زی میں۔ایک وقت تھا جب گیم صرف دماغ کو کھولنے کیلیے کھیلے جاتے تھے اور ان کے ذریعے ذہن کو تازہ دم کیا

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

جاتا تھا مگر ایک آج کا وقت ہے کہ ہماری اقدار کی امین نئ نسل نے گیم کے پیچھے لڑنا جھگڑنا،فحاشی پھیلانا،پیسوں کی ہیر پھیر کرنا،معصوم بچوں کو ورغلا کر ان کا فائدہ اٹھانا،خود کو نقصان پہنچانا،ذہن کو پراگندہ کرنا،ذہنی دباؤ اور تناؤ کا شکار ہونا اور آخری حد تک پہنچ کر کسی گیم کے پیچھے اپنی جان تک گنوا دینا۔۔۔یہاں تک کا سفر طے کر لیا ہے۔

بڑے ہی دکھ اور تشویش کی بات ہے کہ گیم جو زندگی کو پُرلطف بنانے کیلیے ایجاد کیے گئے تھے،وہ بچوں کی ذہنی صحت کو برباد کر کے انہیں اندھے گڑھے میں پھینک رہے ہیں اور والدین ان گیمز کے آگے بے بس ہیں۔۔۔

لیکن۔۔۔لیکن۔۔۔لیکن۔۔۔یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ گیمز یہاں تک پہنچے کیسے؟یہ کیسے ہمارے بچوں اور نوجوانوں کے ذہنوں کو برباد کرنے لگے۔ان گیمز نے پینترا کب بدلا۔یہ کس دور میں اینگری برڈ،کیک شاپ،کوکنگ ان دی کچن،میک اپ ورلڈ سب وے سرف اور ٹیمپل رن سے پب جی،فری فائیر میں بدل گئے۔اوپر بتائے گئے تمام گیمز کو فحش اور اخلاقی گراوٹ میں لپیٹ کر،کس دوران بگاڑ دیا گیا؟یہ سب کہاں سے شروع ہوا؟

اگر آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ سب اچانک ہو گیا ہے تو آپ بالکل غلط ہیں۔یہ سب اچانک سے نہیں ہوا۔دنیا میں کچھ بھی اچانک سے نہیں ہوتا۔

دنیا میں ہر چیز کے پیچھے دو عوامل ہوتے ہیں:

ایک تقدیر اور دوسری تدبیر۔۔۔

سب کچھ تقدیر میں لکھا ہوتا ہے اور اسی کے مطابق ہونا ہوتا ہے پھر ہوتی ہے تدبیر جو انسان اپنے دماغ کی کارستانیوں سے مغلوب ہو کر لگاتا ہے اور بربادی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے یا کبھی ہو بھی جاتا ہے کامیاب لیکن اکثر نہیں ہوتا ایسا۔۔۔

تقدیر کا لکھا اٹل ہے مگر تدبیر لگا کر انسان اپنی تقدیریں بدلتا ہے،یہ بھی حقیقت ہے۔۔۔انسان اپنی تقدیر میں لکھی اچھائی کو بھی ختم کر دیتا ہے اس تدبیر کے جھانسے میں آکر اور کبھی کبھار اسی تدبیر سے کام لے کر انسان اپنی تقدیر کی برائیوں اور ہولناکیوں کو اچھائیوں اور نعمتوں سے بدل دیتا ہے۔۔۔

تو اب یہ تقدیر تو تھی یقیناً کہ ربِ کائنات کے حکم کے بنا کائنات میں عدم توازن لانا بھی ناممکنات میں سے ہے۔لیکن اس کا دارومدار پوری طرح سے تدبیر پر ہی تھا۔مثلاً کہ تدبیر لگا کر یہ ہو بھی سکتا تھا اور اگر تدبیر لگا کر بچاؤ کیا جاتا تو اس سے بچا بھی جا سکتا تھا۔سو تدبیر لگائی گئی اور انسان خصوصاً مسلمان اس جال میں پھنس گئے(وہ بھی نوجوان مسلمان۔۔۔)

قول ہے کہ جب کسی قوم کو تباہ کرنا ہو تو ان کے نوجوانوں میں فحاشی پھیلا دو تو یہی کیا گیا،ہمارے نوجوانوں کو گیمز کی لت میں لگایا گیا اور انہوں نے تہذیبیں بھلا کر ادوار سے سمجھوتا کر لیا۔ایک لت سوشل میڈیا بھی ہے مگر فی الحال یہ ہمارا موضوع نہیں۔۔یقین جانیں کہ گیمز اس سے کہیں زیادہ بڑی لت ہیں اور لت کسی بھی چیز کی ہو،بری۔۔۔

آیئے ذرا میرے ساتھ وقت کے سفر پر چلیئے۔چلیں تھوڑا پیچھے چلتے ہیں۔ذرا اوراقِ ہستی پلٹتے ہیں،دیکھتے ہیں یہ جال کب بچھایا گیا،کب ہمارے نوجوانوں کے معصوم ذہنوں کو گیم کا عادی بنایا گیا۔آج آپ کو ایک دہائی پیچھے لے کر جا رہی ہوں میں۔

صفحات تیزی سے پلٹ رہے ہیں۔اگر آپ بھی جانا چاہتے ہیں تو آیئے میرے ساتھ چلیئے
لیکن رکیں،ذرا ٹھہریں اور بتائیں۔۔۔

کیا ممکن ہے گردشِ ماہ و سال کا سفر؟

کیا محوِ پرواز ہو سکتا ہے انسان زمانۂ قدیم میں

کیا ملتا ہے وہاں جا کر؟

کیا مل جاتے ہیں بچھڑے ہوئے لوگ پھر سے

کیا ہو جاتی ہے وہاں اپنوں سے ملاقات

کیا بس یونہی سفر کر کے لوٹتا ہے خالی ہاتھ ہی بشر؟

یا پچھلے زمانوں کی غلطیوں کا کر پاتا ہے تدارک

یا پچھتاووں کو مٹا دیتا ہے مستقبل سے

کیا ہستی ہو جاتی ہے ماضی کی خطاؤں سے پاک؟

یا بس یونہی آون جاون ہوتی ہے

اور نہیں آتا کچھ بھی ہاتھ۔۔۔

سیدہ

اب سنیں اس کا جواب،

کہ نہیں ہوتا کوئی بھی جرم ختم،

اور نہ ہی سدھرتی ہیں غلطیاں ماضی میں سفر کرنے سے،

اس میں تو بس یہ ہوتا ہے کہ جا کر لوٹنا ہوتا ہے،

آنکھوں کے ذریعے اس زمانے کو سوچنا ہوتا ہے،

کچھ بدلتا تھوڑی ہے وقت کے سفر سے،

جو ماضی ہے وہ جوں کا توں رہتا ہے،

ہاں مگر ہر بار حال کو بنایا جا سکتا ہے بہتر،

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

اور پایا جا سکتا ہے چھٹکارا ماضی کے عذاب سے،

یوں بن جاتا ہے مستقبل بہتر،

اور سنور جاتی ہے ایک نسل خرابی سے۔۔۔

سیدہ

تو اس سفر سے آپ ماضی کو تو نہیں بدل سکیں گے مگر تدبیر کے ذریعے اپنی تقدیر ضرور بنا سکیں گے اور بچا لیں گے کم از کم ایک نسل کو بربادی سے۔۔۔

تو آیئے چلتے ہیں ایک دہائی پہلے یعنی دو ہزار چودہ پندرہ میں جب گیمز بس شوق کیلیے کھیلے جاتے تھے۔نئ نسل یعنی جین زی سکولز یا کالجز میں تھے اور سائنس کی جدید ایجادوں یعنی موبائلز اور کمپیوٹرز پر گیمز کھیلا کرتے تھے۔بڑے ہی مزے کے دن تھے۔بچپن سے باہر کی جانب قدم بڑھ رہے تھے تو تجسس بھی بڑھ رہا تھا اور مستیاں بھی عروج پر جا رہی تھیں پھر ایک جوان ہوتے وجود کے ولولے بھی تھے۔پھر یوں ہوا کہ اچانک ان گیمز کی

دنیا میں دخول ہوا ایک پراسرار گیم کا جس میں آپ کو مختلف مراحل کو پار کرتے ہوئے اپنی زندگی کا خاتمہ کرنا ہوتا تھا اور یہی تھا اس گیم کا آخری حصہ۔۔۔

اب یہ کیسے ہوتا تھا؟نوجوانوں میں ہی کیوں یہ مقبول ہوا اور کوئی گیم کی وجہ سے اپنی جان کیوں دے دیتا تھا؟سچ میں گیم ہی وجہ بنتا تھا اس سب کی یا اس کے پیچھے کچھ اور عوامل پوشیدہ تھے؟

ان سب سوالات کے جوابات جاننے کیلیے آپ کو میرے ساتھ چلنا ہوگا پچھلے زمانوں میں اور کرنا ہوگا وقت کا سفر۔۔۔وہاں منتظر ملیں گے آپ کو ڈپٹی ڈائریکٹر ایف آئی اے سائبر کرائم سِنان خان آفریدی،وہی ہٹائیں گے ان تمام رازوں سے پردہ تو کیا آپ تیار ہیں زمانوں میں سفر کرنے کیلیے؟

سیدہ۔۔۔

٭٭٭

انتساب

نئی نسل کے امانت داروں کے نام جنہوں نے ادوار سے سمجھوتا کر لیا ہے۔۔۔

٭٭٭

اک سکوتِ بے کراں شعلہ بیانی سے الگ

ایک دنیا ہے مرے شہرِ معانی سے الگ

موج خود ساکت کھڑی تھی یا کہ تھا یہ دام آب

کیا تھا وہ ٹھہراؤ سا پیہم روانی سے الگ

وہ بیاں آہنگ جس کا دل کو چھلنی کر گیا

گرم گفتاری سے ہٹ کر بے زبانی سے الگ

ساری خوشیاں جھوٹ ہیں ہر مسکراہٹ ہے فریب

آؤ اک دنیا بسائیں شادمانی سے الگ

میں بھی اپنی ذات کے ہیبت کدے میں ہوں اسیر

وہ بھی روح مضطرب قید مکانی سے الگ

ربط باہم پر نہ تھا حرف تسلسل کا مراد

یعنی ہر کردار تھا دل کی کہانی سے الگ

اور کتنا روئیے گا یاد کر آزاد کو

ایک دن ہونا ہی تھا اس دار فانی سے الگ

انتخاب

***

نفسیات۔۔۔

یہ لفظ اپنے اندر بہت گہرائی لیے ہوئے ہے۔یہ محض ایک لفظ نہیں،ایک اساس ہے،انسان کے دماغ کی اساس اور دماغ جسم کی اساس اور جسم دنیاوی زندگی کیلیے ناگزیر۔۔۔المختصر یہ کہ نفسیات کا دماغ سے گہرا تعلق ہے اور دماغ کا انسان سے۔۔۔

نفسیات کو یوں سمجھ لیں کہ یہ انسان کے دماغ کا کیڑا ہے جو وقت بے وقت انسان کو کاٹتا ہے اور اسے مجبور کرتا ہے،اپنی روش سے ہٹ کر کچھ مختلف کرنے کیلیے۔بسا اوقات تو یہ چیز اتنی مسئلہ کن نہیں ہوتی مگر بعض اوقات یہ مختلف اتنا مختلف ہو جاتا ہے کہ انسان کی شخصیت سے بالکل پرے چلا جاتا ہے اور اسی کیڑے کا شکار ہو کر انسان وہ کچھ کر بیٹھتا ہے جو اس کے سان و گمان میں نہیں ہوتا۔۔۔

پھر کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اس کیڑے کو لاتے ہیں قابو میں اور اپنا پھیلایا رائتہ سمیٹ کر پرسکون راہ کی جانب ہو لیتے ہیں۔لیکن اس کے بعد آتے ہیں ایسے لوگ جو اتنا کچھ مختلف کرنے کے بعد بھی اس کیڑے کو خود پر حاوی رکھتے ہیں اور اس کیڑے کی وجہ سے جو کچھ بھی ہوا ہوتا ہے اس پر خوش ہوتے ہیں،نہ صرف خوش ہوتے ہیں بلکہ خاصی ہٹ دھرمی سے یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہاں بھئی ہمیں کیڑا کاٹا تھا اور ہم نے یہ تباہیاں پھیلائی ہیں اور ہم زندگی بھر اس کیڑے کو خود پر سوار رکھ کر یہی عمل شادمانی کے ساتھ دہراتے رہیں گے کہ اسی میں ہماری حیات کا لطف پوشیدہ ہے۔

٭٭٭

گھپ اندھیرے اس کمرے میں صرف ایک جگہ تھی جہاں چھت پر لگے بلب کی ملگجی سفید سی روشنی ایک کرسی پر پڑ رہی تھی اور اسی سبب واضح ہو رہا تھا ایک وجود جو اس کرسی پر براجمان تھا۔اس کا لباس سیاہ تھا اور مدھم روشنی کی سبب کچھ آگے کو ہوا چہرہ دکھائی نہ پڑ رہا تھا سو تاثرات یا نقوش واضح ہونا ناممکنات میں سے تھا۔

شاید کہ اس کے سامنے بھی کوئی موجود تھا مگر اسے اندھیرے نے نگلا ہوا تھا۔دوسرے وجود کی موجودگی کا قیاس بھی محض اس سبب لگایا جا سکتا تھا کہ ملگجی روشنی میں نمودار ہوا وجود سامنے دیکھ رہا تھا اور غالباً کچھ بول بھی رہا تھا۔

"ایک دن سب کو سمجھ آجائے گا کہ یہ سب اس طرح سے کیوں ہوا اور پھر تم سب سمجھ جاؤ گے کہ یہ سب اسی طرح ہونا تھا اور اس دن تمہاری عقلیں دنگ رہ جائیں گی۔"ملگجی سی روشنی میں بھاری مگر مضبوط اور کچھ تمسخر اڑاتی آواز گونجی۔آواز میں ٹھنڈک اور ایک یقین تھا کہ جیسے وہ جو کہہ رہا تھا،وہ پتھر کی لکیر ہو۔پراسرار الفاظ تھے اور لہجہ معنی خیز۔۔۔

اس نے جملہ مکمل کیا اور چپ ہو گیا۔اندھیرے سے کوئی جواب نہ آیا،نہ ہی کوئی حرکت ہوئی۔یوں بھی اندھیرے میں کچھ ہو تب بھی کہاں پتہ چلتا ہے۔۔۔اندھیرا تو وجود نگل لینے کی قدرت رکھتا ہے۔

***

"خودکشی کی کوئی خاص وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔"ہسپتال کے ایک مخصوص کمرے میں آمنے سامنے بیٹھے دو نفوس کے درمیان کسی اہم بلکہ سنگین معاملے پر بات چیت جاری تھی۔یہ جملہ کہنے والا شخص سفید ایپرن میں مقید تھا اور گلے میں سٹیتھوسکوپ پہنے ہوئے تھا۔چہرے پر سنجیدگی تھی۔حلیے سے واضح ہو رہا تھا کہ وہ معالج تھا۔

"معمہ بن گئی ہے اس لڑکے کی موت۔اتنی چھوٹی عمر میں یوں اونچائی سے کود کر جان دینے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے آخر"!معالج نے مزید وضاحت کرتے ہوئے تشویش کا اظہار کیا۔

وہ دو نفوس اس وقت شہر قائد کے مرکز میں موجود نجی ہسپتال کے ایک آفس میں بیٹھے تھے جو انہی میں سے ایک شخص کا تھا جو کہ یقیناً ڈاکٹر تھا۔سامنے براجمان شخص نے سیاہ

اور خاکی رنگ کی مخصوص وردی پہنی ہوئی تھی۔حلیے اور لباس سے پہچان ہو رہی تھی کہ وہ ایک تفتیشی افسر تھا سو یہ گفتگو معالج اور تفتیشی افسر کے درمیان جاری تھی۔

"بچے کے جسم پر کوئی نشان وغیرہ ملا؟"تفتیشی افسر نے پرسوچ لہجے میں پوچھا۔

وہ ابھی یہاں پہنچا تھا اور فی الحال لاش کا مشاہدہ نہیں کیا تھا تبھی مقابل سے معلومات لے رہا تھا۔یوں بھی لاش ابھی کچھ وقت پہلے ہی یہاں لائی گئی تھی اور لاش پہنچنے کے کچھ دیر بعد اسے اطلاع دی گئی تھی سو وہ اپنے اہم کام نمٹا کر یہاں پہنچا تھا۔البتہ پولیس کا محکمہ،ڈاکٹر کے عملے کے ہمراہ ابتدائی ضروری کارروائی مکمل کر چکا تھا اور یہ بیٹھک اسی کارروائی کے نتائج زیرِ بحث لانے کیلیے رکھی گئی تھی۔

"جی ہاں لڑکے کے بازوؤں اور پنڈلی پر زخموں کے نشانات تھے جیسے بلیڈ سے کاٹا گیا ہو اور ایک عجیب سی بات یہ ہے کہ اس کی کلائی پر اورکا کھدی ہوئی تھی۔"معالج نے یاد کر کے تفصیل بیان کی۔چہرے پر تعجب تھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ لڑکا کسی لڑکی کے ساتھ انوالو ہوگا اور ان کے درمیان ہوئے کسی آپسی معاملے کی وجہ سے لڑکے نے یہ قدم اٹھایا ہوگا۔" اب انہوں نے کرسی سے ٹیک لگائی اور قیاس کے گھوڑے آگے کو دوڑائے۔

"لیکن بچہ چھوٹا تھا اور اس کے والدین کے مطابق وہ موبائل پر صرف گیمز وغیرہ ہی کھیلتا تھا۔" تفتیشی افسر نے معالج کے گھوڑے کو لگام لگائی۔

"اور اگر مان بھی لیا جائے کہ اس چھوٹے لڑکے کی کسی لڑکی سے دوستی تھی بھی تو غصے میں آکر بلیڈ سے خود کو کاٹنا اور بریک اپ ہونے پر چھت سے کودنا تو سمجھ آتا ہے لیکن کلائی پر اورکا کا ٹیٹو بنانے کا کیا مقصد بنتا ہے؟ گرل فرینڈ انسان تھی کہ مچھلی"! تفتیشی افسر نے پوری بات کھول کر رکھ دی تھی۔ موت کو خودکشی مانا بھی جاتا تو بھی اتنی عام خودکشی نہیں تھی یہ۔

"کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے ڈاکٹر۔" اب کے اس کی آواز میں مزاح کا رنگ بھی تھا مگر آنکھوں میں سوچوں کا پہرہ تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"ہمم۔۔۔" محض اتنا کہہ کر سفید ایپرن پہنے شخص نے بات کو سمیٹا۔ذہن ابھی بھی الجھا ہوا تھا اور یہی الجھن کچھ بھی کہنے سے روک رہی تھی۔دماغ سوچنے میں لگا تھا تو زبان کو بولنے کا اشارہ نہ دے رہا تھا۔

"یہی فائل ہے۔"سیاہ وردی والے کا ذہن ابھی بھی چل رہا تھا۔

"جی۔"معالج کا جواب آیا۔

"یعنی کہ گھر والوں کے مطابق یہ خودکشی ہے ہی نہیں بلکہ قتل ہے؟"صفحات کا بغور مطالعہ کرتے ہوئے تفتیشی افسر نے گھر والوں کے بیان کو واضح کیا۔

"جی بالکل ان کے مطابق ان کے بیٹے کو کسی نے قتل کیا ہے۔رات کے قریباً آخری پہر میں یہ حادثہ ہوا تھا اور اس وقت گھر والے سو رہے تھے تو صبح ہی علم ہوا انہیں اس بات کا۔صہیب تنہا تھا،اسی لیے گھر والے خودکشی والی بات سے قطعاً انکاری ہیں۔"دونوں ہاتھ باہم پیوست کیے وہ کانچ کی میز پر بجا رہے تھے۔ہلکی سی آواز ماحول میں ارتعاش پیدا کرنے لگی۔معالج کا ذہن پھر سے فعال ہو گیا تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

وہ دونوں یہاں بیٹھے ایک پیچیدہ کیس پر تفصیلی گفتگو کر رہے تھے۔آج صبح کی اوقات میں صہیب نامی سترہ سالہ نوجوان کی لاش ہسپتال لائی گئی تھی۔اس کا سر پھٹا ہوا تھا اور خون جم چکا تھا۔کچھ ہڈیاں بھی ٹوٹ گئی تھیں۔اس کی موت اونچائی سے گرنے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ہسپتال انتظامیہ اور پولیس افسران کے مطابق یہ خودکشی تھی لیکن گھر والے اسے قتل قرار دے رہے تھے اور کچھ محلے دار تو جن بھوتوں تک پہنچ گئے تھے۔غرض جتنے منہ تھے،اتنی باتیں تھیں۔

"مگر میں ابتدائی تفتیش کے حساب سے تو اسے قتل نہیں مان سکتا۔"تفتیشی افسر نے سیاہ جوتے میں مقید دایاں پاؤں سنگِ مرمر کے شفاف فرش پر ہولے ہولے مارنا شروع کیا۔ایک آواز اس کرسی سے بھی سفر کرنے لگی۔دماغ یہاں بھی تیزی میں حرکت کرنے لگا۔

"آگے مزید تفتیش کے بعد ہی کچھ کہا جا سکتا ہے۔ایک بار فارینزک رپورٹ آجائے تو مزید حقائق سامنے لانے میں آسانی ہو گی۔"اب معالج ایک نقطے پر ٹھہر کر مطمئن ہوا اور کرسی پر جھولنے لگا۔ہاتھوں نے میز پر ساز بجانا بند کر دیا۔

"میں بتاتا ہوں حقائق۔۔۔"کچھ دیر کی خاموشی فضا پر چھائی رہی جس میں صرف جوتے کی زمین سے ٹکرانے کی مخصوص آواز نے خلل ڈالا ہوا تھا پھر تفتیشی افسر کی پراعتماد آواز اس جوتے کی آواز پر حاوی ہوئی۔جوتا رک گیا۔مخاطب سامنے بیٹھا شخص تھا مگر نگاہیں کمرے کی دیواروں پر بھٹک رہی تھیں۔نگاہوں میں بھید چھپے تھے یا غالباً بھید جاننے کا تجسس تھا۔

"کیسے حقائق"!معالج نے مضطرب ہو کر کرسی آگے کھسکائی۔کرسی جھلانے کا عمل تھا اور پوری طرح مقابل کی جانب توجہ کی۔

"مطلب یہ کہ آپ کو محض ایک ایسے کیس کا پتہ چلا ہے جس میں ایک سترہ سالہ کم عمر لڑکے کی مخدوش لاش ملی ہے۔ابتدائی تفتیش اور مشاہدے سے آپ نے اندازہ لگایا کہ وہ لڑکا اونچائی سے کود کر مرا ہے اور آپ کے مطابق یہ خودکشی کا واقعہ ہے کیونکہ لڑکے کے جسم پر مختلف زخموں کے نشانات ملے ہیں جو یہ بھی ظاہر کر رہے ہیں کہ اپنی محبوبہ سے جدائی کی سبب انتہا پسندی کے جذبات سے مغلوب ہو کر پہلے وہ اپنے آپ کو تکلیف دیتا رہا اور پھر بالآخر شدت پسندی کی حدوں کو پار کر کے اپنی جان لے لی۔"ٹانگ پر

ٹانگ چڑھائے بیٹھا وہ افسر اب معالج کے سامنے اسی کے بیان کا خلاصہ کر رہا تھا جس سے مقابل کلی طور پر متفق نظر آرہا تھا۔

"آپ کے نزدیک بس ایک بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ اس لڑکے نے کلائی پر اورکا کیوں بنائی تھی،ہے نا؟"اب کے افسر نے سوال کیا۔جس کا جواب،مقابل نے سر کو اثبات میں جنبش دے کر دیا۔افسر نے بات کو طول دیا۔

"اب میں آپ کو وہ بات بتاتا ہوں جو مجھے پتہ ہے اور یہ بات سن کر آپ حیران ہو جائیں گے۔یہ شہر قائد میں پندرہ دن کے دوران پیش آیا،اس نوعیت کا چوتھا کیس ہے۔مرنے والوں میں تین لڑکے اور ایک لڑکی شامل ہیں۔ سبھی نے ایسے ہی اونچائی سے کود کر خودکشی کی ہے، سبھی کے جسم پر بلیڈ کے نشانات ملے ہیں اور سبھی کی عمر سولہ سے بیس سال کے درمیان تھی پھر ہے ایک پراسرار بات کہ ہر ایک کی کلائی پر اورکا کا ٹیٹو بھی کھدا ہوا ہے۔"تفتیشی افسر نے تمام سیاق و سباق بیان کیے جو معالج کو لرزا گئے تھے۔اس کے چہرے پر گفتگو کے دوران ایک رنگ آتا اور ایک رنگ جاتا دیکھا گیا تھا۔

"لیکن اس سب کا مطلب کیا ہے؟"پانی سے حلق کو تر کر کے معالج نے سوال کیا۔

"اس سب کا مطلب ہے کہ کوئی گینگ ہے اس کے پیچھے جو ان خودکشیوں کی وجہ ہے۔کراچی میں تو یوں بھی ٹارگٹ کلنگ عام ہے سو یہ ایک نیا طریقہ ہے ٹارگٹ کلنگ کا۔"افسر نے کرسی سے ٹیک لگائی۔

"لیکن صرف نوجوان ہی کیوں اور وہ بھی اس عجیب طریقے سے مطلب۔۔۔مطلب میں کیا کہوں؟؟ سمجھ سے باہر ہے۔"معالج کے الفاظ ختم ہو گئے تھے۔وہ خود بھی کراچی کا رہائشی تھا اور اس کے بھی بچے تھے سو گھبرانا تو بنتا تھا۔

"اب کیا ہوگا؟"اس نے تھوک نگلتے ہوئے سوال کیا۔آنکھوں میں کچھ خوف تھا۔

"نیا تماشا۔۔۔نوا کتا کھل گیا ہے۔میں اور تم کچھ نہیں کر سکتے۔یہ کراچی ہے،یہاں جتنی تیزی سے آبادی پھیلتی ہے اتنی ہی تیزی سے جرائم پھیلتے ہیں اور جال ہمیشہ ہی مختلف بچھایا جاتا ہے اور دانہ کثیر تعداد میں ڈالا جاتا ہے تاکہ پرندے خوراک کی لالچ میں آکر دام میں آئیں اور۔۔۔"بتاتے ہوئے افسر نے ہاتھ ہوا میں لہرا کر دبوچنے کے انداز میں مٹھی بنائی اور اسے یوں بھینچا گویا اس کے اندر کوئی ذی نفس پھڑپھڑا رہا ہو۔

معالج کی آنکھوں میں خوف تھا جبکہ افسر کی آنکھیں خالی تھیں۔

"اب کی بار یہ جال بچھایا گیا ہے،دیکھو کتنے پرندے خوراک کی تلاش میں شکاری کی بھینٹ چڑھتے ہیں۔ہاں شکاری گھاگ ہے۔"افسر نے بات ختم کی اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔مطلب نشست برخاست کرنے کا وقت تھا۔

وہ اٹھا،ڈاکٹر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔دونوں نے مصافحہ کیا اور تفتیشی افسر نے دروازے کی راہ لی۔

پیچھے کھڑا معالج شکاری سے بچاؤ کی تدبیریں سوچنے لگا تھا۔یوں بھی پولیس والے کہاں ہی بچا سکے تھے آج تک شہر قائد کے باسیوں کو۔

***

شہر قائد میں اوائل سردیوں کی شب آہستہ آہستہ سرک رہی تھی۔قریباً نصف شب کے اوقات چل رہے تھے۔فلک پر سیاہ چادر تنی تھی اور اس پر جگنو کی مانند ننھے ننھے تارے ٹمٹماتے ہوئے رات کو روشن کر رہے تھے۔آج تاروں بھری رات اتری تھی سو آسمان کی جھب ہی نرالی تھی۔ان تاروں نے مل کر چاند کی کمی کو پورا کر دیا تھا جو کبھی تو آسمان کے سینے پر نظر آتا تھا تو کبھی بادلوں میں چھپ کر بصارت کو اپنے حسن سے محروم کر

دیتا تھا۔کچھ نظریں اسے ڈھونڈتی تھیں لیکن کچھ اس کے اوجھل ہو جانے پر تاروں کو بینائی بخشتی تھیں۔

امبر پر تاروں کی بارات اتری تھی اور نیچے دھرتی میں احمد ولا کے وسیع و کشادہ ٹیرس پر خوش نما،بے فکر چہروں کی بارات اتری ہوئی تھی۔خاص الخاص وجہ تھی اس پر رونق محفل کی جو آج احمد صاحب کے گھر سجی ہوئی تھی اور رونق ایسی تھی کہ آسمان کے ستاروں کو مات دے رہی تھی۔ قہقہے،چٹکلے،زندگی سے بھرپور باتیں محفل کو چار چاند لگا رہی تھیں۔

ایک بار پھر زمین پر ایستادہ احمد ولا کا ٹیرس آسمان سے مقابلے پر اترا اور فتح یاب ہوگیا۔فلک پر تو ایک چاند بھی نخرے دکھا رہا تھا اور نیچے زمین پر بنے اس ٹیرس میں چار چاند بیک وقت سما گئے تھے۔

خاندان کے مرد حضرات ایک جگہ کرسیاں ڈالے بیٹھے،چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے اپنے پسندیدہ موضوع سیاست میں غرق تھے۔دوسری جانب تھیں خاندان کی خواتین جو ایک کونے پر چارپائیاں ڈالے بیٹھی ہوئی،درمیان میں رکھی مختلف رکابیوں پر ہاتھ صاف کرنے میں مشغول تھیں۔ساتھ ہی باتوں کا شغل بھی جاری تھا۔پھر آخر میں تھی نوجوان نسل اور

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

چھوٹے بچے جو انگیٹھی کے گرد بیٹھے اور کھڑے ہوئے تھے۔اس کی وجہ تھی انگیٹھی پر رکھی ہوئی لوہے کی سیخیں جن میں پروئے ہوئے گوشت کے ٹکڑے آگ کی تپش میں گل رہے تھے۔

انگیٹھی سرخ کوئلوں سے دہک رہی تھی اور اس سے اٹھتی آگ کی سرخ چنگاریاں ہوا میں لہرا رہی تھیں۔سترہ سالہ فہد ہاتھ میں پکڑے پنکھے سے کوئلوں کو مزید دہکا رہا تھا۔باقی سب کی منتظر ندیدی نگاہیں بوٹیوں کے پکنے کیلیے بے تاب تھیں۔

"ساتھ ساتھ پلٹتے بھی رہو یار۔"سترہ سالہ فہد کے برابر بیٹھے پندرہ سالہ وسیم نے مشورہ دیا۔

"میں پلٹ بھی رہا ہوں۔"فہد نے فوراً سے وضاحت کر اسے گھورا اور ذرا زور سے پنکھا یوں ہلایا کہ وسیم کو ہی اڑا دے گا۔

وسیم نے بھی اس پر لعنت بھیجی اور خود دوسری جانب متوجہ ہو گیا۔

"ارے بچوں لڑو نہیں۔"اچانک فضا میں نسوانی آواز گونجی۔وہ آگے آئی اور سرخ انگاروں کی تپش سے اس کا چہرہ سرخی میں ڈھل گیا۔اڑتی چنگاری چہرے کے نزدیک سے گزر کر ہوا کے ساتھ دور سفر پر چل دی اور پیچھے رہ گئی وہ لڑکی جس کا چہرہ،انگیٹھی کی تپش کی سبب سرخ تھا سو رنگت کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا مگر نقوش تیکھے تھے۔کھڑی ناک،بھرے بھرے ہونٹ اور بھرے بھرے گال۔آنکھوں کا رنگ بھی ابھی سرخ ہی معلوم ہو رہا تھا مگر آنکھیں بادامی تھیں اور پلکیں گھنی ہوئی خم دار۔وہ کم عمر سی لڑکی تھی جس نے ان دونوں کو" بچوں "کہہ کر مخاطب کیا تھا۔چہرے پر چھایا بانک پن اس سرخ روشنی میں بھی واضح دِکھ رہا تھا۔

"آپی آپ اس کو بولیں۔"فہد نے اسے مخاطب کیا۔

"میں نے کیا کیا؟"وسیم کو بھی تاؤ چڑھا۔

"ارے رے۔۔۔ایسا کرو فہد تم پنکھا کرو اور میں سیخوں کو پلٹتی ہوں۔وسیم تم وہیں احمر کے ساتھ موبائل دیکھو۔"سرخی میں ڈھلی اس لڑکی نے اپنے شانوں سے ڈھلکتی شال کو اوپر کیا اور آگے ہوئی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"نہیں آپی۔۔۔آپ کی شادی ہے یار آپ کام مت کریں۔"فہد فوراً انکاری ہوا اور اسے روکا۔اس کی بات پر سرخ لڑکی کی پلکیں لرزیں اور حیا آلود ہو کر نیچے گر گئیں۔اب کے بنا دیکھے بھی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ لڑکی کا اپنا رنگ بھی سرخی میں ڈھل گیا تھا۔

یہی تھی فلک کے ستاروں کو مات دیتی،آج کی اس رنگا رنگ محفل کی وجۂ خاص۔احمد صاحب کی اکلوتی بیٹی سبین احمد کے نکاح کی تقریب،جو کہ کل جمعہ کی نماز کے بعد ہونا قرار پائی تھی اور اسی تقریب کی خوشی تھی کہ سبین کے ددھیال والے اور ننھیال والے ایک ہفتے سے ان کے یہاں قیام پذیر تھے۔

"شادی نہیں نکاح۔۔۔"اس نے جھینپ کر اپنے خالہ زاد فہد کے سر پر چپت رسید کی۔

"سوری۔۔۔"معذرت کر وہ سر کھجانے لگا۔

"ٹھیک ہے پھر تم لوگ ہی کرو کام،میں تو چلی۔"مسکراتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور شال کو اپنے سراپے پر اچھی طرح پھیلایا۔چہرہ سرخ روشنی سے آزاد ہو کر سفید روشنی میں قید ہوا تو اس کی رنگت واضح ہوئی۔گندم کی بالی سی رنگت تھی جس پر سرخیاں بکھری ہوئی تھیں۔کھڑی ہوئی تو سیاہ بالوں کی چوٹی بھی نظر آئی جو کمر تک جا رہی تھی

اور آنکھوں کا رنگ بھی واضح ہوا،سیاہی مائل بھوری آنکھیں تھیں جو سرخ روشنی میں سرخ سی لگ رہی تھیں مگر سفید روشنی میں سیاہ معلوم ہو رہی تھیں۔

وہاں سے اٹھ کر وہ خواتین کی جانب بڑھ گئی جہاں گرما گرم چٹ پٹی باتیں اس کی منتظر تھیں۔

وہ آگے بڑھ گئی اور پیچھے بیٹھے تمام کزنز آپس میں مگن ہو گئے۔اب ان کی اپنی باتیں شروع ہو چکی تھیں۔فہد پوری لگن سے بوٹیاں بنا رہا تھا اور اب وہ گل کر نکلنے کے عمل میں بھی آچکی تھیں۔

فہد اور ریحان نے مل کر بوٹیوں کو سیخوں سے نکال کر پلیٹوں میں ڈالا پھر دوسری بوٹیوں کو سیخوں میں پرونا شروع کیا۔کچھ لوگ آگے آکر بوٹیاں اٹھا چکے تھے۔

"اے تم لوگوں کو ایک بات بتاؤں۔"وسیم نے بوٹی اٹھا کر منہ میں ڈالی۔اس کے دوسرے ہاتھ میں موبائل تھا جو اس نے ابھی جیب سے نکالا تھا اور اسی کو دیکھ کر کچھ یاد آنے پر وہ اپنے تمام کزنز سے مخاطب ہوا تھا۔

"نہیں بتاؤ۔"ٹیرس سے نیچے جھانکتی سولہ سالہ ثمرہ نے رخ اس کی طرف موڑا اور ہنسنے لگی۔

اس نے بات ہی ایسی کی تھی کہ سب ہی ہنس پڑے تھے۔وسیم کچھ زچ ہوا اور جھنجھلا کر بولا۔

"یار سیریس بات ہے پلیز۔۔۔"اس نے بات کی نوعیت کا احساس کرایا تو ساتھ بیٹھے سولہ سالہ احمر نے اپنا موبائل جیب میں رکھ کر اس کو کندھے سے تھاما۔

"تو بتا یار چھوڑ سب کو اور ثمرہ کی بچی تم تو چپ ہی رہو۔"احمر نے اپنے پسندیدہ کزن کم دوست کو حوصلہ دیا،ساتھ ہی اپنی ماموں زاد کو چڑایا۔

وہ ہونہہ کہہ کر رخ موڑ گئی مگر فرق کہاں پڑا تھا۔یہاں بات شروع ہو گئی تھی اور بات واقعتاً سنجیدہ بلکہ تشویشناک تھی۔وہ سب ہی آنکھیں کھولے اسے سننے میں مگن تھے جو بہت دھیمی آواز میں قریباً پھسپھساتے ہوئے بول رہا تھا کہ بات کہیں کسی بڑے کے کان میں نہ پڑ جائے ورنہ ساری مہم جوئی شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جانی تھی اور ان کے

منصوبے خاک ہو جانے تھے پھر حقائق سامنے آنے کے بعد جو کس بل نکلنے تھے وہ الگ کا قصہ تھا۔

***

اونچے اونچے پتھریلے پہاڑ برف کی سفیدی اوڑھے،شان سے کھڑے تھے۔پہاڑوں سے جڑی اس وادی کو بھی برف کی سفیدی نے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔زمین پر برف ہی برف تھی اور آسمان سفید سے کہرے کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔سردی ایسی تھی کہ منہ سے دھواں نکل رہا تھا۔وادی میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔بالکل خاموشی تھی حالانکہ دن کے اوقات چل رہے تھے مگر موسم ایسا تھا کہ باہر نکلنے کی جسارت کم ہی لوگ کر رہے تھے۔نظام زندگی کچھ مفلوج ہو گیا تھا۔کل ساری رات بادلوں نے روئی کے گالوں کو زمین پر پھیلایا تھا اور زمین نے خود کو برف کے سپرد کر دیا تھا۔

یہ رشیا کے شمال میں موجود ایک گاؤں کا منظر تھا جہاں اس وقت پورے نظارے میں محض برف ہی نمایاں تھی۔ہاں چند انسان بھی یہاں وہاں ٹہلتے،مختلف امور سرانجام دیتے نظر آرہے تھے مگر سفیدی حاوی تھی۔درختوں اور پہاڑوں نے بھی سفید چادر اوڑھ لی

تھی۔ہوائیں فی الحال زیادہ تیز نہیں تھیں مگر پھر بھی خاصی تھیں۔درجۂ حرارت گر کر خطرناک پارے کو پار کر چکا تھا لیکن پھر بھی انسانی زندگی کو ٹکر دینے میں ناکام تھا۔یہاں کے مکین اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت تھے کہ بے شک برف کی سفیدی اور ہواؤں کی سختی اور حرارت کی بتدریج کمی قدرت کے طاقتور عوامل تھے مگر انسان بذاتِ خود قدرت کا ایک عظیم شاہکار تھا جو قدرت کی بنائی ہر چیز سے ٹکرانے کی بھرپور طاقت رکھتا تھا،بحکمِ باری تعالیٰ۔۔۔

جمی ہوئی جھیل کے اوپر،جانوروں کی کھال کو اپنا اوڑھنا بنائے بیٹھا وہ دس گیارہ سالہ بچہ اداس تھا۔اداسی کا سبب تو مخفی تھا مگر اس کے سرخ چہرے پر چھائی یاسیت دور سے ہی نمایاں ہو رہی تھی۔اس کی ہلکے نیلے رنگ کی کانچ سی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی تھیں اور وہ دانتوں سے گلابی لب کاٹ رہا تھا۔سنہری مائل بھورے بال گرم ٹوپی سے ڈھکے ہوئے تھے مگر کچھ لٹوں کی صورت ماتھے پر بکھرے پڑے تھے۔اس بچے کا رنگ سرخی مائل سفید تھا اور نقوش تیکھے تھے۔اٹھی ہوئی ستواں ناک،جبڑے کی سیدھی لکیر جو چہرے کی کشش کو مزید وضاحت سے بیان کر رہی تھی اور یوں محسوس ہو رہی تھی جیسے تیز دھار چھینی سے

تراشی گئی ہو۔وہ رشین بچہ گاؤں میں موجود لوگوں جیسا ہی تھا۔یہاں کے مقامی لوگ اسی طرح کے حسن و جمال کے مالک تھے۔خوبصورتی یہاں کی میراث تھی،چاہے وہ ماحول کی صورت بکھری ہو یا لوگوں کے چہروں پر۔۔۔

وہ بچہ یونہی اداسی کی تصویر بنا بیٹھا تھا۔سوگوار حسن دیکھنے کے لائق تھا کہ تبھی پیچھے سے ایک خوبصورت سی عورت چلتی ہوئی آئی۔ساتھ ہی اس بچے کو پکار رہی تھی جو گم صم بیٹھا،آواز کو نظر انداز کر رہا تھا۔

عورت تیس بتیس سال کی معلوم ہوتی تھی۔اس نے بھی اپنا وجود جانوروں کی نرم گرم کھالوں سے ڈھانپا ہوا تھا۔اس کے چہرے کی بناوٹ بھی اس اداس بچے کی سی تھی اور آنکھیں بھی ویسی ہی تھیں۔ہاں نقوش کچھ مختلف تھے۔اس عورت نے سر پر ٹوپا اوڑھا ہوا تھا اور اس میں سے نکلتی لٹیں ہوا کے ساتھ جھول رہی تھیں۔اس کے بال شہد رنگ تھے۔بالوں کا رنگ بھی اس بچے سے مختلف تھا۔

"بریس۔۔۔میں کب سے تمہیں آوازیں دے رہی ہوں۔سردی کے مارے ویسے ہی حلق خشک ہو رہا ہے میرا اور تم ہو کہ جواب ہی نہیں دے رہے۔"اس کے سر پر پہنچ کر اس عورت نے چلانا شروع کر دیا۔

اس بچے نے ایک نظر اٹھا کر اس عورت کو دیکھا پھر خفا سی نظر جھکا لی۔

"گھر چلو فوراً۔بڑے نخرے دکھانا آگئے ہیں تمہیں۔"وہ پھر سے پوری قوت سے چلائی۔

وہ عورت رشین زبان میں اس بچے سے محوِ گفتگو تھی بلکہ اس بچے کی عزت کے بخیے ادھیڑ رہی تھی۔وہ ہنوز چپ تھا اور اس جمی ہوئی جھیل کو حسرت سے تک رہا تھا۔یوں جیسے کوئی قیمتی خزانہ اس جھیل کی گہرائیوں میں ڈوب کر جم چکا ہو اور اس ظالم برف نے اس پر مضبوط شیشے کی صورت قبضہ کر لیا ہو۔وہ برف سے شاکی نظر آرہا تھا یا شاید اس عورت سے یا شاید ساری دنیا سے۔

"بریس۔۔۔میں آخری بار کہہ رہی ہوں کہ میرے ساتھ چلو ورنہ اگلی بار تمہارے باپ کو بھیج دوں گی۔"وہ پھر سے دہاڑی اور ساتھ دھمکی لگائی۔باپ کی دھمکی لگائی تھی تو اندازہ

ہو رہا تھا کہ وہ اس کی ماں تھی مگر وہ اتنا غصہ کیوں تھی اور وہ رشین بچہ اتنا خفا اور اداس کیوں تھا!اس بات کا انداز ابھی تک نہیں ہو پا رہا تھا۔

"آپ جائیں میں آتا ہوں۔"بالآخر اس بچے نے زبان کو حرکت دی اور اپنی ماں کی بات ماننے کا عندیہ جاری کیا۔

"شاباش۔۔۔میں جا رہی ہوں،پانچ منٹ میں تم گھر کے اندر ملو مجھے۔"اس عورت نے بھی ہاتھ جھاڑے اور وہاں سے چلتی بنی مگر جاتے ہوئے بھی دھمکی لگانا نہیں بھولی تھی۔

وہ چلی گئی تو بچہ پھر جھیل کو دیکھنے لگا۔کچھ دیر دیکھنے کے بعد اس نے گہری سانس لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔اب وہ اپنے گرم جوتوں سے برف پر نشان بنا رہا تھا اور یہ نشان ایک لکڑی کی جھونپڑی کی طرف بڑھ رہے تھے جو یقیناً اس کی رہائش گاہ تھی۔

وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا،نشان پیچھے چھوٹتے جا رہے تھے۔

✼ ✼ ✼

کراچی شہر کے پوش علاقے میں موجود اس دو منزلہ رہائشی عمارت میں صبح ہی سے ہنگامہ خیز کارروائیاں شروع ہو چکی تھیں۔ہر طرف گہما گہمی کا عالم تھا اور شور و غل کا یہ حال تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔اس پر ستم یہ کہ آوازیں پھر بھی وجودوں سے نکل کر فضاؤں میں سفر کرنے سے باز نہ آرہی تھیں۔

ماحول میں برپا شور کی صورت آوازوں کو سنتے ہوئے یہی لگ رہا تھا جیسے گھر میں کوئی آفت ٹوٹ پڑی ہو مگر نظریں اگر مناظر پر دوڑائی جاتیں تو لوگوں کے کھلتے ہوئے چہروں اور سماعتوں کو ذرا کھول کر بغور جائزہ لیا جاتا تو معلوم ہو رہا تھا کہ وہ جو محض شور لگ رہا تھا،وہ تو خوشی میں ڈوبے ہوئے کلام تھے جن میں جوش کا عنصر ذرا زیادہ بڑھ جانے کی سبب وہ غل معلوم ہو رہے تھے پھر کچھ اور غور کرنے پر معلوم ہو رہا تھا کہ فضا میں ڈھول کی تھاپ بھی تھی اور نسوانی آوازوں میں گونجتے ہوئے گیتوں کا ترنم بھی گھل رہا تھا۔اب جب بصارت و سماعت نے مناظر کا گہرائی سے مشاہدہ مکمل کیا تو پتہ چلا کہ یہ شادی والے گھر میں جاری معمول کی سرگرمیاں اور ہنگامی کارروائیاں تھی جو کہ لازم و ملزوم تھیں۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

گھر کا کھلا صحن اس وقت عورتوں سے بھرا ہوا تھا۔ایک نسبتاً بڑی عمر کی گوری چٹی سرخیوں میں ڈھلی عورت لکڑی کے تخت پر بیٹھی،آس پاس کی عورتوں سے باتوں میں مشغول تھی۔اس عورت کے چہرے پر خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی۔عورتوں سے گھرے تخت کے درمیان میں کچھ عروسی زیورات سجے ہوئے تھے۔انھی زیورات پر گفتگو کی جا رہی تھی اور تعریفی کلمات ہر ایک زبان پر جاری تھے۔

"د سینان ناوی نیکمرغہ دہ۔"

(سِنان کی دلہن نصیبوں والی ہے)

پاس بیٹھی ایک درمیانی عمر کی عورت پختون زبان میں گویا ہوئی۔

"ماشاءاللہ۔"تخت پر ٹھاٹ سے بیٹھی بڑی عمر کی اس عورت نے سِنان کی دلہن کی خوشیوں کو اللہ کے حوالے کیا۔لہجہ اس کا بھی خالص پختون تھا۔

یہاں گفتگو مزید آگے بڑھ گئی تھی مگر اب جملوں پر سُروں نے سبقت حاصل کر لی تھی اور صحن کے چکنے فرش پر بیٹھی لڑکیاں بالیاں اونچی آواز میں تالیاں بجاتی ہوئی،گانوں کے

بول دہرا رہی تھیں۔ڈھول پیٹتی لڑکی کو بھی جوش چڑھا تھا اور دھم دھم کی آواز کانوں کو قریباً چیرنے لگی تھی مگر شادی والے گھر میں اس سب سے بھلا کوئی فرق آتا ہے۔عام دنوں میں جہاں اس قدر شور پر ڈانٹ ڈپٹ اور لعن طعن تک کی نوبت آجاتی ہے،وہاں شادی کے دوران اس طرح کے شور و غل کو مستی مزہ اور یہی تو دن ہیں گانے بجانے کے، کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے اور سبھی خوشی خوشی کانوں میں صور کی طرح چبھتا یہ شور برداشت کرتے ہیں۔سو یہاں بھی یہی سب چل رہا تھا۔ہر ایک خوش دلی سے کانوں کے پردوں پر گراں گزرتی آوازوں کو قبول کر رہا تھا کہ تبھی صحن میں ایک مردانہ، جھنجلائی ہوئی آواز گونجی اور سب ہی ساکت ہو کر آن وارد کو دیکھنے لگے۔سب کی آنکھیں پہلے تو حیرت سے پھیلیں پھر سکڑیں اور اس کے بعد لبوں پر جھینپی سی مسکان سج گئی۔لڑکیوں نے چہرہ نیچے کیا اور شرمائی سی ہنسی ہنسنے لگیں۔دبے دبے قہقہے فضا میں سنائی دینے لگے جبکہ تخت پر بیٹھی عورتوں نے آواز پر غور کیا،نو وارد کو دیکھا اور زور زور سے،بنا کسی لحاظ کے ہنسنے لگیں۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

وہ جو پہلے ہی غصے میں تھا،ان سب کے اس طرح ہنسنے پر مزید تپ اٹھا اور اپنی کانچ سی ہلکے سبز رنگ کی آنکھیں باری باری سب پر گھمائیں۔آنکھوں میں جھنجلاہٹ ہنوز واضح تھی مگر وہاں موجود نفوس ذرا بھی متاثر نہ ہوئے تھے اور ہنسنے میں ہی غرق تھے۔

اس کا پارہ مزید چڑھنے لگا۔اس وقت اس کا غصہ کسی قدر جائز تھا۔وہ قریباً صبح کے چار بجے اپنے فرائض نبھا کر گھر لوٹا تھا اور نیند کی آغوش میں جاتے،اسے آدھا پون گھنٹہ لگ گیا تھا۔اس کی نیند بھی اس کی طرح نخریلی تھی،آسانی سے دام میں نہیں آتی تھی۔وہ بستر پر لیٹ کر کئی کئی کروٹیں بدلتا تھا تب کہیں جا کر آنکھ لگتی تھی اور نیند کی وادیاں،خوابوں کی دنیا میں اس کو خوش آمدید کرتی تھیں سو پچھلی رات بھی نیند نے سو نخرے دکھا کر اسے قبول کیا تھا۔اوپر سے آج وہ مبارک دن تھا کہ جب ایک نازک اندام حسینہ اسے قبول کرنے والی تھی یعنی اس کا خاص دن تھا سو وہ کچھ دیر سو کر تازہ دم ہونا چاہتا تھا تاکہ پہلوئے یار میں نہ سو جائے مگر نہ جی۔۔۔یہاں کسی کو فکر ہی نہیں تھی،یہاں سب کو اپنی پڑی تھی۔اس کے خاص دن کو اپنے اپنے حساب سے وہ سب لوگ مزید خاص بنانے میں لگے تھے اور ان کے مطابق دلہا کا آرام یا نیند،اس خاص میں کہیں نہیں آتا تھا۔

وہ اوپر سو رہا تھا اور ان ظالموں نے اپنی ننھی فوج اوپر چھوڑ رکھی تھی۔وہ اس کے کمرے کے ساتھ بنے کمرے میں موج مستیوں میں مگن تھے۔

"دلته ٥ه په بد حال یم او تاسو ٥ول خاند٥۔"

)یہاں میری حالت خراب ہے اور تم سب ہنس رہے ہو(اسے بہت ا چھی اردو آتی تھی مگر چونکہ یہاں سب پختون بیٹھے تھے اور وہ خود بھی ا نہی میں سے تھا تو اپنی مقامی زبان میں ان سب سے مخاطب ہوا۔لہجہ صدماتی تھا۔

"نو خپل لباس ته او٥وره۔"

)تو اپنا حلیہ دیکھ(ان سب کے درمیان ٹھاٹ سے بیٹھی بڑی عمر کی عورت نے چہرے پر دوپٹہ رکھا اور مزید ہنسنے لگی۔

یہ بات سن کر اس کا اپنی جانب دھیان گیا تو وہ شرمندہ سا ہو گیا اور گھبرا کر یہاں وہاں دیکھنے لگا۔وہ سو رہا تھا اور سوتے میں سے ہی اٹھ کر آیا تھا۔سوتے ہوئے قمیض تو نہیں پہنی جاتی نا!قمیض بے شک نہیں تھی مگر سیاہ شلوار نے عزت رکھی ہوئی تھی اور ایسا بھی

نہیں تھا کہ تن کا اوپری حصہ بالکل ہی بے پردہ تھا،اسے بھی سیاہ بنیان سے ڈھانپا ہوا تھا۔ہاں گورا کسرتی جسم اس بنیان میں نمایاں ہو رہا تھا اور بازو تو بالکل ہی بے پردہ تھے۔حلیہ کچھ ایسا معیوب بھی نہیں تھا مگر بہن بھابیوں کے سامنے آنے کیلیے مناسب بھی نہیں تھا۔اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا اور آنکھیں جھک گئیں۔

ان سب کو ہنستا چھوڑ وہ فوراً اندر کو بھاگا۔پیچھے سے قہقہوں کی بڑھتی ہوئی آواز اس کے ساتھ آئی تھی۔

یہ تھے جناب سِنان خان آفریدی صاحب جن کا آج نکاح تھا۔یہ خود کراچی کے رہائشی تھے اور یہ ان کا ہی گھر تھا۔وہ یہاں اپنے ایک کل وقتی ملازم کے ساتھ رہتے تھے مگر پچھلے کچھ دنوں سے ان کے گھر میں ہجوم لگا ہوا تھا اور یہ ہجوم ان کے اپنے گھر والوں کا تھا جو ان کو ایک نازک اندام دوشیزہ کے پلو سے باندھنے کیلیے کراچی میں ان کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے اور جن کے ہاتھوں وہ ابھی بے عزت ہو کر آئے تھے،وہ ان کی ماں تھیں۔

وہ اندر گیا تھا اور کچھ دیر بعد ڈھیلی ڈھالی سی شرٹ پہنے باہر چلا آیا تھا۔شلوار پر شرٹ پہنے بھی وہ خاصا وجیہہ لگ رہا تھا۔وہ باہر آیا اور آکر اپنی ماں کے تخت کے ساتھ کرسی لگا کر بیٹھ گیا۔

"ما خوب سره ہ دمني؟"

)میرے سونے سے کوئی دشمنی(سِنان کی شرمندگی اب غائب ہو چکی تھی اور خفگی عود کر آئی تھی۔

"ارے اماری کیا دشمنی۔۔۔ام تو گانا بجانا کر را ہے۔یہ تو شادی والے گھر کا رواز ہے۔"اس کی ماں بنا شرمندہ ہوئے بولنا شروع ہوئی۔اب کی بار انہوں نے اردو میں جواب دیا۔زبان اردو تھی مگر لہجہ خالصتاً پختون تھا اور مونث مذکر میں بدل گیا تھا۔

"تو امارے کو بھی سونے دو۔توڑا آہستہ آواز میں گانا بجانا کرو۔ام دولا ہے اور رات کو ڈوٹی سے دیر سے لوٹا تھا۔ابی نئیں سوئے گا تو وہاں نکاح میں نیند آئے گا ام کو۔"سِنان نے بھی پشتو چھوڑ،گلابی اردو میں بات شروع کی حالانکہ سالوں سے کراچی میں مقیم ہونے

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

کی سبب اس کی اردو خاصی اچھی تھی مگر اپنے گھر والوں سے وہ پشتو یا پھر اسی طرح گلابی اردو میں ہی بات کرتا تھا۔

"ایک تو خدا خدا کر کے تمارا شادی ہو را ہے۔چو تیس کا ہو گیا اے تم۔یہ کوئی عمر ہے شادی کرنے کا؟اپنا بین بائی کو دیکھو اٹھرہ کا ہوا نئیں کہ شادی رچا لیا اور ایک تم ہے خانہ خرابہ۔۔۔"وہ اب اسے کوسنے دے رہی تھیں۔پیار بھرے کوسنے جو وہ اکثر ہی کال پر اسے دیا کرتی تھیں اور جب سے کراچی اس کی شادی میں شریک ہونے کیلیے آئی تھیں تب سے منہ پر دے رہی تھیں۔

بس فرق یہ تھا کہ پہلے طعنے" شادی کب کرے گا؟" "کرے گا بھی یا نئیں؟"اس قسم کے ہوتے تھے اور اب جبکہ وہ شادی کر رہا تھا تو،"اس عمر میں شادی کر را ہے۔" "تم بڈا ہو گیا اے۔" "یہ بھی کوئی عمر اے شادی کرنے کا۔" اس قسم کے تھے۔باوجود اس کے کہ وہ ایف آئی اے سائبر کرائم سے منسلک تھا مگر اس کی سمجھ سے باہر تھیں اپنی ماں کی باتیں۔

"تو مت کراؤ شادی۔۔۔"سِنان نے بھی اتراہٹ کا مظاہرہ کیا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"چپ کر۔۔۔اتنا مشکل سے اتنا خوبصورت لڑکی ملا اے تمارے لیے اور تم اے کہ ابی بی بکواس کر را اے۔"ماں کو یکدم ہی طیش آیا تھا۔فوراً سے اس کے کندھے پر دھموکا جڑ کر اسے خاموش کرایا۔

ایک ایک کر خواتین اور لڑکیاں اب آنگن خالی کر رہی تھیں چونکہ نکاح جمعہ کی نماز کے بعد تھا سو سبھی کو اب تیاری شروع کرنی تھی۔اب گانا بجانا بھی بند ہو گیا تھا اور شور شرابا بھی۔یکدم ہی سِنان کو چڑ سی آنے لگی۔

"مطلب میرے سونے سے مسئلہ تھا پوری پلٹن کو۔"اس نے کڑھ کر سوچا۔ساتھ میں کندھا بھی سہلا رہا تھا۔

"اپنی پسند سے بہو لا را ہے جی اچھا لگ را ہے۔اگر میں اپنی پسند سے لاتا تو تماری آنکھوں میں چبھتا۔"سِنان نے کندھا سہلاتے ہوئے اپنی ماں کو چھیڑا تھا۔

"ارے تم کہاں پسند کرتا!تم تو بس کمپوٹر پر ٹک ٹک کرتا اے اور لوگوں کو پکڑتا اے۔تمارے بس کا بات نئیں تا لڑکی ڈونڈنا۔اپنی مورے کا ایسان مانو تم۔اس بڑاپے میں تمیں جوان لڑکی مل گیا۔"حسبِ توقع وہ چھڑ گئی تھیں اور انہوں نے جواباً اس کی بینڈ بھی

بجا دی تھی۔وہ ابھی چونتیس سال کا ہی تھا اور اس کی ہونے والی بیوی کی عمر غالباً بیس اکیس سال تھی۔ہاں وہ اس سے چھوٹی تھی مگر اتنی بھی کوئی ننھی کاکی نہیں تھی کہ جس کے سامنے وہ بڈھا لگتا۔ساتھ ہی اماں نے اس کے کام کو بھی گھسیٹ لیا تھا۔ان کے مطابق اس کا کام ہی اصل وجہ تھا جو وہ شادی سے دور بھاگتا تھا۔اس میں کچھ اتنی بھی مبالغہ آرائی نہیں تھی۔وہ ایف آئی اے سائبر کرائم سے منسلک تھا اور اسے اپنے کام سے عشق تھا۔وہ اسی زندگی میں خوش تھا اور لڑکی کی ذمہ داری اٹھانے سے کچھ گھبراتا تھا۔چھڑے چھانٹ زندگی گزارنے کا اپنا ہی مزہ تھا اور شادی تو تھی ہی نری ذمہ داری۔۔۔وہ بھی ایک نازک دوشیزہ کی ذمہ داری اور کسی نازک حسینہ کی ذمہ داری اٹھانا،سِنان جیسے روکھے پھیکے انسان کیلیے کچھ مشکل تھا۔

اس کی ماں تو اس کی شادی نوجوانی میں ہی کر دینا چاہتی تھیں۔یہ تو وہ تھا جو ہٹ دھرمی دکھاتے ہوئے اب تک بچ رہا تھا لیکن بکرے کی ماں کب تک خیر مناتی،سو اسے بھی چھری تلے آنا ہی پڑا۔لڑکی بھی انہوں نے ہی پسند کی۔کراچی میں کسی رشتے دار کی شادی میں پسند آئی تھی انہیں سبین احمد۔گندم کی کلی جیسی رنگت والی سبین پہلی ہی نظر میں ان

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

کے دل کو بھا گئی تھی۔آناً فاناً رشتہ ہوا تھا اور آج باقاعدہ نکاح کیا جا رہا تھا۔یہ کلی طور پر ماں باپ اور گھر والوں کی پسند سے کی جانے والی شادی تھی بلکہ انہی کی خواہش کیلیے کی جانے والی شادی تھی۔سِنان نے تمام معاملات اپنی ماں بہنوں پر ہی چھوڑ دیے تھے۔سبین کی تصویر تک بھی اس نے نہیں دیکھی تھی۔یہی سوچا تھا کہ شادی ہوگی تبھی دیکھ لے گا۔اسی لیے وہ ابھی تک اس کے حسن سے ناواقف تھا مگر بیزار نہیں تھا بلکہ آج کے دن اس سے ملنے کیلیے کچھ بے تاب تھا اور اتنے عرصے میں اپنی بہنوں سے جتنی اس کی تعریفیں سنی تھیں تو اشتیاق مزید بڑھ گیا تھا۔گھر والوں نے بولا بھی کہ تصویر دیکھ لو مگر سِنان نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ" اب رخ روشن کا دیدار بیوی بنا کر ہی کریں گے۔"

"جا جا کر تیار او جا۔میں بھی جا رہی۔"آنگن اب خالی ہو گیا تھا۔اس کی ماں بھی اٹھ کر چلی گئی تھی بس کرسی پر بیٹھا وہ جوان وجیہہ آدمی رہ گیا تھا۔

وہ کرسی سے اٹھا اور صحن میں لگے آئینے میں اپنی صورت نہارنے لگا۔وجیہہ چہرہ،سرخ سفید رنگت،بھورے بال،ہلکی سی شیو،اٹھی ہوئی مغرور ناک،بھرے بھرے سرخ لب،کانچ سی سبز آنکھیں،خم دار گھنی پلکیں اور گھنی بھنویں۔۔۔اس کے نقوش جاذب نظر

تھے۔یہ خاندانی میراث تھی اس کی۔ظاہری بات تھی کہ وہ پختون قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اور پختون بھلا کبھی بدصورت ہوا کرتا ہے!اسی لیے وہ بھی نہیں تھا اور رہی بات اس کی جوانی یا بڑھاپے کی تو وہ چونتیس سالہ بھرپور توانا جوان مرد تھا جس کا جسم فولاد کا سا تھا۔وہ فوجی تھا اور طاقت فوجیوں کی میراث ہوتی ہے۔

اس نے بغور اپنا خوبصورت سا چہرہ دیکھا تو ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھل گئے اور اب وہ مزید دلکش لگنے لگا تھا۔

❊❊❊

رات آنکھوں میں کاٹنے کے باوجود احمد ولا کے مکین اور یہاں چند دن کیلیے ٹھہرے ہوئے مسافر،سب ہی علی الصبح اٹھ گئے تھے۔گزشتہ رات دیر تک جاگ کر ہوا خوری کرنا،ان کی خواہش تھی اور تھکان سے چور ہونے کے باوجود نیند سے حاوی وجود کو صبح ہی صبح بستر سے اٹھا کر کاموں میں مصروف کرنا،وقت کی ضرورت تھی۔وقت کم تھا اور مقابلہ سخت۔۔۔

بڑی ہی خاص وجہ تھی اس کی کیونکہ آج وہی دن آن پہنچا تھا جس کیلیے وہ سب لوگ پچھلے کافی وقت سے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔آج سبین احمد کا نکاح تھا۔نکاح جمعہ کی نماز کے بعد تھا اور گھڑی دس کا کانٹا عبور کر رہی تھی سو لڑکی والے منتشر تھے۔کسی کو کپڑے استری کرنے کی فکر تھی تو کوئی پارلر کی طرف دوڑیں لگا رہا تھا۔کوئی اپنے بچوں کے رونے گانے سے پریشان تھا تو کسی کے اپنے رونے گانے نہیں ٹک رہے تھے۔الغرض ماحول پر کثافت چھائی ہوئی تھی۔

"میرے ساتھ چل لو،میری جیولری رہ گئی ہے۔"عورتوں کی تیاری نے قیامت تک نہیں مکمل ہونا تھا۔

"مما میرے جوتے کہاں رکھ دیے، کہیں گھر ہی تو نہیں چھوڑ آئیں۔"کسی بچے کی آواز تھی،پریشان سی۔

"مجھے پارلر جانا ہے،ذرا حنان کو کوئی سنبھال لینا کچھ دیر کیلیے۔"یہ بھی ایک ضروری کام تھا۔بناؤ سنگھار پر بھلا سمجھوتہ کیا جا سکتا تھا!

"دلہن کے کپڑے پہلے استری کر دو تاکہ وہ تیار ہو جائے۔"صد شکر تھا کہ کسی کو دلہن کی فکر ستائی تھی۔

"اتنی بھی نہیں ہو رہی بہن۔دلہن کے کپڑے کل رات سے تیار رکھے ہیں۔"کچھ برا منا کر جواب دیا گیا تھا۔

اتنا شور اور گہما گہمی پھر سپیکر سے نکلتے شادی کے گانے۔۔۔

"ذرا ڈھولکی بجاؤ گوریوں۔۔۔

میرے سنگ سنگ گاؤ گوریوں۔۔۔"گلوگار بھی پورے جوش میں تھا۔کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ایسے حالات میں ایک کمرے کے بیڈ پر موجود نوجوان سر سے سر جوڑے بیٹھے،کسی اہم راز و نیاز میں مصروف تھے۔آوازیں پست تھیں اور کچھ چہروں پر دبا دبا سا جوش اور کچھ کے چہروں پر خوف تھا۔یہاں بیٹھے چھ افراد میں چار لڑکے اور دو لڑکیاں شامل تھیں اور سب کی عمریں پندرہ سے اٹھارہ سال کے درمیان تھیں۔

"تم میں سے کسی کو کوئی ٹاسک ملا؟"ثمرہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

"نہیں،ابھی تک تو نہیں۔"وسیم (جس نے یہ سارا رائتہ پھیلایا تھا)گویا ہوا۔

"مجھے تو لگ رہا ہے کہ کچھ نہیں ہونے والا۔"ریحان نے بھی گفتگو میں حصہ ڈالا۔وہ اوپر اوپر سے بہادر بن رہا تھا مگر اندر سے خائف تھا اور دعاگو تھا کہ ان میں سے کسی کو بھی ٹاسک نہ ملے۔

"نہیں یار،ٹاسک لازمی ملیں گے۔ابھی صبر تو کرو۔کل ہی تو ہم نے انٹر کیا ہے،کچھ وقت لگے گا۔"وسیم کی معلومات اس معاملے میں زرخیز تھیں۔

"مجھے تو سب جھوٹ لگ رہا ہے۔"کافی دیر سے خاموش بیٹھے،دلہن کے اکلوتے بھائی احمر نے بھی باتوں میں حصہ ڈالا۔

"اللہ کرے جھوٹ ہی ہو۔"انگلیاں چٹخاتی زرش نے گھبرائی ہوئی آواز میں دعا کی۔سب ہی نے اس کی جانب اچھنبے سے دیکھا۔

"ڈرپوک کہیں کی۔۔۔"وسیم نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا اور ہنسنے لگا۔باقی سب کی بھی ہنسی چھوٹ گئی تھی ماسوائے احمر کے۔وہ کافی سمجھدار سا بچہ تھا۔باوجود اس کے کہ وہ ان

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

سب کے ساتھ اس سب خرافات میں شامل تھا مگر پھر بھی وہ متذبذب تھا اور خود بھی یہی چاہ رہا تھا کہ یہ سب جھوٹ نکلے۔وہ زرش کی طرح ڈرا ہوا نہیں تھا مگر باقی سب کی طرح بالکل بے فکر بھی نہیں تھا۔یوں بھی اس خطرے میں وہ صرف اپنے جگری دوست وسیم ہی کی وجہ سے کودا تھا مگر اس کی یہ بات احمر کو پسند نہیں آئی تھی۔

"ایسے مت بولو۔کیا تم میں سے کسی کو ڈر نہیں لگ رہا؟"احمر نے سب کو افسوس سے دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں بھائی مجھے تو بالکل ڈر نہیں لگ رہا۔موت بھی کوئی ڈرنے کی چیز ہے؟یہ تو آنی ہی ہے تو ڈر ڈر کر کیا جینا؟مزے کرو بس۔"یہ وسیم تھا جس کی باتیں کسی بھی عام نوجوانوں جیسی ہی تھیں۔بے فکری کے دور کے کلام اکثر ہی مبالغہ آرائیوں سے پُر ہوا کرتے ہیں۔وہ عمر کے جس حصے میں تھا،اس میں انسان کی امنگیں جوان ہو رہی ہوتی ہیں اور یہ دور اپنے ساتھ ان دیکھے کئی خطرات لے کر آتا ہے مگر ساتھ ہی جاتے ہوئے بہت سے اسباق بھی دے کر جاتا ہے جو ساری زندگی ساتھ رہتے ہیں۔

"ایسے تو مت بولو یار۔میری مما کا تمہیں پتہ ہے نا،وہ کتنی سٹرکٹ ہیں۔انہیں پتہ لگا تو وہ مجھے بہت ڈانٹیں گی۔"وسیم کی باتیں سن زرش کے اوسان خطا ہو گئے تھے اور وہ رونے ہی لگی تھی۔اسی اثناء میں آواز بھی قدرے اونچی ہوئی تھی مگر شکر تھا کہ گھر میں پھیلے شور نے اس آواز کو نگل لیا تھا۔

"شش۔۔۔چپ کرو۔پاگل ہو تم؟"احمر نے تنبیہ کرتی نظروں سے اسے ٹوکا تو وہ چور سی بن گئی۔

"رونا دھونا تھا تو کیوں ملیں ہمارے ساتھ؟"یہ فہد تھا جو بات کے آغاز سے بالکل چپ بیٹھا،سب کی باتیں سن رہا تھا۔وہ بھی اندر سے خوفزدہ تھا مگر لڑکا تھا اسی لیے زرش کی طرح ڈر دکھا نہیں سکتا تھا ورنہ اس کی بہت بے عزتی ہونی تھی۔

"یہ رو رہی ہے تو سب چپ کرا رہے ہیں اور اگر میں ڈر کر رونے لگا تو یہی سب میری واٹ لگا دیں گے۔"فہد نے سوچتے ہوئے،زرش کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔اس کے مطابق وہ خوش نصیب تھی کہ لڑکی تھی۔

"یار چپ کر جاؤ تم لوگ اور زرش پلیز اس طرح ڈرو مت۔ہم سب ساتھ ہیں،کچھ نہیں ہو گا۔"ثمرہ نے آگے آکر اپنی خالہ زاد کا کندھا تھام کر اسے ساتھ لگایا اور اسے پیار سے سمجھانے لگی۔اس کی توجہ پر زرش اثبات میں سر ہلا کر خاموش ہو گئی۔

"اور کوئی نہیں مرے گا۔ہم سب نے ابھی جینا ہے یار۔ابھی تو ہم بڑے ہوئے ہیں۔سارا بچپن اسی انتظار میں گزارا تھا کہ بڑے ہو جائیں گے تو سب اچھا ہو جائے گا تو اب تو سب اچھا ہی ہو گا نا۔"احمر نے سب کو دیکھ کر حوصلے سے کہا۔اس کی باتوں میں امید اور روشن مستقبل کی آس تھی مگر ہر بار امیدیں پوری نہیں ہوتیں۔کبھی کبھار یہ ٹوٹتی بھی ہیں اور توقعات کا ٹوٹنا انسان کو ڈھا دیتا ہے۔

احمر کی بات سن کر سبھی مسکرانے لگے تھے۔نوجوانوں کے چہروں پر امید نے بسیرا کر لیا تھا مگر سب کے دل کے کہیں اندر نہاں خانوں میں کچھ الگ ہو رہا تھا اور دماغ کے پیچیدہ جال میں سوچیں الجھ رہی تھیں۔بظاہر مسکراتے وہ نوجوان چہرے کہ جنہوں نے ابھی ہی بچپن کو خیرباد کہہ کر جوانی کی دہلیز پھلانگی تھی،اپنی زندگی کی آس باندھ رہے تھے۔۔۔

"کچھ بھی ہو لیکن مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔اگر پاپا کو پتہ چل گیا تو۔۔۔"مسکراتے ہوئے فہد کا دماغ اس کے جذبات کو عیاں کر رہا تھا۔

"اگر وسیم کی بات سچ نکلی تو۔۔۔پھر تو ہم سب مر جائیں گے۔۔۔"پھیکی سی مسکان اور آنسو بھری آنکھوں والی زرش کا دماغ خوف کے سایے میں تھا۔

"ٹاسک زیادہ مشکل ہوئے تو میں پورے ہی نہیں کروں گی۔۔۔پھر سب ٹھیک رہے گا۔۔۔"مسکاتی ہوئی ثمرہ کا دماغ حل تلاش کر رہا تھا۔

"یہ سب جھوٹ ہے،کچھ بھی نہیں ہو گا۔کسی کو بھی ٹاسک ملیں گے ہی نہیں۔۔۔۔"مسکراتے ہوئے ریحان کا دماغ آنے والی مصیبت سے انکاری تھا۔

"مجھے پتہ ہے یہ سب سچ ہے اور سب کو ٹاسک ملیں گے۔میں تو سارے ٹاسک پورے کر کے،ان سب کو جیت کر دکھاؤں گا۔ویسے بھی مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا۔یار اب ہم بڑے ہو گئے ہیں۔ڈرپوک کہیں کے۔۔۔"آڑھی مسکان والے وسیم کا دماغ الگ ہی خرافات کی لپیٹ میں تھا۔

"مجھے وسیم کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے تھا۔اگر کسی کو کچھ ہو گیا تو؟نہیں۔۔۔میں اپنے کزنز کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا اور نہ ہی خود مرنا چاہتا ہوں۔یا اللہ پلیز ہم سب کو بچا لینا۔۔۔۔"نرم سی مسکان سجائے احمر کے دماغ پر فکر سوار تھی۔ساتھ ہی سب کی سلامتی کی دعا بھی جاری تھی۔

یہ تھی ان چھ نوجوان لڑکے لڑکیوں کی دماغ کی حالت اور چہرے ان سب کے ہی مسکراہٹ میں ڈھلے ہوئے تھے۔

آگے کیا ہونا تھا،اس سے سبھی بے خبر تھے مگر کچھ نہ کچھ ہونے والا تھا،اس کے خاصے مضبوط آثار دکھائی دے رہے تھے۔یہاں نوجوانوں کی یہ حالت تھی اور دوسری طرف ان کے والدین تھے جو ہر بات سے انجان، بے فکری سے شادیانے بجانے میں مگن تھے۔ غلطی یہاں کس کی تھی؟قصوروار کون تھا؟کوئی بھی نہیں۔۔۔کسی کی بھی غلطی نہیں تھی۔اس وقت یہ تمام لوگ بے خبری کی موت مارے گئے تھے۔والدین بھی اور اولادیں بھی۔۔۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

کمرے میں دیوار پر لگا کاغذ کا کیلنڈر تاریخ واضح کر رہا تھا)دس نومبر دو ہزار سولہ(۔۔۔۔تاریخ نے وضاحت کر دی تھی کہ ابھی بے خبری کا دور تھا۔ابھی چنگاریاں ہی اٹھی تھیں،ابھی آگ نے پھیلنا تھا۔ہواؤں نے ابھی زور پکڑنا تھا پھر خشک ہوا کے ساتھ مل کر اس آگ نے پھیلنا تھا۔ابھی تو ہوا خراماں چل رہی تھی۔کاغذ کا کیلنڈر پھڑپھڑاتے ہوئے یکدم گر پڑا۔کھڑکی سے تیز ہوا آئی تھی۔سب چونک کر اور کچھ ڈر کر کھڑکی کی سمت متوجہ ہوئے۔احمر سر جھٹک کر آگے کو بڑھا اور کھڑکی سے جھانکا۔کھڑکی صحن میں کھلتی تھی۔احمر نے کھڑکی بند کر دی۔

"آندھی چلنے لگی ہے۔۔۔"باہر سے کسی آدمی کی زوردار آواز آئی تھی۔اتنی زور آور آواز تھی کہ سبھی آوازیں ایک لمحے کو پست ہو گئی تھیں۔

ہواؤں نے رخ بدلنا شروع کر دیا تھا۔بہار خزاں میں بدلنے کو تھی۔

***

وہ بچہ چلتے چلتے ایک لکڑی سے بنے جھونپڑ نما گھر کے اندر غائب ہو گیا۔پیچھے کا سفید منظر سنسان ہو گیا۔آگے بڑھ جانے والے ہمیشہ ہی اسی طرح اپنے پیچھے والوں کو سنسان کر

جاتے ہیں اور پھر چھوٹ جانے والے وجود اسی طرح خاموش ہو جاتے ہیں جیسے ابھی یہ منظر تھا بالکل خاموش حالانکہ منظر میں ہنوز مختلف ذی نفس چل پھر رہے تھے مگر اس مخصوص منظر یعنی اس جمی ہوئی جھیل اور اس کے ساتھ بنا پہاڑ،اس اداس بچے کی کمی کو محسوس کر رہے تھے۔

وہ بچہ اندر داخل ہوا اور گرم موٹے جوتوں اور جرابوں سے اپنے پیروں کو آزاد کیا۔پیر سرخ تھے پھر اس نے نیچے کو جھک کر اپنی بے حد موٹی،جانور کی کھال سے بنی جرسی اتاری۔جرسی سر اور ہاتھوں سے بیک وقت اتری اور وہ اوپر اٹھ گیا۔اب وہ کچھ آزاد محسوس کر رہا تھا۔ساتھ ہی اب اس کا حسن زیادہ واضح ہو رہا تھا۔اس کے چہرے کے نقوش تیکھے تھے مگر رخسار کی اوپری ہڈی اٹھی ہوئی تھی،کچھ پھولی سی،سرخی مائل سفید۔وہ سرخ سٹرابیری کی مانند لگ رہا تھا۔چہرہ پورا سرخ اور ناک اور گالوں کے اوپری حصے پر چھائیوں کے نشانات تھے جو سٹرابیری پر لگے بیج معلوم ہو رہے تھے تبھی وہ سرخ ٹماٹر نہیں بلکہ سرخ سٹرابیری سا لگ رہا تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

قدموں کی چاپ ماحول میں گونجی اور گونجتی ہوئی اس کے نزدیک آکر تھم گئی۔بریس کی نظروں نے ان قدموں کے ساتھ سفر کیا تھا۔قدم اس کے قریب ٹھہرے تو وہ مقابل کا چہرہ دیکھنے لگا۔وہ حیران اور کچھ ڈری ہوئی نظروں سے سامنے دیکھ رہا تھا۔وہاں اس کی ماں کھڑی تھی اور خونخوار نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اس جھیل پر جا کر بیٹھنے اور سوگ منانے کا کیا مقصد ہے؟"دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے اس کی ماں نے سوال کیا۔آنکھیں سپاٹ تھیں مگر اب کی بار آواز قدرے پست تھی۔

بریس انہیں دیکھے گیا۔کانچ سی آنکھیں کسی بھی قسم کے تاثر سے عاری تھیں اور زبان گویا قوتِ گویائی سے محروم۔

"مجھے ایک بات بتاؤ بریس،یہ تم ایک بار ہی میں میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے،ہاں؟"اس کی ماں نے اس کے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے نزدیک کیا۔وہ بنا کسی مزاحمت کے قریب ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا جواب دوں؟"اس بچے نے سوال پر سوال دھرا۔اس کی ماں کو غصہ تو بہت آیا مگر پی گئی۔

"یہی کہ تم جھیل پر جا کر سوگ کیوں مناتے ہو؟" خون کے ابلتے ہوئے شراروں کو ٹھنڈا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے،اس کی ماں نے اپنے تئیں تحمل مزاجی کا مظاہرہ کیا۔

"میری اورکا مر گئی۔" وہ دکھ سے گویا ہوا۔نیلی کانچ سی آنکھیں پانیوں میں ڈوبنے لگیں مگر اس نے سیلاب کو رخسار پر بہنے سے روکے رکھا۔کمال ضبط کا مظاہرہ کر رہا تھا وہ دس سالہ روسی بچہ۔

"اوف اوہ۔۔۔میں تنگ آگئی ہوں تمہارے آئے دن کے ناٹک سے۔آجاؤ اور کھانا کھا لو۔" ماں نے جھنجلا کر اندر کی راہ لی۔

بریس بھی تھکے تھکے قدموں سے ان کی تقلید کرنے لگا۔اندر پہنچا تو کھانے کی میز پر کھانا سجا ہوا تھا اور اس کے والد اور بڑا بھائی کھانے میں مشغول تھے۔اس کی ماں بھی اب ایک کرسی سنبھال چکی تھی۔اس نے بھی قدم بڑھائے اور آگے آکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"بریس کہاں تھے تم؟ہم کب سے تمہارا انتظار کر رہے تھے کھانے پر۔"سربراہی کرسی پر بیٹھے اس کے والد نے نرمی سے سوال کیا۔

"باہر جھیل کے پاس بیٹھا تھا۔پتہ نہیں جمی ہوئی جھیل اسے کیا دے رہی تھی؟"نوالہ چباتے ہوئے اس کی ماں نے سر جھٹکا۔

"بیٹا جھیل میں کیا ہے؟"اب کی بار اس کا باپ پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہوا۔اس نے اپنے باپ کو غور سے دیکھا پھر اس کی دائیں جانب،اپنے سامنے بیٹھے،اپنے بڑے بھائی کو دیکھا جو نوالہ چباتے ہوئے اسے دیکھ کر ہنس رہا تھا۔مذاق اڑاتی وہ ہنسی بریس کو بری لگی تھی۔

"کچھ نہیں۔"یہی جواب دینا تھا اس نے۔وہ اصل بات چھپا گیا اور اپنی پلیٹ نزدیک کر کھانا ٹونگنے لگا۔

"تمہارا بیٹا پاگل ہو گیا ہے۔کہتا ہے میری اورکا مر گئی۔بتاؤ ذرا اس بات کا کیا مطلب ہوا؟"اس کی ماں اپنے شوہر کو بیزاریت سے بتانے لگی۔یہ بیزاریت خاص بریس کیلیے ہی تھی۔اس کے بارے میں بات کرتے ہوئے ہمیشہ ہی اس کی ماں کی زبان کڑوی ہو جاتی

تھی۔اس کے برعکس اس کے بڑے بھائی لیو کے بارے میں وہ جب بھی گفتگو کرتی تھیں،شہد ٹپکتا تھا۔ایسا کیوں تھا؟اس سے بریس فی الحال انجان تھا مگر اسے یہ باتیں اذیت دیتی تھیں۔

کھانے کھاتے ہوئے وہ مسلسل اپنے بھائی کو دیکھ رہا تھا جو ماں کی باتوں پر ہنوز ہنس رہا تھا۔وہ ہمیشہ ہی اس کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔

"اورکا؟؟؟"کچھ لمحات سوچنے کے بعد اس کے باپ نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

"کون سی اورکا؟"پھر اس سے سوال کیا۔اس کے باپ کا لہجہ نرم تھا۔وہ اس سے پیار کرتا تھا مگر یہ پیار بریس کو کم کم ہی میسر آتا تھا کیونکہ اس کا باپ نوکری کی غرض سے شہر میں رہتا تھا اور دو تین مہینوں میں ایک دو مرتبہ ہی گھر آیا کرتا تھا۔

"میں نے کھانا کھا لیا۔اب میں جا رہا ہوں۔"سوال کو نظر انداز کر اس نے پلیٹ کھسکائی اور اٹھ کر بھاگ گیا۔

"یہ ایسا ہی ہے، تم چھوڑو اور کھانا کھاؤ۔میں اسے سمجھا لوں گی۔"ماں کی آواز نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔آواز تیزی سے سفر کرتی ہے،روشنی سے بھی تیز۔۔۔

***

جمعہ کی نماز کا اجتماع ختم ہوا تو احمد ولا میں مجمع لگ گیا۔لڑکے والوں کی آمد ہو چکی تھی۔گھر میں چہل پہل لگ گئی تھی اور زرق برق ملبوسات کی بہار آگئی تھی جن میں پختون ثقافت نمایاں ہو رہی تھی۔مردوں کے بیٹھنے کا انتظام گھر کے لان میں کیا گیا تھا اور عورتوں کے بیٹھنے کا اہتمام گھر کے اندرونی حصے میں کیا گیا تھا۔دلہا بھی مردوں کے ساتھ ہی براجمان تھا اور دلہن فی الحال اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی جہاں موجود ایک کھڑکی لان میں کھلتی تھی مگر ابھی وہ بند تھی۔دلہن کے ساتھ مہمان خواتین بھی یہاں موجود تھیں اور گھر کی خواتین کاموں میں مشغول تھیں۔ساری تیاریاں مکمل تھیں بس قاضی صاحب کی آمد کا انتظار تھا جنہیں لینے کیلیے دلہا کا چھوٹا بھائی گیا ہوا تھا۔

لڑکے والے چونکہ پختون تھے تو ان کا بھرا پورا خاندان تھا۔دلہا کے پندرہ بہن بھائی تھے اور سب کے سب شادی شدہ تھے ماسوائے دلہا کے جو آج شادی کے بندھن میں بندھنے

والا تھا۔بہن بھائی شادی شدہ تھے تو ان کی بھی اولادیں تھیں اور انفرادی طور پر سبھی کے ہی پانچ سے اوپر بچے تھے۔بس چھوٹی بہن کے علاوہ،اس کی شادی کو ابھی چار سال ہی ہوئے تھے سو اس کے دو بچے تھے۔

دلہن بنی سبین سرخ اور زرد رنگ سے مزین سفید رنگ کی پشواز میں ملبوس تھی۔سر پر سفید رنگ کا دوپٹہ سجا ہوا تھا جس کے چاروں کناروں کو سرخ اور زرد رنگ کی چوڑی پٹی سے سجایا گیا تھا۔ صبیح پیشانی پر علاقائی جھومر سجا ہوا تھا۔کانوں میں جھمکے اور گلے میں ہار اور ڈھولنا۔چوڑیوں سے بھری کلائیاں اور انگوٹھیوں سے مزین انگلیاں۔سر اس کا پورا اچھے سے ڈھکا ہوا تھا سو بالوں کو بس چوٹی میں گوندھ لیا تھا اور گجروں سے سجا دیا تھا۔یوں بھی بالوں کو دیکھنا کس نے تھا۔چہرے پر میک اپ بھی برائے نام کیا گیا تھا چونکہ نکاح کی سادہ سی تقریب تھی۔یوں بھی سبین کو زیادہ میک اپ کا شوق نہیں تھا اور کچھ اس کے سسرالی بھی سادہ لوح لوگ تھے۔

یہاں دلہن سادگی میں بھی غضب ڈھا رہی تھی تو لان میں بیٹھا دلہا بھی سفید شلوار قمیض کے اوپر سرخ اور زرد رنگ کے امتزاج کی کوٹی پہنے بے حد پرکشش لگ رہا تھا۔ہلکے

بھورے رنگ کے گھنے چمکدار بال سلیقے سے سجے ہوئے تھے اور سرخ و سپید چہرے پر ہلکی داڑھی مونچھیں سجی تھیں۔بائیں کلائی میں گھڑی موجود تھی اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں عقیق جڑی انگوٹھی موجود تھی۔

دونوں دلہا دلہن ہی بے حد خوبصورت لگ رہے تھے۔بس اب انتظار تھا کہ قاضی صاحب کی آمد ہوتی اور ان کی آمد کے ساتھ ہی دو اجنبیوں نے زندگی بھر کا ساتھی اور غم خوار بن جانا تھا۔دو دھڑکتے ہوئے دل،ایک دوسرے کی منتشر دھڑکنوں سے انجان،ایجاب و قبول کے منتظر،بےچین ہو کر وقت کو کاٹ رہے تھے۔

***

"قاضی صاحب آگئے ہیں۔"باہر سے کسی کی آواز بلند ہوئی تھی جو لان سے منسلک اس کمرے میں واضح سنائی دی تھی۔ سبین کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔اب بس کچھ وقت کا انتظار تھا اور اس نے اپنا وجود ایک اجنبی شخص کو سونپ دینا تھا۔یہ بھی ایک الگ ہی قسم کی بے قراری تھی جس میں سرور سا تھا۔وہ آج خود کو اس شخص کے سپرد کرنے جا رہی

تھی جس کے وہ محض نام سے ہی واقف تھی اور ابھی کچھ دیر میں اسی نام سے منسوب ہونے والی تھی۔

"شکر اے آگیا۔غفران کا بچہ کب سے گیا وا تا اور اب آیا اے بے کاراں۔"چوکڑی مارے بیٹھی سبین کی ساس نے سر جھٹکتے ہوئے اپنے چھوٹے بیٹے کو خیالوں میں گھرکا تو سبھی کی دبی دبی ہنسی فضا میں گونجنے لگی اور سبین نے دیور کی عزت افزائی پر بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کی۔

وہ اپنی ساس،نندوں،دیورانیوں،جیٹھانیوں اور ان کی بیٹیوں سے اچھے سے واقف تھی کیونکہ وہ سبھی اس سے مل چکیں تھیں اور نندوں وغیرہ سے تو کال پر بھی کئ پر اس کی بات ہو چکی تھی۔بس ایک سیاں جی تھے جن سے وہ انجان تھی۔

باہر لان میں بیٹھے سبین کے سیاں جی بھی اس سے اتنے ہی انجان تھے اور بے قراری کا عالم بھی کچھ کم نہ تھا۔قاضی صاحب تشریف لا چکے تھے اور اب سِنان کے برابر،کرسی پر براجمان تھے۔دلہا اور دلہن کے والد بھی قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔قاضی صاحب نے نشست سنبھال کر نکاح کا آغاز کیا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"سِنان خان آفریدی ولد زریاب خان آفریدی،میں نے سبین احمد ولد احمد علی کو آپ کے نکاح میں دیا۔حق مہر پانچ لاکھ روپے،آپ کو قبول ہے۔"بالآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور قاضی صاحب نے ایجاب و قبول کا مرحلہ عبور کیا۔نکاح نامے میں تفصیل دیکھ انہوں نے برابر میں بیٹھے دلہا سے پوچھا۔

سِنان نے دھڑکتے دل کے ساتھ جواب دیا۔

"جی قبول کیا۔"اس کی زبان سے الفاظ ادا ہوئے اور فرطِ جذبات میں آکر اس کے گھر والوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں۔وہ سب ہی اس کی شادی کی طرف سے مایوس تھے اور اب جب وہ ایک دوشیزہ کو اپنی زوجیت میں قبول کر چکا تو گھر والوں سے رہا نہیں گیا۔

قاضی صاحب نے اسے مبارک دی پھر دعا کا سلسلہ شروع ہوا۔سب نے خاموشی سے دعا سنی اور چہرے پر ہاتھ پھیر کر،مبارک باد دینے کیلیے دلہا کا رخ کیا۔سب سے پہلے قاضی صاحب نے اسے گلے لگایا پھر وہ اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے باپ کے ساتھ لگ گیا۔

"مبارک شہ زویہ۔"

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

)مبارک ہو بیٹا(گلے لگا کر انہوں نے اپنے بیٹے کو اپنی زبان میں مبارک باد سے نوازا پھر الگ ہو کر اسے سبین کے والد کی جانب متوجہ کیا۔

وہ مسکراتا ہوا ان کی جانب بڑھا۔وہ بھی چہرے پر مسکراہٹ سجائے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔وہ آگے آیا اور ان سے بغلگیر ہوا۔

"مبارک ہو بیٹے۔"انہوں نے بھی اپنے داماد کو دعاؤں سے نوازا۔

"شکریہ۔"ان کا شکریہ ادا کر وہ ان کے ساتھ کھڑے،اپنے اکلوتے سالے احمر سے ملا۔

"سِنان بھائی اب تو آپ آفیشلی ہمارے گھر میں شامل ہوگئے۔اب مزہ آئے گا۔"اس سے گلے لگ کر احمر نے خوشی سے کہا۔اس کی بات و انداز سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ اپنے بہنوئی سے بخوبی آشنا تھا اور یہ ان دونوں کی پہلی ملاقات نہیں تھی۔بالکل جیسے سبین،سِنان کے گھر والوں کو جانتی تھی۔اسی طرح سِنان بھی اس کے گھر والوں سے اچھی طرح واقفیت رکھتا تھا۔

"تمہیں بڑی خوشی ہو رہی ہے۔"سِنان نے پیار سے اس کا گال تھپکا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"ہاں تو کیوں نہ ہو!اب میں سب پر بھرم ڈالوں گا کہ بھئی میری آپی کے شوہر اتنے ہینڈسم اور فٹ فاٹ ہیں۔"اس کے اپنے ہی مزے تھے۔

سِنان کا دل" آپی کے شوہر "سن کر اٹکا۔وہ مسکرانے لگا۔دلفریب،جان لیوا سی مسکان۔اب تو بس اس سے ملنے کا انتظار تھا تاکہ پہلا دیدار ہو سکے۔پتہ تو چلے کہ اماں نے کیا شاہکار ڈھونڈا تھا اپنے خوش شکل،خوبرو اور ان کے بقول زو° سہ°ی)بوڑھے آدمی(کیلیے۔اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"اوئے ہوئے سِنان بھائی تو بہت خوش ہیں یار۔"یہ وسیم تھا جو ابھی احمر کے پاس آکر کھڑا ہوا تھا اور اپنی کزن کے شوہر کو مسکراتا دیکھ اسے چھیڑنے لگا تھا۔

"اوئے لڑکے،بالش بھر کا ہے اور مجھے چھیڑ رہا ہے۔یہ ہے کون احمر؟"اس نے وسیم کے گال کو بھی تھپکا اور مصنوعی خفگی دکھائی پھر اپنے سالے سے اس کا تعارف چاہا۔

وسیم اور احمر اس کی پیار بھری خفگی پر ہنسنے لگے۔

"یہ میرا کزن ہے۔میرے ماموں کا بیٹا۔"احمر نے تعارف کروایا۔

"اچھا اچھا۔۔"سِنان نے اثبات میں سر ہلایا۔

اسی بیچ احمد صاحب کی آواز شور و غل کے درمیان بلند ہوئی۔وہ گھر کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ رہے تھے جب انہوں نے اپنے بیٹے کو پکارا۔

"احمر چلو آؤ بیٹا،آپی سے بھی تو پوچھنا ہے نکاح کا۔"انہوں نے سہل زبان میں سمجھاتے ہوئے،اپنے بیٹے کو پکارا۔

"بس ابھی آئے ہم آپی سے پوچھ کر۔وہ بھی ہاں کہہ دے تو پھر آپ پکے والے بھائی بن جائیں گے۔"شرارت سے کہتے ہوئے وہ اپنے والد کے پیچھے بھاگ کھڑا ہوا۔وسیم بھی ساتھ ہی ہو لیا اور پیچھا کھڑا سِنان منتظر سا وہاں بیٹھ گیا۔

اب بس سبین کے ہامی بھرنے کی دیر تھی پھر ان دونوں کی دنیا مختلف ہو جانی تھی۔وہ نیچے سر کیے مسکرانے لگا۔اسے شرم نہیں آرہی تھی مگر یہ سب کچھ پہلی مرتبہ ہو رہا تھا سو دل میں کچھ گدگدی سی ہو رہی تھی۔

وہ لڑکی ذات سے کوسوں دور رہنے والا شخص،جس نے آج تک اپنی ماں بہنوں اور محرم عورتوں کے علاوہ کسی بھی صنفِ نازک کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا،وہ آج ایک بالکل غیر لڑکی کو اپنی زوجیت میں قبول کر چکا تھا۔وہ اس کی محرم بن گئی تھی اور اب وہ اس کی سب سے قریبی تھی۔اس کی بیوی،اس کی ذمہ داری،اس کی عزت اور اس کی غیرت۔۔۔

سِنان مسکراتے ہوئے اپنی ان دیکھی شریکِ سفر کے بارے میں سوچ گیا اور یہ پہلی مرتبہ تھا کہ وہ اپنے کام کے علاوہ کسی اور کے خیالات میں غرق ہوا تھا۔

٭٭٭

"سبین کے ابا آئیں گے اندر تو آپ لوگ ذرا پردہ کر لیں۔"میزبان خواتین میں سے ایک عورت نے اندر جھانک کر مہمان خواتین کو مطلع کیا۔

بات مکمل ہوتے ہی اندر بیٹھی سب لڑکیوں اور عورتوں نے دوپٹے کے پلو سے چہرے کی آڑ بنا لی۔سر پر دوپٹہ وہ سب پہلے ہی لی ہوئی تھیں۔سب نے چہرے کو ڈھانپا تو احمد صاحب کو اندر آنے کا اشارہ دیا گیا۔

اجازت ملنے پر وہ احمر کے ہمراہ اندر چلے آئے۔پیچھے سبین کے کزنز کی پلٹن بھی تھی جو کہ اس دوران سب سے زیادہ پرجوش دکھائی دے رہی تھی اور کیوں نہ ہوتا یہ جوش بھئ ان کی کزن کی شادی ہو رہی تھی۔وہ اپنی ہوش مندی میں پہلی بار شادی دیکھ رہے تھے۔اب تک تو خالہ،ماما، پھپھو،چاچا کی ہی شادی میں شرکت کی تھی،وہ بھی بچپن کا وقت تھا سو زیادہ موج مستی نہیں کر سکے تھے۔اب نوجوانی کے دن تھے تو زیادہ مزہ آرہا تھا۔کپڑے،زیورات،میک اپ پھر اس پر منہ بنا بنا کر تصویریں کھینچنا،لڑکیوں کو یہ چیزیں لطف دے رہی تھیں تو لڑکے بھی تیار شیار ہو کر تصویریں بنا کر اپنی فیس بک آئی ڈی پر پروفائل پکچر کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔

یوں بھی اس فیس بک کے دور میں شادی دو لوگوں کی زندگی اور دو سو لوگوں کی پروفائل پکچر بدل جانے کا نام ہے سو اسی تبدیلی کیلیے دو سو لوگ بہت فعال تھے۔

سبین کے والد اندر آکر صوفے پر اس کے ساتھ آبیٹھے۔احمر بھی دوسری سمت موجود تھا۔انہوں نے بھاری دل سے نکاح نامہ کھولا۔بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہونے کی خوشی ایک طرف تھی مگر اس کی جدائی کا دکھ کلیجہ نکال رہا تھا گو کہ ابھی صرف نکاح ہی ہو رہا

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

تھا اور رخصتی ایک سال بعد ہونا تھی مگر اکیس سال یونہی ان کی پلک جھپکنے میں گزر گئے تھے تو ایک سال نے کتنا عرصہ ٹھہر جانا تھا،ایک سال۔۔۔اس سے زیادہ تو نہیں رکنا تھا اور پھر انہیں امانت کو اس کے حق دار کو سونپ دینا تھا۔وہ ان کی بیٹی تھی۔انہوں نے اسے زندگی دی تھی۔اس کی ہر چھوٹی بڑی خواہشات پوری کی تھیں۔اس کے دکھ اور مصائب کو دل سے لگایا تھا۔اس کی بیماریوں میں اپنی راتیں قربان کی تھیں مگر پھر بھی وہ ان کی نہیں تھی۔وہ کسی اور کی تھی،وہ کسی اور کی امانت تھی،یہ کیسا دستور تھا زمانے کا۔وہ آنکھوں کو بہنے سے روک رہے تھے۔

ایک نظر اٹھا کر انہوں نے اپنی بیگم کو دیکھا جو ان کے برابر ہی کھڑی تھیں۔ان کے چہرے پر اطمینان اور خوشی تھی مگر وہ جانتے تھے کہ ان کی دل کی کیفیت بھی جدا نہیں تھی۔وہ باپ تھے اور وہ تو ماں تھیں۔انہوں نے تو سبین کو دنیا میں لانے کیلیے موت کی کشمکش سہی تھی مگر پھر بھی وہ ان کی نہیں کسی اور کی ساتھی تھی۔احمر البتہ ابھی خوش باش بیٹھا ہوا تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

گھونگھٹ کی آڑ میں چھپا سبین کا چہرہ ہر نگاہ سے مخفی تھا مگر اس کے جذبات یہاں موجود قریباً ہر شخص سمجھ سکتا تھا۔اس وقت سبین کے دل میں صرف خدشات تھے۔

"اپنے وجود کو کسی اجنبی کے سپرد کر دینا آسان تو نہیں۔"وہ کشمکش میں گھری تھی۔

احمد صاحب نے ہمت باندھی اور اپنی بیٹی سے مخاطب ہوئے۔

"سبین احمد ولد احمد علی میں آپ کو سِنان خان آفریدی ولد زریاب خان آفریدی کے نکاح میں دیتا ہوں،کیا آپ کو قبول ہے؟آپ کا حق مہر پانچ لاکھ روپے طے ہوا ہے۔"انہوں نے لہجے کو مضبوط کر کے اپنی بیٹی سے سوال کیا۔اس کی سپردگی کا سوال،اس کی اپنے والدین سے دستبرداری کا سوال۔

سبین کا خدشات میں ڈوبا دل لفظ" سِنان "پر دھڑکا تھا۔کچھ لمحات کی خاموشی ماحول پر چھائی پھر ایک کترائی ہوئی،نرم سی آواز گونجی۔

"جی قبول ہے۔"اور اسی کے ساتھ سبین احمد نے اپنا وجود،اپنے جذبات و احساسات سِنان خان آفریدی کے نام کر دیے۔

"د اللہ شکر دی۔"

(اللہ کا شکر ہے(سبین کے الفاظ گونجے اور ساتھ ہی فضا میں اس کی ساس کے شکرانے کے کلمات سنائی دیے۔ سبھی نم آنکھوں سے مسکرا رہے تھے اور سبین گھونگھٹ میں آنسو بہا رہی تھی کہ گود میں دھرے نکاح نامے پر نظر پڑی جو ابھی ہی اس کے والد نے رکھا تھا۔

"لو بیٹا سائین کر دو۔"نکاح نامہ اس کے حوالے کر انہوں نے اسے پین پکڑایا جسے اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے تھام لیا پھر نکاح نامے پر اپنے لرزتے ہاتھ سے دستخط ثبت کر دیے۔

"مبارک ہو بہت بہت۔خوش رہو ہمیشہ۔"اس کے ہاتھ سے پین واپس لے کر انہوں نے اسے ساتھ لگایا اور دعاؤں سے نوازا۔ان کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔دلہن کے تمام اہلِ خانہ کی آنکھیں ہی نم ہو چکی تھیں۔

شادی کی اس رسم میں جدائی تو انہی لوگوں کے حصے میں آنی تھی نا اور دوسری سمت والوں نے ان کی کلی کو اپنے چمن میں لے جانا تھا پھر آگے ان کا عمل تھا کہ وہ اس کلی کو

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

اپنے چمن میں لگا کر بہاروں سے ہم کنار کرتے یا اس کھلتی کلی کو خزاں کی نذر کر دیتے۔ہزار وسوسے ہوں دل میں مگر فرض تو نبھانا پڑتا ہے سو نبھا رہے تھے۔

سب کی آنکھیں نم تھیں۔سبین کے ساتھ بیٹھا احمر بھی اس کے گلے سے لگا رو رہا تھا۔بہن سے جدا ہونے کا سوچ کر ہی دل دکھ رہا تھا۔اس کے کزنز بھی رونے لگے تھے۔ہر ایک کی آنکھیں برس رہی تھیں۔بھائی اور باپ سے ملنے کے بعد وہ ماں سے ملی تھی جو اسے حوصلہ دے رہی تھیں۔

"بس میری بچی بس۔اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے۔"اس کا کندھا سہلا کر انہوں نے اسے خود سے الگ کیا۔

اس دوران احمد صاحب اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کمرے سے جا چکے تھے۔پیچھے اب عورتیں بچی تھیں اور دلہن کو اور آپس میں ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہی تھیں۔

آنکھیں نم ضرور تھیں مگر دل شاد و مطمئن تھے گویا سنہری دھوپ میں برسات جیسا سماں بندھ گیا تھا۔

❊ ❊ ❊

ایجاب و قبول کا مرحلہ بخوبی طے ہو چکا تھا اور اب مہمان خواتین دوسرے کمرے میں جا چکی تھیں جہاں ان کے اعزاز میں طعام کا انتظام کیا گیا تھا۔فی الحال سبین کمرے میں تنہا تھی۔ایجاب و قبول کے لمحات کے برعکس اس وقت اس کے جذبات مختلف تھے۔ابھی وہ اپنے ہم سفر سے ملنے کیلیے بے چین ہو رہی تھی۔

وہ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔گھونگھٹ ابھی سر پر تھا سو چہرہ واضح نظر آرہا تھا اور اس پر چھائی کیفیت بھی۔انتظار کی کیفیت۔

کمرے میں ایک کھڑکی موجود تھی جہاں سے لان کا پورا احاطہ واضح نظر آتا تھا اور وہ کھڑکی تازہ ہوا کی آمد کیلیے کھلی ہوئی تھی۔سبین کو وہاں سے تازہ ہوائیں آ بھی رہی تھیں اور وہی ہوائیں اسے مجبور کر رہی تھیں کہ وہ اٹھ کر کھڑکی پر جائے مگر ڈر بھی تھا کہ کوئی اس کو نظر بازیاں کرتے ہوئے پکڑ نہ لے سو اسی لیے دل مسوس کر بیٹھی ہوئی تھی اور ہواؤں کی شرارت سے ہلتے ہوئے پردے کو دیکھ رہی تھی۔

"بابھی کیسا ہے تم؟"کسی کی آواز نے سبین کو متوجہ کیا۔رخ موڑ کر دیکھا تو اپنی سب سے چھوٹی نند گل رخ کو اپنے ساتھ کھڑا پایا۔

"میں۔۔میں بالکل ٹھیک۔"وہ ہچکچاتے ہوئے گویا ہوئی۔

"ام بیٹھ جائے؟"اس نے اجازت مانگی تو سبین کو خفت محسوس ہوئی۔

"مجھے بیٹھنے کی آفر کرنی چاہیے تھی۔کیا بد اخلاقی ہے اففف۔۔۔"سوچوں میں خود کو کوستے ہوئے وہ مسکرائی اور بیٹھنے کی اجازت دی۔

"سوری۔۔مجھے بیٹھنے کیلیے کہنا چاہیے تھا۔"شرمندگی کا اظہار کر،اس نے معذرت کی۔

"ارے نئیں نئیں کیسی باتیں کر را ہے تم۔"گل رخ نے بیٹھ کر اس کا ہاتھ تھپکا۔وہ مسکرائی۔

گل رخ سِنان کی سب سے چھوٹی بہن تھی اور سبین کی ہم عمر تھی۔اسی سبب اس کی اس سے اچھی دوستی تھی۔رشتہ طے ہوئے ابھی دو تین ماہ ہی گزرے تھے مگر گل رخ کی دوستانہ طبیعت کی سبب ان دونوں کی اچھی بات چیت ہو گئی تھی۔

"ام کو تم سے ضروری بات کرنا تا۔"گل رخ اس کی تشفی کرا کے اس کی جانب جھکی اور رازداری سے گویا ہوئی۔

سبین نے تشویش سے اس کی جانب دیکھا مگر بولی کچھ نہیں۔

"تم نے ابی تک لالا کو نئیں دیکا نا؟"اپنی بھابھی کی نگاہوں میں چھپی ہامی دیکھ کر اس نے سوال کیا۔

"ہاں تو۔۔۔"وہ جھجھکی۔

"یہ رخ کیا بات کر رہی ہے؟کہیں اسے میرے خیالات تو نہیں پتہ چل گئے۔"وہ گل رخ کو خائف نظروں سے دیکھتی ہوئی سوچ رہی تھی جو بڑی بڑی آنکھوں سے اسے دیکھتی،پیار لٹا رہی تھی۔

"اف سبین تو پاگل ہے کیا!اسے کیسے پتہ چلے گا۔میرے دماغ کو تھوڑی پڑھ سکتی یہ۔"سبین نے اپنی سوچ پر خود ہی خود کو خود کی سوچوں میں ڈپٹا۔

"کاں کھو گیا تم؟"گل رخ کی آواز پر وہ چونک کر متوجہ ہوئی۔

"کہیں نہیں بس یونہی۔"وہ دھیمی آواز میں گویا ہوئی۔

"کیا لالا کے بارے سوچنے لگا تا۔"گل رخ نے شرارت سے اسے دیکھ آنکھیں مٹکائیں۔

وہ جھینپی اور آنکھیں حیا سے جھک گئیں۔گل رخ کے لالا کا سن کر رخساروں پر لالیاں بکھر گئیں۔

"ارے تم تو شرما را ہے۔"اس لمحے گل رخ کو اپنی بھابھی پر ڈھیروں پیار آیا تو وہ اسے ساتھ لگا کر گرم جوشی سے گویا ہوئی۔

"اب کیسا شرم بابھی!وہ تمارا میاں ہے اب۔"اور اس بات پر سبین کا سر مزید جھک گیا۔دل نے رفتار پکڑ لی۔

"دل تو میرا بھی ہے کہ انہیں دیکھوں مگر۔۔۔"یہ جملہ محض سوچا گیا تھا،بولنے کی ہمت نہیں تھی اس میں۔وہ شرمیلی سی لڑکی تھی اور یہی شرم و لجا ہی تو پسند آئی تھی سِنان کی ماں کو جو وہ برادری تک سے لڑ گئی تھیں اور اپنے بیٹے کی شادی پٹھان لڑکی کی بجائے ایک

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

اردو بولنے والی لڑکی سے کروانے کی ٹھانی تھی۔آج وہ کامیاب ہو گئی تھیں۔برادری والوں نے بھلا کب تک ناراض رہنا تھا!

"ارے ام سے کیسا شرم!ام صرف تمارا نند توڑی ہے،ام دوست اے تمارا۔ام دکائے گا تمیں اپنا لالا۔بس تم رکو ذرا۔"اپنی بات مکمل کر وہ رکی نہیں اور نہ ہی سبین کا جواب سنا۔بس اٹھی اور کھڑکی سے جھانکنے لگی۔

یہاں سے سِنان واضح نظر آرہا تھا بلکہ سبھی مرد نظر آرہے تھے لیکن وہ لوگ کچھ اس رخ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ان میں سے کسی کو بھی کمرے کے اندر کا منظر نہیں آسکتا تھا۔ہاں کوئی بالکل کھڑکی پر آجاتا تو نگاہوں میں ضرور آتا لیکن گل رخ کھڑکی سے کچھ فاصلے پر کھڑی تھی اور اس فاصلے سے بھی سِنان نظر آرہا تھا۔

اسے دیکھتی وہ مسکرائی اور اپنے بھائی کی بلائیں لیں۔بہنوں کا بھائی کیلیے پیار بڑا خاص ہوتا ہے چاہے پھر بہن چھوٹی ہو یا بڑی لیکن بھائی کا خیال ماں کی طرح ہی رکھتی ہے۔

اس نے اپنے بھائی کو دیکھتے ہوئے اپنی پشواز کی جیب سے موبائل نکالا۔

پیچھے بیٹھی سبین بے قرار سے اس کی پشت دیکھ رہی تھی کیونکہ یہاں بیٹھے ہوئے اسے بس اپنی نند کی پشت ہی دکھائی دے رہی تھی۔آگے چلتی کارروائی سے وہ بالکل ناواقف تھی۔

گل رخ نے موبائل نکالا اور ایک نمبر پر پیغام بھیجا۔منٹ سے بھی پہلے جواب موصول ہوا اور ساتھ ہی اس کے چہرے پر جان دار،شریر سی مسکان آن وارد ہوئی جسے اس نے دبایا۔

موبائل واپس جیب میں رکھ کر وہ پلٹی۔اب چہرے پر سادی سی مسکان تھی۔سبین کی آنکھیں سکڑیں۔

گل رخ اب اس کے نزدیک آئی اور اسے تھام کر کھڑا کیا۔وہ کسی معمول کی طرح اٹھ کھڑی ہوئی۔آنکھوں میں ہنوز حیرت تھی۔

"چلو امارے سات اور دیکو اپنے میاں کو۔"اس کی بات سن وہ رکی اور اسے یوں دیکھنے لگی جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"کیا ہو گیا ہے رخ؟اگر کسی نے دیکھ لیا تو کتنا برا لگے گا۔"وہ جھجھک رہی تھی۔دل اس کا بھی سِنان کی دیدار کو ہمک رہا تھا مگر باقی سب کا ڈر بھی تھا حالانکہ وہ کوئی غلط کام نہیں کر رہی تھی پر پھر بھی۔۔۔

"باجی دیکو یئی موقع ہے سِنان لالا کو دیکنے کا پِر تو ام لوگ چلا جائے گا پِر آپ کیا کرے گا؟"گل رخ نے اس کے دل پر ہاتھ مارا۔

"مطلب آج بھی وہ باہر سے باہر ہی رخصت ہو جائے گا"!سوچ سبین کو پریشان کرنے لگی۔دل بہکانے لگا کہ" ابھی دیکھ لو اچھا موقع ہے بعد میں کتنے دن تڑپنا پڑے کیا معلوم؟"

"اتنا سوچنے کا وقت نئیں ہے چلو۔"گل رخ نے زبردستی اسے آگے بڑھایا اور وہ تو جیسے تیار ہی تھی،کٹی پتنگ کی مانند اس کی جانب گرنے لگی۔

وہ دونوں کھڑکی سے کچھ دور فاصلے پر رکیں۔گل رخ نے ایک نظر جھانکا اور اپنی بے قابو ہوتی ہنسی دبائی۔

"جیو غفرانا۔۔"دل ہی دل میں اس نے اپنے سے بڑے بھائی کو داد دی پھر اپنی بھابھی کو اشارہ دیا۔

"با بھی وہ واں بیٹا ہے۔آپ یاں سے کڑے ہو کر دیک لو۔بس ہلکا سا جانکنا۔"وہ کچھ پیچھے کھسکی اور سبین کیلیے جگہ بنائی۔

وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اس کی جگہ پر آکھڑی ہوئی۔پہلے ایک نظر کمرے کے مرکزی دروازے پر ڈالی۔صد شکر تھا کہ وہاں کوئی نہیں تھا سو نگاہیں جھکا لیں۔اب حالت یہ تھی کہ وہ پوری سرخی میں ڈھلی تھی،دل دھڑک رہا تھا،سانس تھم گئی تھی اور جھکی پلکیں حیا کے بار سے لرز رہی تھیں۔

"دیک بی لو۔"گل رخ نے شرارت سے سرگوشی کی تو سبین نے مسکراتے ہوئے اپنے پلکیں اٹھائیں اور سامنے نگاہ ٹکائی جہاں اس کی نند کی انگلی اٹھی ہوئی تھی۔تمام کرسیاں ایک سی ہی تھیں سو الگ سے کوئی پہچان نہیں تھی دلہا کی کہ وہ فلانا سجی دھجی کرسی پر براجمان ہو گا۔کوئی بھی کہیں بھی بیٹھا ہوا تھا تبھی سبین نے اپنی نند کی انگلی کی سیدھ میں دیکھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

سبین نے دیکھا اور اس کی نگاہیں ساکت رہ گئیں۔دھڑام سے گرا تھا آرزوؤں کا محل حالانکہ اتنی خواہشات تو پالی بھی نہیں تھیں مگر اتنا بھی برا نہیں سوچا تھا۔اسے کبھی شہزادے کی خواہش نہیں رہی تھی جو اسے وہ قبول صورت سانولا،دھان پان سا شخص برا لگتا لیکن اس وقت وہ برا لگ رہا تھا اور اس کی وجہ کچھ اور تھی۔نگاہوں میں اس شخص کا عکس تھا اور سماعتوں میں کسی کے جملے تھے جو آنکھوں میں دِکھتی اس شخصیت کا خلاصہ کرنے کیلیے بیان کیے گئے تھے۔

"آپی آپ کی تو نکل پڑی یار۔سِنان بھائی اتنے خوبصورت ہیں بالکل شہزادے لگتے ہیں۔گورے چٹے اور ان کی باڈی بنی ہوئی ہے اور بال اتنے سلکی ہیں۔اور آنکھیں،آنکھیں تو سب سے پیاری ہیں،گرین آئیز۔۔اتنے ڈیشنگ ہیں وہ کہ خوش ہو گیا میں تو۔اب سب دوستوں کو چڑاؤں گا سِنان بھائی کو دکھا کر۔آپ تو ان کے سامنے ذرا بھی اچھی نہیں لگیں گی۔"ساری باتیں مسکرا کر سنتے ہوئے،آخری جملے پر سبین نے اپنے بھائی احمر کو تھپڑ جڑا تھا اور ابھی بھی سبین کا دل ہو رہا تھا کہ اس کا بھائی سامنے آئے اور وہ رکھ کے دے ایک چماٹ اس کے منہ پر۔

"مجھے تو نہ شہزادوں کی سی آن بان دِکھ رہی ہے،نہ ہی یہ گورے چٹے ہیں،نہ ہی ان کی باڈی ہے مطلب باڈی ہے تو مگر وہ والی باڈی نہیں ہے اور آنکھیں۔اگر میں کلر بلائنڈ نہیں ہوں تو یقیناً یہ آنکھیں گرین کلر کی نہیں ہیں۔ہاں بال سلکی سے لگ رہے ہیں اور کیا کہا تھا میرے اندھے بھائی نے کہ میں ان کے سامنے بری لگوں گی۔حد ہے پھینکنے کی بھی،بھئ میں ان کے ساتھ کھڑی،ان سے زیادہ اچھی لگوں گی۔"وہ صدمے میں تھی اور سامنے بیٹھے شخص کا احمر کے بتائے شخص سے موازنہ کر رہی تھی۔

"کیا ہوا باجی؟کیا اتا پسند آگیا امارا لالا کہ نظر نئیں ہٹ را تمارا۔"گل رخ کی آواز اسے سوچوں سے نکال لائی۔

"دل تو کیا کہ بول دے کہ ہاں بہن،نہیں ہٹ رہا ہمارا نظر تمہارے لالا سے کیونکہ یہ ہمارے لالا کی بیان کردہ خصوصیات سے میل نہیں کھاتا جو اس نے تمہارے لالا کے بارے میں بیان کیا تھا۔ہمارا بھیجا سڑ گیا ہے۔"دل تو پتہ نہیں کیا کیا چاہتا ہے مگر وہ بولی کچھ نہیں اور بس نگاہیں جھکائے وہاں سے ہٹ گئی۔

وہ آگے صوفے کی جانب بڑھ رہی تھی اور پیچھے کھڑی گل رخ اپنی ہنسی دبا رہی تھی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"شاباشے غفران لالا۔اب سِنان لالا کو لا کر بٹا دو۔باجھی کا شکل اتر گیا ہے۔مزہ آگیا دیک کر۔"پیغام لکھ کر اس نے بھیج دیا۔

"اصل مزہ تو جب آئے گا،جب باجھی لالا کو دیکے گا۔"سامنے سے موصول ہوا پیغام گل رخ کو مزید مسکرانے پر مجبور کر گیا۔وہ ہنسی ضبط کر کے اس کے پیچھے ہو لی۔

دوسری طرف غفران نے پیغام بھیج کر باہر کا رخ کیا۔

"آجاؤ لالا۔کام ہو گیا اے۔ام نے وہ کام سرمد لالا کو بول دیا،وہ کروا دے گا۔"غفران کے بات سن کر سِنان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"او خانہ خراب اگر تمہیں کام اسی سے کرانا تھا تو مجھے خوار کرنے کیلیے یہاں کھڑا کیا تھا۔کب سے میں تمہارا انتظار کر رہا تھا اور تم آکر نہیں دے رہا تھا اور اب آیا ہے تو کہہ رہا ہے کہ کام سرمد لالا کو بتا دیا،وہ کر دے گا۔"سِنان اردو لہجے میں بولتے اچانک سے پشتو لہجے میں شروع ہو گیا تھا اور اس کا اسے بالکل احساس نہیں ہوا تھا۔وہ عادتاً ایسا اکثر کیا کرتا تھا۔

"ارے چوڑو نہ لالا اب چلو اندر۔"غفران نے بات سمیٹی۔

اس کی گدی پر ایک چپت لگا کر وہ آگے بڑھ گیا اور پیچھے غفران اپنے گدی سہلاتا،ڈھٹائی سے مسکراتا وہیں کھڑا رہا۔

❊❊❊

شفاف شیشہ کہرے کے باعث دھندلا پڑ گیا تھا۔کھڑکی جو باہر کا مکمل منظر دکھاتی تھی،آج برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ہوائیں کھڑکی سے ٹکرا کر،ساعتوں سے ٹکرا رہی تھیں اور ہواؤں کے ساتھ سفر کرتے برف کے گالے رنگین تصویر کو سفیدی سے ڈھک رہے تھے۔ہوائیں خزاں رسیدہ پتوں کو بھی کبھی کبھار اپنے ہمراہ لیے چلی آرہی تھیں۔اس قدر برف میں گھر میں قید رہنا ہی واحد حل تھا۔

بریس کھڑکی کے ساتھ لگے،بنا ہتھے کے صوفے پر بیٹھا تھا۔وہ برف کی طرف بالکل متوجہ نہیں تھا بلکہ اس کی پوری توجہ اس وقت سکیچ بک پر تھی جس پر وہ رنگوں سے اشکال بنا رہا تھا۔وہ سیدھا بیٹھا ہوا تھا اور سکیچ بک گود میں رکھی ہوئی تھی۔وہ اس کام میں محو تھا مگر ساتھ ہی چور نظریں آس پاس کے مناظر پر بھی ڈال رہا تھا۔ذرا سی ہلچل محسوس ہونے پر

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

وہ سکیچ بک بند کر کے اپنے سینے سے لگاتا اور دبکا بیٹھ جاتا اور جیسے ہی سکوت چھاتا،فوراً سکیچ بک کھولتا اور اپنے کام میں لگ جاتا۔غالباً اسے کوئی خوف تھا یا وہ سب کی نظروں سے اس سکیچ کو چھپا کر رکھنا چاہتا تھا جو بھی تھا مگر اس کی ڈرائنگ کمال تھی۔وہ کافی اچھے خاکے بنا رہا تھا۔

ایک تصویر مکمل ہوئی جو کہ ایک عورت کی تھی پھر اس نے دوسری تصویر بنانی شروع کی،ساتھ ہی اطراف پر نگاہیں بھی دوڑائیں۔وہ بہت مکمل تصویر نہیں بنا رہا تھا بلکہ خاکے سے بنا رہا تھا جسے دیکھ تھوڑا بہت اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ تصویر مرد کی ہے یا عورت کی۔

اب جو دوسری تصویر مکمل ہوئی وہ مرد کی تھی پھر اس نے ان دونوں کے درمیان ایک اور تصویر بنائی جو ایک بچے کی تھی۔ان تصویروں کو مکمل کر کے اس نے اگلی تصویر ان تین تصویروں سے کچھ فاصلے پر بنائی،وہ تصویر بھی ایک بچے کی تھی۔

تصاویر مکمل ہوئیں تو اس نے پھر سے اردگرد نظر ڈالی اور سکون کی سانس خارج کی۔

اب اس نے سیاہ رنگ اٹھایا اور لکھنا شروع کیا۔

سب سے پہلے ایک کونے میں آج کی تاریخ درج کی۔

"پانچ دسمبر دو ہزار پانچ۔۔۔"

اب اس نے آگے کا کام شروع کیا اور عورت کی تصویر کے اوپر مام،مرد کی تصویر کے اوپر ڈیڈ اور بیچ میں موجود بچے کی تصویر کے اوپر بریس لکھ دیا پھر کچھ دور بنے دوسرے بچے کی تصویر کے اوپر لیو لکھ دیا جو اس کے بڑے بھائی کا نام تھا۔

اب اس نے سرخ رنگ کی پنسل اٹھائی اور اس سے قبل کہ وہ کاغذ پر مزید کچھ بناتا،اسے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔بریس نے فوراً سے وہ سکیچ بک اس صوفے کے نیچے پھینک دی اور رنگوں کو ایک تھیلے میں ڈال کر اسے بھی صوفے کے نیچے پھینک کر چادر نیچے کر دی۔اب وہ چیزیں سب کی نگاہوں سے اوجھل تھیں اور بریس راہداری کو تک رہا تھا جہاں سے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی مگر ابھی تک شخصیت سامنے نہیں آئی تھی۔

کچھ لمحات گزرے اور اس کا بڑا بھائی لیو اپنی باسکٹ بال لیے اندر داخل ہوا۔

"کیا کر رہے ہو تم؟"وہ اس کے نزدیک آکر روسی زبان میں گویا ہوا۔آنکھوں میں تجسس تھا۔

"کچھ نہیں بیٹھا ہوں۔"بریس نے نپا تلا جواب دیا۔ہمیشہ کی طرح۔وہ کافی کم گو بچہ تھا۔

"کچھ نہیں کر رہے تو میرے ساتھ کھیلو۔"یہ کہتے ساتھ ہی اس نے بال بریس کی جانب اچھال دی جو اس کے سینے سے لگی اور وہ جھک گیا۔

اسے زیادہ زور سے نہیں لگی تھی سو وہ اٹھ گیا مگر اس بے عزتی پر آنکھیں نم تھیں۔دوسری جانب اس کا بڑا بھائی اسے دیکھ زور زور سے ہنس رہا تھا۔یونہی ہنستے ہوئے وہ اس کے نزدیک آیا اور اس کے سر کو نیچے کر کے پیٹھ پر مکا مارا پھر چلایا۔

"یس میں چیمپئن ہوں اور تو لوزر ہے۔"مکا بھی زیادہ زور کا نہیں لگا تھا مگر ہتک کا احساس جاں گزین تھا۔بریس نے اب کی بار سر جھکائے رکھا جب تک کہ اس کا بھائی ہنستے ہوئے وہاں سے چلا نہ گیا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

اس کے جانے کے بعد اس نے سر اٹھایا۔نیلی کانچ سی آنکھیں،گہرے نیلے سمندر کی مانند بہہ رہی تھیں۔معصوم چہرہ ذلت کے احساس سے سرخ تھا۔

ذلت کسی بھی عمر میں کی جائے شدت سے محسوس ہوتی ہے۔انسان کی عزتِ نفس کو بچپن میں بھی مجروح نہیں کرنا چاہیے ورنہ انسان احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور احساس کمتری ہی درحقیقت احساس برتری ہوتی ہے۔یہ دو مختلف حالتیں نہیں بلکہ ایک ہی حالت کے دو نام ہیں۔

***

سِنان لان میں داخل ہوا اور اپنی نشست کی سمت بڑھنے لگا کہ احمد صاحب نے اس کا راستہ روکا۔

"بیٹے آئیں چلیں،اندر چلتے ہیں۔"وہ ان کی جانب متوجہ ہوا۔وہ اسے دیکھ مسکراتے ہوئے،منتظر کھڑے تھے۔ہاتھ سِنان کی پشت پر رکھا ہوا تھا۔

"جی بالکل۔"سِنان نے اپنے سسر کو مسکرا کر دیکھا اور ان کے ہمراہ گھر کی اندرونی سمت چل دیا۔

یہ پہلا موقع تھا جب سِنان نے اس گھر کی دہلیز پار کی تھی اور آج پہلی ہی مرتبہ وہ سبین کے گھر کی خواتین سے ملنے والا تھا۔

"اب تم مکمل طور پر اس گھر کے بیٹے بن گئے ہو۔"احمد صاحب نے پیار سے اسے دیکھا اور مطمئن انداز میں اس کو ساتھ لیے گھر کا اندرونی دروازہ عبور کیا۔ایک طرح سے باقاعدہ اسے گھر کے افراد میں شامل کرنے کا اعلان کیا۔

***

"اوہو سِنان بھائی آ گئے۔جلدی جگہ کرو۔"ہجوم سے بھرے کمرے میں کسی لڑکی کی آواز گونجی تھی جو یقیناً اس کی کزن تھی مگر اہم وہ آواز نہیں تھی،اہم تھا جملہ۔سبین گھونگھٹ کی آڑ میں پہلو بدلنے لگی۔

"اللہ ہی جانے اب آگے کیا ہوگا۔"وہ دھڑکتے دل کے ساتھ سوچ رہی تھی مگر یہ دھڑکن پریشانی میں بڑھ رہی تھی۔

کھانے کا دور ختم ہوا تو تمام خواتین واپس کمرے میں آکر بیٹھ گئی تھیں اور اسی وقت احمد صاحب اپنے داماد کو اندر لیے چلے آئے تھے۔

"ایک منٹ پھوپھا پلیز۔"وہ آگے تھے اور سِنان پیچھے ان کے ہمراہ آرہا تھا کہ تبھی وسیم نے انہیں روکا۔

"ایک منٹ ذرا بیٹا،معذرت یہ بچے بھی نا۔"احمد صاحب نے پیچھے کھڑے سِنان کو روکا اور معذرت کی۔

"ارے نہیں انکل اس میں معذرت کیسی؟آپ کرنے دیں بچوں کو جو کر رہے ہیں،میں ویٹ کر لوں گا۔"خوش دلی سے مسکراتے ہوئے وہ ٹھہر گیا۔

دل کی کہانی مگر مختلف تھی کیونکہ جہاں وہ کھڑا تھا وہاں سے سبین کا وجود نظر آرہا تھا مگر دائیں طرف سے کیونکہ اس کا رخ دوسری سمت تھا اور یہاں دروازے سے سامنے کا حصہ

نظر آنا ممکن نہیں تھا۔چہرہ بڑے سے گھونگھٹ کی وجہ سے مخفی تھا اور وہی ڈھکا ہوا چہرہ ہی تو تجسس بڑھا رہا تھا۔

"استغفرُاللہ یہ میں کیا کر رہا ہوں!ایسے کسی لڑکی کے بارے میں تجسس رکھنا غلط ہے۔"یکدم ہی ذہن میں خیال کوندا اور اس نے توبہ کر کے نظریں دائیں طرف پھیر لیں۔

"ایک منٹ۔۔۔وہ تو میری ہی عورت ہے اور اسے دیکھنا تو ثواب ہے میرے لیے تو پھر کیوں نہ دیکھوں!پورے حق سے دیکھ خاناں۔۔"پھر ذہن میں دوسرا خیال لپکا اور اسے احساس ہوا کہ وہ کوئی غیر عورت تھوڑی تھی سو اس نے نگاہیں واپس پھیر لیں اور اب تک نوجوان فوج کی جانب سے اندر آنے کی اجازت بھی مل گئی تھی سو جیسے ہی اس نے نظریں ادھر موڑیں،احمد صاحب پیچھے ہوئے اور اسے ہاتھ آگے کر اندر بڑھنے کا اشارہ دیا۔

وہ مسکرا کر آگے بڑھا اور چہار جانب سے گلاب کے پھولوں کی برسات شروع ہو گئی۔اس کا وجود گلاب سے معطر ہونے لگا۔دل میں مزید خوشی سی بھر گئی۔

"السلام علیکم۔"اندر داخل ہوتے ہوئے سِنان نے سلام کیا اور اس خوبصورت استقبال پر سینے پر ہاتھ رکھ کر تھوڑا سا جھکتے ہوئے سب کا شکریہ ادا کیا۔

"وعلیکم السلام۔"سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔

سِنان کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔یونہی مسکراتے ہوئے اس نے اپنے دائیں طرف کھڑے احمر کا گال پیار سے تھپکا اور آگے بڑھا۔پھول ختم ہوئے تو سب بچوں نے تالیاں بجا کر شور ڈالا جسے بڑوں کی ڈپٹ نے ختم کروایا۔وہ جھینپا سا مسکایا اور آگے بڑھا۔

اس کے گھر کی خواتین بھی اس جگہ موجود تھیں جو اسے پیار سے دیکھ رہی تھیں۔وہ اندر آیا اور سبین سے کچھ فاصلے پر ٹھہر گیا۔

"ارے آگے بڑ سِناناں تیرا ہی بیوی ہے۔اب کاہے کا شرم۔"سِنان کے رکنے پر اس کی بڑی بہن نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔

"ارے پہلی بار شادی بنایا ہے نا،اس لیے گبرا را ہے۔"بہن کی بات پر وہ ابھی خوش بھی نہیں ہوا تھا کہ ماں نے اپنی جون میں بات کہہ کر اس کی ٹانگ کھینچی۔

"کہیں تو بخش دے مورے۔"سِنان نے دل میں سوچتے ہوئے آنکھوں سے اپنی ماں کو اشارہ کیا جس پر وہ مزید ہنسنے لگیں۔

"انہیں سمجھانا بے کار ہے۔"سِنان نے سوچ کر سر جھٹکا اور سبین کی جانب متوجہ ہوا۔

اب وہ سامنے سے دکھائی دے رہی تھی۔نازک سے ہاتھ گود میں دھرے تھے اور رنگین چوڑیوں سے سجے ہوئے بہت پیارے لگ رہے تھے۔مخروطی انگلیاں اور نازک کلائی مہندی سے بھری ہوئی تھی۔ایک نظر مہندی سے سجے پیروں پر بھی ڈالی۔

"ہاتھ پیر تو اچھے ہیں،چہرہ بھی اچھا ہی ہو گا۔"وہ مسلسل سوچ رہا تھا اور بیٹھتے ہوئے ابھی بھی ہچکچا رہا تھا۔

"ارے بیٹا بیٹھیں نا۔"سبین کی ماں نے داماد کی جھجک محسوس کی تو مسکرا کر بولیں۔

ان کی اجازت پر وہ ان کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

سبین حیا سے سمٹی۔وہ برابر میں بیٹھا تو اس کی خوشبو نتھنوں سے ٹکرائی۔سبین کو وہ خوشبو سکون سا دے گئی۔اب دل دھڑک رہا تھا۔اس نے خدشات کو کچھ پل کیلیے سلا دیا۔

"ظاہر سی بات ہے اب جو بھی ہیں جیسے بھی ہیں میرے شوہر ہیں۔"وہ صابر لڑکی تھی سو اپنی قسمت پر قناعت پسندی سے راضی ہو گئی اور دعا کرنے لگی کہ وہ اخلاق و اطوار میں اعلی ہو۔

"ارے سِنان کا بچہ تم بیٹ کیا را ہے، گونگٹ اٹاؤ دلن کا۔"وہ ابھی بیٹھ کر سلام کرنے لگا تھا کہ اس کی بڑی بہن نے مداخلت کی۔

اس نے اپنی بہن کو گھوری سے نوازا مگر اثر کہاں پڑا تھا؟وہ ہنوز سِنان کی عقل پر ماتم کرتی،دائیں بائیں سر ہلا رہی تھی اور اس کے برابر کھڑی چھوٹی بہن دانت دکھا رہی تھی۔سِنان کے مطابق اس کی وجہ یقیناً بڑی بہن کی جانب سے کی گئی لالا کی عزت افزائی ہی تھی مگر اصل وجہ تو کچھ اور ہی تھی گل رخ کی اس ہنسی کی اور اس سے ہر کوئی انجان تھا۔

"اب مزہ آئے گا باجی۔"گل رخ کو سوچ کر لطف آ رہا تھا۔

"ارے اٹاؤ نا گونگٹ۔تمارا ای عورت ہے۔اٹا کر دیکو اور شکر کرو کہ اتنا نازک بیوی ملا تمیں،اس عمر میں۔"اس کی ماں نے بھی گفتگو میں حصہ ڈال کر اسے پیار سے لتاڑا البتہ

آخر میں عمر والی بات انہوں نے اپنی بیٹی کے کان میں کہی تھی جسے سن وہ دوپٹہ منہ پر رکھے ہنسنے لگی تھی۔

"صبر وکاہ مورہ۔"

)صبر کرو ماں(اس نے اپنی ماں کو پشتو میں مخاطب کیا تو سب ہی ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے جبکہ سِنان اپنی بات کہہ کر اپنے برابر میں براجمان سجے دھجے وجود کی جانب متوجہ ہوا جو الگ ہی سوچوں میں گم تھا۔

"ان کی ماں بھی کہہ رہی ہیں شکر کرو کہ اتنی پیاری بیوی مل گئی۔افف خدایا۔آنکھیں بند کر لیتی ہوں۔"سجے دھجے وجود نے سوچتے ہوئے آنکھیں بالکل نیچے جھکا لیں اور سِنان نے گلا کھنکار کر گویا اسے متوجہ کیا پھر دونوں ہاتھ سے اس کا سرخ گھونگھٹ تھاما۔اس کے ہاتھ فرطِ جذبات سے ہولے ہولے لرز رہے تھے۔وہ ہمیشہ عورت کے وجود سے دور بھاگا تھا مگر آج احساس ہو رہا تھا کہ صنفِ نازک کے وجود پر ملکیت رکھنا کیسا سرور بخش تھا۔

اس نے دھیرے سے گھونگھٹ اٹھانا شروع کیا۔سبھی کی نظریں ان دونوں پر تھیں تبھی وہ تھوڑا جز بز سی کیفیت میں تھا مگر بالآخر اس نے آہستگی سے وہ سرخ آڑ اٹھا ہی لی۔

جیسے ہی وہ آڑ ہٹی سنہرا موسم چھا گیا۔معصوم سا،بانکپن میں ڈھلا حسن،گندم کی بالی سی سنہری رنگت،تیکھے نقوش اور ستواں ناک پر سجی علاقائی نتھلی،سِنان کا دل ساکت ہو گیا تھا۔وہ مبہوت ہو اٹھا تھا اس کی معصومیت میں ڈھلے حسن سے۔

اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں اور ان پر سجی پلکیں حیا کے بوجھ سے لرز رہی تھیں۔گندمی رنگت بھی سرخیوں میں ڈھل گئ تھی۔وہ سچ میں اتنی حسین تھی یا یہ ان کے درمیان رشتے کا اعجاز تھا جو اسے اتنا حسن بخش رہا تھا،سِنان سوچ گیا۔

"ہووووو۔۔۔"آس پاس سے شور اٹھا تو وہ ہوش میں آیا اور اس کا گھونگھٹ اس کے سر پر ٹکا دیا پھر پیچھے ہو کر بیٹھ گیا کیونکہ وہ گھونگھٹ اٹھانے کیلیے تھوڑا آگے کو ہوا تھا تبھی اپنی بیوی کا چہرہ واضح طور پر دیکھ سکا تھا۔

جونہی ان کے درمیان موجود آڑ ہٹی،سبین کا وجود لرزنے لگے۔دل یوں دھڑک رہا تھا کہ باہر نکل آئے گا۔کچھ تو اس کے ساتھ بیٹھنے کی سبب تھی یہ حالت اور کچھ اس کی خوشبو تھی جو دل مہکا رہی تھی۔سبین سامنے ہی دیکھ رہی تھی۔پلکیں ہنوز جھکی ہوئی تھیں۔سِنان ابھی بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"السلام علیکم۔"گلا کھنکار کر سلام کیا گیا اور سبین مزید لرز گئی۔سِنان کی آواز اسے سحر زدہ کر گئی تھی۔

"ارے بابھی تم بھی تو دیکو امارے لالا کو۔"گل رخ نے شریر سے لہجے میں اپنی لجائی بھاوج کو مخاطب کیا۔

"ارے تنگ مت کرو اماری بچی کو۔بیٹا تم دیکو،تمارا میاں ہے۔گبراؤ مت،ام سات ہے تمارے۔"ساسوں ماں فوراً اپنی بہو کی حمایت میں میدان میں اتریں اور اپنی بیٹی کو لتاڑا۔

ساس کی بات پر وہ دھیما سا مسکرائی۔سِنان بھی اسے دیکھ مسکرانے لگا۔

"بیٹا سلام کا جواب تو دو۔"سنعیہ بیگم نے بیٹی کے کان میں سرگوشی کی تو اس نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

"وعلیکم السلام۔"سبین نے ابھی بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔یوں نیچے نگاہیں کیے بس اس کی سفید شلوار میں ملبوس گھٹنا نظر آرہا تھا اور نظریں اٹھانے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔

"اللہ اللہ اس لڑکی کا تو ہر انداز ہی خوبصورت ہے۔کہیں سِنان خان کو پیار تو نہیں ہو گیا۔"وہ اس کی لجائی آواز سن کر مزید خوش ہوا اور دل اپنی قسمت پر رشک کرنے لگا۔ساتھ ہی سامنے بیٹھی ماں بہنوں پر بھی ڈھیروں پیار آرہا تھا جو اس کیلیے اتنی اچھی بیوی ڈھونڈ کر لائی تھیں۔

"یار سبین آپی کتنا شرما رہی ہیں نا سِنان بھائی کے سامنے اور سب کے سامنے کیسے پٹر پٹر بولتی ہیں۔"زرش نے اپنے برابر کھڑی ثمرہ کے کان میں سرگوشی کی اور دونوں ہنس پڑیں۔

"ٹاسک ملا تمہیں۔"اچانک سے ثمرہ کو یاد آیا تو اس نے پوچھا۔

"ہاں گھر جا کر پورا کروں گی۔"زرش نے دبی دبی آواز میں کہا۔یوں بھی ماحول میں جوش بڑھا ہوا تھا سو ان کی آواز کسی بھی شخص تک پہنچنا ناممکنات میں سے تھا۔

"کیا ٹاسک ملا ہے تمہیں۔"ثمرہ سامنے دیکھ رہی تھی جہاں اب سِنان کی بہنیں اس سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھیں۔مخاطب وہ زرش سے تھی مگر اس کی جانب دیکھنے سے احتراز برت رہی تھی۔

"ایک پیج پر سو مرتبہ اورکا لکھنا ہے۔"زرش بھی سامنے ہی دیکھ رہی تھی تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔سبھی اب تالیاں بجا رہے تھے تو وہ دونوں بھی تالیاں بجانے لگیں۔

"مجھے بھی سیم ٹاسک ملا ہے،عجیب ہے یہ۔"ثمرہ نے بدمزہ سی شکل بنا کر کہا۔

"چلو اب اپنا بیگم کو توفہ دو جو تم اس کیلیے لایا ہے۔"اب فضا میں آواز بلند ہوئی تو زرش نے ثمرہ کی توجہ اس جانب کروائی جہاں یقیناً کچھ مزیدار ہونے والا تھا۔

"واؤ سِنان بھائی آپی کیلیے گفٹ لائے ہیں۔"ثمرہ پرجوش ہوئی۔وہ دونوں ہی اب ادھر نگاہیں کیے ہوئی تھیں۔

"جی۔"تابعداری سے اپنی ماں کو جوب دے کر اس نے جونہی قمیض کی جیب میں ہاتھ ڈالا،اس کی چھوٹی بہن نے دخل اندازی کی۔

"ارے توفہ بعد میں مورے،پیلے آئینہ لے کر آؤ تاکہ یہ دونوں ایک دوسرے کو دیک تو لے۔"گل رخ کو اب جلدی لگی ہوئی تھی۔وہ اپنی بھاوج کا ردعمل دیکھنے کیلیے بے تاب تھی جو سِنان کو دیکھ کر اس کے چہرے پر آنے والا تھا۔

"ارے ہاں۔۔ام تو بول گیا۔رخشی جاؤ جا کر آئینہ لے آؤ۔"اپنے سر پر ہاتھ مار کر انہوں نے اپنی بڑی بیٹی کو دوڑایا جو پہلے ہی روانہ ہو چکی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ آئینے کے ہمراہ داخل ہوئی اور وہ آئینہ اپنی ماں کو تھما دیا۔

"بسم اللہ۔"اللہ کا نام لے کر وہ کھڑی ہوئیں تو رخشی بھی سرخ چنری لیے ان کے ساتھ آئی۔

سبھی لوگ توجہ سے ان لوگوں کی کارروائی دیکھ رہے تھے۔

پہلے سِنان کی بہن آگے آئی اور سرخ چنری ان دونوں کے سر پر گھونگھٹ کی مانند ڈال دی۔اب ان دونوں کے چہرے سبھی کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے۔سبین نیچے نظریں کیے ہوئی تھی اور سِنان کی نظریں اس کے سراپے پر ہی بھٹک رہی تھیں۔

چنری ڈلی پھر سجا ہوا گول آئینہ ان دونوں کی گود میں آٹھہرا۔

سِنان نے اپنا چہرہ آگے کیا اور اپنی بیوی کے عکس کو دیکھ مسکرانے لگا جو ہنوز پلکیں جھکائے بیٹھی تھی۔وہ کچھ پیچھے ہوا اور اس کے نزدیک ہو کر،بنا اسے دیکھے،سرگوشی کی۔

"اب آگے آ بھی جائیں۔"اور اب وہ واضح دیکھ رہا تھا آئینے میں اس کا سرخ ہوا عکس۔ "بدلتے ہوئے رنگ اتنے خوبصورت بھی لگ سکتے ہیں"!وہ حیرانی سے سوچتا ہوا مسکرا رہا تھا۔

سرگوشی سن وہ آگے آئی۔گل رخ کی اور احمر کی باتیں ایک ساتھ ذہن میں گردش کر رہی تھیں اور بند آنکھوں میں وہ سراپا جو اس نے لان میں دیکھا تھا۔آواز اس سراپے سے میل نہیں کھا رہی تھی تبھی سبین مزید الجھی ہوئی تھی۔

بالآخر سبین نے جھکی پلکیں اٹھائیں اور پھر۔۔۔

"آپی آپ کی تو نکل پڑی یار۔سِنان بھائی اتنے خوبصورت ہیں بالکل شہزادے لگتے ہیں۔گورے چٹے اور ان کی باڈی بنی ہوئی ہے اور بال اتنے سلکی ہیں۔اور آنکھیں،آنکھیں تو سب سے پیاری ہیں،گرین آئیز۔۔اتنے ڈیشنگ ہیں وہ کہ خوش ہو گیا میں تو۔اب سب دوستوں کو چڑاؤں گا سِنان بھائی کو دکھا کر۔آپ تو ان کے سامنے ذرا بھی اچھی نہیں لگیں گی۔"احمر کے گونجتے الفاظ نے زور پکڑی تھی اور اتنی طاقت سے ابھرے تھے کہ اس کے

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

ذہن میں بسے،لان والے سراپے کو جھٹک گئے تھے اور اس کی وجہ تھا وہ سراپا جو آئینے میں منعکس ہو رہا تھا۔

وہ واقعی خوبصورت تھا،گورا چٹا،اب احمر کے بتائے سلکی بال بھی دکھائی دے رہے تھے۔اور آنکھیں۔۔۔گرین آئیز ہی تھیں۔وہ احمر کی بتائی ہوئی ہر تعریف پر پورا اتر رہا تھا بلکہ شاید وہ اس سے بھی زیادہ تھا جتنا احمر نے بیان کیا تھا۔

"میں واقعی ان کے سامنے اچھی نہیں لگ رہی۔"اب وہ ان دونوں کا عکس دیکھ کر،سوچتے ہوئے خوش ہو رہی تھی اور اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ کب اس کے لب مسکرانے لگے۔

اسے دیکھ سِنان بھی مسکرا رہا تھا۔وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔آئینے میں دونوں کی نگاہیں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں اور دونوں کے کندھے ایک دوسرے سے لگے ہوئے تھے۔دونوں ایک دوسرے میں گم تھے مگر ظالم سماج کو یہ چیز ہضم نہ ہوئی سو سرخ آڑ کو ہٹا لیا۔جیسے ہی پردہ ہٹا دونوں فریقین جھجک کر سیدھے ہو بیٹھے۔

"کیوں بابھی کیسا لگا ہمارا لالا؟"آئینہ اٹھانے کیلیے اس کے قریب جھکی گل رخ نے اونچی آواز میں سرگوشی کی جسے تمام نفوس نے باآسانی سنا اور قہقہہ لگایا اور سبین نے اپنی نند کو ایک ہلکی سی گھوری سے نواز کر نگاہیں نیچے کر لیں۔

"یہ رخ کی بچی۔۔۔مجھے ڈرا ہی دیا۔پتہ نہیں سِنان کا بول کر کس کو دکھایا تھا اس نے۔"سبین سوچوں میں گم تھی کہ اس کے برابر بیٹھے مضبوط وجود نے پھر سے کھنکار کر اس کی توجہ چاہی۔

سبین نے یونہی نگاہیں جھکائے،سر کو اس سمت میں ہلکی سی جنبش دی تو سِنان کے ہاتھ میں ایک خوبصورت لکڑی کی ڈبیا نظر آئی جسے وہ اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔

"ارے لالا پیناؤ اپنا ہات سے۔"گل رخ نے مداخلت کی۔

سِنان نے ایک نظر اپنے گھر کی خواتین کو اچھنبے سے دیکھا۔

"حالانکہ یہ لوگ جانتی ہیں کہ میں اس ٹائپ کا بندہ نہیں ہوں کہ یوں سب کے سامنے اس کا ہاتھ پکڑوں مگر پھر بھی۔"وہ زچ ہو رہا تھا مگر مجبوری تھی سو مانتے ہی بنی۔

"ارے پہلی بار شادی بنایا ہے،اس لیے شرما را ہے۔"

"لو جی بس انہی کی کمی تھی۔معاف کر دو مورے۔یہاں بیٹھے تمام لوگوں کو پتہ چل گیا ہے کہ میری اس عمر میں پہلی شادی ہے۔بار بار اپنی زبان کو تکلیف مت دو۔"وہ سوچوں میں اپنی ماں سے مخاطب تھا جو اپنا جملہ بول کر اب مسکرا رہی تھیں۔

"چلو جلدی کرو۔"پھر سے بھیڑ میں سے آواز آئی۔

سبین نظریں جھکائے منتظر تھی۔سِنان نے لکڑی کی ڈبیا کھولی اور اس میں سے نازک سی انگوٹھی نکالی جس میں مرجان چمک رہا تھا۔وہ انگوٹھی،دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان پکڑے،کچھ گھبرایا ہوا تھا۔

"چل بیٹے ہو جا شروع۔"دل ہی دل میں اس نے خود کی ہمت بندھائی اور بائیں ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی۔

اس نے اپنا کام کر دیا تھا،اب شرمانے اور گھبرانے کی باری سبین کی تھی۔

"ہاتھ آگے کرو بیٹا۔"سبین کی خالہ نے کان میں سرگوشی کی اور اس کا گود میں دھرا دایاں ہاتھ کچھ آگے کو بڑھایا۔اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔

کسی مرد کی جانب پہلی بار ہاتھ بڑھا رہی تھی سو لرزش یقینی تھی۔سِنان نے آگے بڑھ کر اس کا لرزتا ہوا ہاتھ تھام لیا اور پھر تالیوں کا شور پورے کمرے میں گونجنے لگا۔

وہ مسکراتے ہوئے اب اس کو انگوٹھی پہنا رہا تھا۔تالیوں کی گونج بڑھتی جا رہی تھی اور سبین حیا سے سمٹتی جا رہی تھی۔

انگوٹھی اس کی انگلی میں پہنا کر سِنان نے نرمی سے اس کا ہاتھ واپس اس کی گود میں رکھ دیا اور وہ مزید سمٹ گئی۔

ان تمام رسومات کے بعد کچھ گانا بجانا ہوا۔لڑکے والوں اور لڑکی والوں نے خوب ڈھول تاشے بجائے پھر بالآخر لڑکے والے اپنی امانت،کچھ وقت کیلیے احمد صاحب کے سپرد کر ،اپنے گھر واپس ہو لیے۔

یوں نکاح کی خوبصورت،سادہ اور باوقار تقریب اپنے اختتام کو پہنچ گئی۔

❊ ❊ ❊

وہ اپنے کمرے کی کھڑکی کے نزدیک کرسی ڈال کر بیٹھی ہوئی تھی۔سراپے کو ایک ہلکی سی شال سے ڈھانپا ہوا تھا۔کرسی کے ہتھے سے ٹیک لگائے،پیروں کو باہم پیوست کر،دوسرے ہتھے پر لٹکائے ہوئے،وہ کرسی پر قریباً لیٹی ہوئی تھی۔سر کے نیچے ایک چھوٹا سا آرام دہ کشن بھی رکھا ہوا تھا۔اس کے گندمی چہرے پر شرمیلی سی مسکان سجی تھی اور نگاہوں میں ایک وجیہہ چہرہ بسا ہوا تھا جس سے آج شام ہی نظر آشنا ہوئی تھی اور جب سے اب تک کتنی ہی بار یہ نظر ذہن پر نقش ہوئے اس سراپے کو خیالوں میں سجا چکی تھی۔

نگاہوں میں ہم سفر کی الوہی شخصیت تھی اور سماعتوں میں اس کی کھنکار گونج رہی تھی۔وہ اس کے پہلو میں آکر سب سے پہلے کھنکارا ہی تو تھا۔وہ متوجہ ہوئی تھی،رواں رواں سماعت بن گیا تھا مگر ایک خوف بھی تھا دل کے نہاں خانوں میں،خیر اس خوف کا مداوا کوئی نہیں تھا۔گلے پڑا ڈھول اب بجانا ہی تھا اور پورے سُر میں بجانا تھا۔وہ قصہ یاد کرتے ہوئے اس کے ہونٹ مسکرانے لگے،جھینپی سی مسکان تھی اور گردن خجالت کی سبب دائیں بائیں ہل

رہی تھی۔ہاتھ ماتھے پر ٹکا اور اس وقت محسوس ہوئی شرمندگی عود کر آئی پھر سماعتوں کو ٹھنڈک سی گرمی دیتی یا غالباً گرم سی ٹھنڈ دیتی آواز نزدیک سے آئی۔

"السلام علیکم۔"سلامتی بھیجی تھی اس نے اور وہ لڑکی، اس گہری آواز پر کانپ گئی تھی۔ہاں اس کپکپی کی وجہ ڈر نہیں تھا،یہ ذرا اور طرح کی کپکپی تھی جس میں جھجھک کا عنصر نمایاں تھا۔

سماعتوں میں شام سے وہ سلام گونج رہا تھا۔سِنان خان آفریدی کی آواز میں ڈھلا سلام، سبین احمد کی سماعت کیلیے نعمت تھا۔شرم گیں مسکان نے اس کے لبوں کا احاطہ کر لیا۔وہ سحر زدہ سی،چاند کو دیکھنے لگی۔

کھڑکی سے لان کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔کھڑکی کے پٹ باہر کی جانب کھلے پڑے تھے اور اس پر لٹکے جامنی رنگ کے جالی دار پردے کھڑکی پر پھیلے ہوئے تھے۔ان سے چھن کر آتی چاندنی اس لڑکی کے وجود پر پڑ کر اسے آبنوسی بنا رہی تھی۔چودھویں کا چاند تھا،بڑا اور روشن، آنکھوں کو خیرہ کر دینے کی حد تک روشن،دماغ کو محو کر دینے کی حد تک روشن۔

جامنی پردہ خراماں خراماں چلتی اوائل سردی کی ہوا سے لہرا رہا تھا اور یہ ہوا پردے کے ہمراہ اندر آکر کرسی پر بیٹھی لڑکی کی کھلی زلفوں سے اٹکھیلیاں کر رہی تھی۔گندم کی بالی سی لڑکی،چاند کی چاندنی میں نہائی،سبز آنکھوں کی گہرائی میں اتری ہوئی تھی جو چند لمحات کیلیے اس کے نین کٹوروں سے ٹکرائی تھیں۔مڑی ہوئی گھنی پلکوں والی سبز آنکھیں۔

راوی اس کیلیے اب محبت ہی محبت لکھ رہا تھا۔محبت چہار سو چھائی ہوئی تھی۔وہ لڑکی ہولے ہولے اپنا دائیں پیر آگے پیچھے ہوا میں لہرا رہی تھی۔چاند آنکھوں کو ٹھنڈک بخش رہا تھا مگر بظاہر جبکہ اصل آنکھوں کی ٹھنڈک تو کچھ اور ہی تھی جو دنیا کی نگاہوں سے اوجھل تھی پر اس لڑکی کی آنکھوں میں اتنی وضاحت سے موجود تھی کہ کوئی دیکھ لے تو رشک میں مبتلا ہو جائے۔

چاند روشنی پھیلا رہا تھا۔سیاہ رات روشن تھی مگر ساتھ ہی ستارے بھی فلک کے سینے پر بڑی تعداد میں ٹمٹما رہے تھے مگر وہ لڑکی چاند کو بصارت بخشنے کی قائل تھی سو تاروں کو نظر انداز کیے،چاند کو تکے جا رہی تھی کہ اچانک چاند کو بادل نے اوٹ میں لے لیا،اس

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

مسکراتی ہوئی لڑکی کو برا سا لگا مگر وہ منتظر رہی اور چند لمحات گزرے کہ چاند نے بادل کی اوٹ سے نکل کر جھلک دکھلائی۔لڑکی مسکرانے لگی۔

"صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔"وہ چاند کو دیکھ کر مسکائی۔گہری مسکراہٹ یقین سے پُر تھی۔

ستاروں کو بصارت بخشنے کی بجائے اس نے چاند کے دیدار کا انتظار کیا تھا اور انتظار رنگ لایا تھا مگر ہر بار انتظار رنگ نہیں لاتا اور نہ ہی ہر مرتبہ امیدیں پوری ہوتی ہیں۔انسان کو یہ چیز یاد رکھنی چاہیے۔

وہ یونہی پیر جھلاتی،کھڑکی سے نظر آتے چاند کو دیکھے گئی۔ہوا بھی سنگ سنگ تھی اور جامنی پردہ اس کی دوش پر لہرا رہا تھا۔

اس نے جذب سے آنکھیں موند لیں۔اب بصیرت کے جلوے بکھرنے لگے تھے اور وہاں صرف ایک شخص تھا جو آج ہی دل کا مالک بنا تھا۔

سبز آنکھوں والا سِنان خان آفریدی۔۔۔

***

یہاں سبین صاحبہ اپنی نئی نویلی محبت کے نشے میں مخمور تھیں اور دوسری طرف تھے ان کے نئے نئے بنے شوہر نامدار جو سیاہ کمرے میں لیپ ٹاپ کے سامنے براجمان تھے۔سبز آنکھیں،لیب ٹاپ سے نکلتی نیلی روشنی سے ٹکرا رہی تھیں اور مخروطی انگلیاں کی بورڈ پر متحرک تھیں۔سکڑی ہوئی آنکھیں اہم نکات پر مرکوز تھیں۔

نیلی روشنی لیپ ٹاپ سے نکل کر اس کے وجود اور آس پاس کے کچھ حصے پر پھیل کر اندھیرے کو روشن کرنے کی ناکام سی کوشش کر رہی تھی مگر اس کے حجم سے اس بڑے کمرے کا روشن ہونا کچھ ناممکن تھا اور یوں بھی نیلی روشنی کب ماحول کو روشن کرتی ہے،یہ تو سفید روشنی کا کام ہے کہ وہ ماحول کو ٹھنڈک سی بخش کر،روشن کر دیتی ہے۔

دماغ ہر چیز کو اپنے حساب سے دیکھنے کا عادی ہوتا ہے۔دیکھتی تو بےشک آنکھ ہی ہے مگر ہوتا دماغ ہے جو اسے پیغام بھیجتا ہے،پہلے منظر کو دیکھنے کا اور پھر اسے قبول یا رد کرنے کا،یا اس پر خوشی یا غم کے اظہار کرنے کا۔انسانی دماغ پیچیدہ ہے اور پیچیدگیاں ہر انسان کو نہیں بھاتیں۔اکثر انسان سہل پسند ہوتا ہے۔سب کچھ آسانی سے ہو جائے،کچھ زیادہ طاقت نہ لگانی پڑے،جھمیلوں میں نہ پڑنا پڑے،بس سکون سے سب ایک قطار میں ہوتا چلا

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

جائے مگر کچھ لوگ ہوتے ہیں جو بھنور میں پھنستے ہیں،سمندر کی گہرائیوں میں اترتے ہیں،خلا کی وسعت کو ماپتے ہیں،آنکھوں کی بصارت کھول کر جیتے ہیں۔بصارت سے ہر ایک کو نوازا جاتا ہے مگر بصیرت کسی کسی کو عطا ہوتی ہے اور جسے یہ ودیعت کی جاتی ہے،اس پر ذمہ داریاں بھی بھاری ہوتی ہیں پر وہ گھبراتے نہیں ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ جاگنے والوں کے سفر کٹھن ہوتے ہیں بر عکس سونے والوں کے،سونے والوں کا سفر جلدی کٹ جاتا ہے اور سِنان خان آفریدی کا ضمیر اور بصیرت دونوں اجاگر تھی۔

سکرین پر چند الفاظ روشن ہوئے۔سِنان نے زیرِ لب وہ الفاظ دہرائے،انگلیاں ساکت ہوئیں۔جملہ مکمل پڑھنے کے بعد انگلیاں حرکت میں آئیں۔

"کل تک وہ بدبخت ہماری گرفت میں پھڑپھڑا رہا ہو گا۔ہم بھی تو دیکھیں کتنا دم ہے پرواز میں۔میرے سامنے آتے ہی پینٹ گیلی نہ ہو جائے تو کہنا۔اتنے اتنے سے پدے بھی اڑ رہے ہوتے ہیں میسیجز میں اور سامنے آنے پر باپ کا نام،صاحب معاف کر دو بتاتے ہیں۔"بڑا تفصیلی پیغام تھا جو بھیجنے والے کی دہشت بیان کر رہا تھا۔اس کے چہرے پر آڑی مسکان سجی تھی جو اس کے نیلے چہرے پر سجی،پراسرار معلوم ہو رہی تھی۔

شخصیت،الفاظ اور نیلی روشنی مل کر ماحول کو پراسرار بنا رہے تھے۔

آج اس کا گھر بڑا سکون میں تھا۔رات کے اس پہر عموماً لوگوں کا گھر سکون سے پُر بلکہ سکوت سے بھرا،سناٹوں سے گھرا ہی ہوتا ہے مگر سِنان کا گھر پچھلے کچھ وقت سے شادی والے گھر کے شدید ہنگاموں کی قید میں تھا لیکن اب اسے سکون مل گیا تھا۔در و دیوار کو اتنے عرصے کے شور شرابے کے بعد اب اطمینان میسر آیا تھا۔اسی سبب گھر اور گھر کے مکین)مالک سِنان اور کل وقتی ملازم گل خان (سب مطمئن تھے۔گل خان اپنے کمرے میں خراٹے بھر رہا تھا اور سِنان اس کے خراٹوں کی آواز سے دور دوسری منزل پر بنے اپنے کمرے میں بیٹھا،کام میں مشغول تھا۔

نیلی روشنی میں دکھتا وجیہہ چہرہ پھر سے ترچھی مسکان سے سج گیا تھا۔آنکھیں چھوٹی ہوئیں اور پیغام پر غور کرنے لگیں۔

"اس میں کوئی شک ہے ہی نہیں میرے شیر۔تیرے نرغے میں آکر کوئی بچ جائے ہو ہی نہیں سکتا۔"دوسری جانب سے موصول ہونے والا پیغام نیلی سکرین کے سامنے بیٹھے شخص کی بہادری کی کھلی دلیل تھا۔

پیغام پڑھ کر اس نے کچھ دستاویزات دوسری جانب موجود شخص کو ارسال کیں۔

"اوہ شاباشے سِنان خاناں،دل خوش کر دیا تو نے۔"معلومات یقیناً اہم تھیں تبھی تو اس پار موجود شخصیت باغ باغ ہو گئی تھی۔

پیغام پڑھ کر سِنان مسکرانے لگے۔اب کی بار بھرپور مسکراہٹ تھی۔اس نے دونوں ہاتھوں کو کی بورڈ سے ہٹایا اور باہم ملا کر سر کے اوپر کر بھرپور انگڑائی لی۔ہاتھ ہوا میں معلق کیے،گہری سانس خارج کی پھر ہاتھ نیچے گرا دیے۔اب وہ سکون میں تھا۔غالباً کام مکمل ہو گیا تھا مگر لیپ ٹپ کی سکرین ہنوز روشن تھی البتہ وہ متوجہ نہیں تھا۔

ایک سرسری نگاہ سکرین پر ڈالی اور دایاں ہاتھ سر کے بالوں میں گھمایا۔

"اب شاور لے لیتا ہوں تاکہ مزے کی نیند آئے۔ویسے بھی کل اہم دن ہے۔"خود کلامی کے انداز میں کہتا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے میں بنے اٹیچ باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔پیچھے سکرین کھلی ہوئی تھی اور نیلی روشنی اپنے اطراف کو مدھم سی روشنی بخش رہی تھی۔

٭٭٭

نکاح کے ہنگاموں کے بعد احمد ولا میں اب زندگی معمول پر آگئی تھی۔تقریب میں شرکت کیلیے آئے چند روزہ مسافر اپنی اپنی منزلوں کو کوچ کر گئے تھے اور گھر کے مکین اپنی روزمرہ کی سرگرمیوں میں مشغول ہو گئے تھے۔سرگرمیاں وہی تھیں جو کسی بھی عام گھرانے کی ہو سکتی تھیں۔احمد صاحب کاروباری شخصیت تھے،طارق روڈ پر کئی دکانیں ان کی ملکیت تھیں تبھی گھر میں خوشحالی تھی۔ان کا بنگلہ نما گھر بھی شہر کے پوش علاقے میں واقع تھا۔

احمد صاحب کی بیگم سنعیہ گھریلو خاتون تھیں اور ان کا زیادہ تر وقت گھر اور بچوں میں ہی صرف ہوتا تھا۔گھر میں ملازمین بھی موجود تھے مگر کچن کی ذمہ داری انہوں نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی تھی اور ان کے ہاتھ کے ذائقے خاندان بھر میں مشہور تھے پھر تھیں سبین جنھوں نے حال ہی میں بی بی اے کر کے فراغت پائی تھی کہ ان کے گھر والوں نے ان کا ہاتھ سِنان کے ہاتھوں میں تھما دیا اور خود ان کی جانب سے بے فکر ہو گئے۔اس کے بعد

تھے گھر کے سب سے چھوٹے فرد،احمد صاحب کے اکلوتے سپوت سولہ سالہ احمر علی جن کا ابھی نیا نیا کالج میں داخلہ ہوا تھا۔

یہ تھا چار نفوس پر مشتمل ایک خوبصورت گھرانہ جو اپنے مکینوں کی پُر امن اور درخشاں زندگی کا ضامن تھا۔یہاں سبھی کی زندگیوں کی مختلف مصروفیات تھیں اور وہ لوگ انہیں معمولات کی جانب لوٹ چکے تھے۔احمد صاحب کاروبار کی طرف،سنعیہ بیگم پکوان پکانے کی سمت،سبین اپنی نئ زندگی کی بہاروں کی جانب اور احمر۔۔۔احمر ایک ان دیکھے خطرے کی جانب جس سے باقی تمام افرادِ خانہ انجان تھے۔

***

شام کا وقت تھا۔دفتروں سے واپسی کا وقت،خاندان کے یکجا ہو کر مل بیٹھنے کا وقت،ایک دوسرے سے کہنے سننے کا وقت،تھکن اتارنے کا وقت،عرفِ عام میں دیسی گھروں کے چائے کے اوقات سو احمد ولا میں بھی چائے کا وقت چل رہا تھا۔سب گھر والے لاؤنج میں دیوار گیر ایل ای ڈی کے سامنے براجمان تھے۔شیشے کی میز پر چائے بمع لوازمات سجی ہوئی تھی اور سب اسی سے لطف لیتے،ساتھ ٹی وی دیکھ رہے تھے۔خیر سب لوگ ٹی وی نہیں

دیکھ رہے تھے۔احمد صاحب اور ان کی اہلیہ ٹی وی پر نظریں جمائے ہوئے تھے کیونکہ خبروں کا چینل لگا ہوا تھا اور سات بجے کی اہم ترین خبریں نشر ہو رہی تھیں۔

سبین اپنے موبائل پر سب وے سرف کھیل رہی تھی۔سرخ ٹوپی والا لڑکا بھاگ رہا تھا اور تیزی سے ٹرینیں عبور کر رہا تھا کہ ہلکی سی ٹکر لگی اور موٹا افسر اپنا کتا لے کر اس کے پیچھے بھاگنے لگا۔لڑکے نے ایک نظر پیچھے ڈالی اور پھر تیزی پکڑی۔کتا پیچھے مسلسل بھونک رہا تھا۔

احمر نیچے رکھے بڑے سے کشن پر بیٹھا ہوا تھا اور میسنجر پر پیغامات پڑھنے اور بھیجنے میں مشغول تھا۔

"میں نے پہلا ٹاسک پورا کر لیا ہے۔"وسیم کا پیغام ابھرا۔

"واہ شاباش۔"احمر نے جواب دیا۔

"تم نے کیا؟"سوال آیا۔

"نہیں۔"یک لفظی جواب۔

"کیوں؟"سوالیہ انداز میں تشویش تھی جسے ایموجی لگا کر ظاہر کیا گیا تھا۔

"یار آج کروں گا۔"احمر نے سوال نظر انداز کر اپنی بات کی۔

"یار تم میں سے کسی نے بھی ابھی تک ٹاسک کمپلیٹ نہیں کیا،بس میں اور فہد ہی ہیں جنہوں نے کر لیا۔اتنا ایزی ٹاسک نہیں ہو رہا تو آگے کیا کرو گے؟"وسیم کو سب کی خبر تھی۔پوری تفصیل اپنے کزن کے گوش گزار کر، آخر میں وہ ہنسا تھا۔وہی ایموجی والی ہنسی۔

"کر لیں گے یار۔"احمر الجھا ہوا تھا۔

"رکو،میں رات تک ایک گروپ بناتا ہوں میسنجر پر پھر سب کو اس میں ایڈ کر لیتا ہوں تو ہم سب وہیں پر باتیں کریں گے گیم کی،کیسا؟"وسیم نے ایک تجویز پیش کی اور مقابل سے تائید چاہی۔

"ٹھیک ہے۔"احمر کو کیا ہی اعتراض ہونا تھا۔

"آپ کو کراچی لیے چلتے ہیں جہاں ڈپٹی ڈائریکٹر ایف آئی اے سائبر کرائم ونگ سِنان خان آفریدی اس وقت میڈیا سے گفتگو کر رہے ہیں۔" الفاظ تھے یا کوئی طلسم جو فضا میں پھونکا گیا تھا اور سبھی نفوس کو اپنے سحر میں جکڑ گیا تھا۔

اپنی سرگرمیاں چھوڑ، تمام لوگ سکرین کی جانب متوجہ ہوگئے۔

"ارے یہ تو اپنا سِنان ہے۔" سنعیہ بیگم اپنے داماد کو سکرین پر دیکھ خوش ہو اٹھیں۔

"ہاں تو بھئی نام سے پتہ نہیں چلا تمہیں؟" احمد صاحب ذرا سیدھا ہو کر بیٹھے۔ساتھ اپنی بیگم کی کم فہمی کو ٹوکا۔

انہوں نے کوئی جوب نہ دیا اور سکرین دیکھنے لگیں جہاں ان کا داماد ایک میز پر بیٹھا دکھائی دے رہا تھا۔آگے ڈھیروں مائیک لگے تھے مگر وہ ابھی خاموش تھا۔

"اوہ سِنان بھائی آرہے ہیں نیوز پر،میں بعد میں بات کرتا ہوں۔" احمر نے وسیم کو پیغام بھیجا اور جوش سے سکرین دیکھنے لگا۔

سب کے چہروں پر تو خوشی اور جوش ابھرا تھا مگر پیچھے بید کی کرسی پر بیٹھا ایک وجود تھا جس کے چہرے پر وہ نام سن کر سرخیاں بکھر گئی تھیں۔دل نے الگ لے پکڑ لی تھی اور سانسیں تھم ہی گئی تھیں۔

وہ گیم کھیل رہی تھی جب اینکر نے خبر پڑھی تھی اور سکرین پر چلتی انگلی تھم گئی تھی جس کی وجہ سے سرخ ٹوپی والا لڑکا ٹرین سے ٹھک کر مر گیا تھا مگر سبین کو پرواہ نہیں تھی۔وہ تو سکرین کو دیکھنے لگی تھی جہاں دشمنِ جاں اپنے تمام تر جلوؤں کے ساتھ موجود تھا۔

وہ کوئی اہم معاملے پر گفتگو کر رہا تھا۔سبھی سکرین کی سمت توجہ کیے بیٹھے تھے اور اسے بغور سن رہے تھے مگر سبین صرف اسے دیکھ رہی تھی۔وہ کیا بول رہا تھا،اسے پرواہ نہیں تھی۔وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ہاتھ آگے رکھی میز پر دھرے تھے۔سامنے لاتعداد مائیکس لگ ہوئے تھے جن کے ذریعے اس کی بات ہر ایک تک پہنچ رہی تھی۔صحافی اس سے سوال کر رہے تھے اور وہ باری باری سب کے جواب دے رہا تھا۔

آنکھوں کی حرکت، ہلتے ہوئے لب، گہری آواز اور ساتھ ایک دوسرے میں پیوست ہاتھ، سبین گہری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔باقی سب بھی محویت سے اسے گفتگو کرتا دیکھ رہے تھے تبھی سبین کی جانب کوئی متوجہ نہیں تھا اور وہ بڑی آرام سے اپنے محبوب شوہر کا دیدار کر رہی تھی۔

وہ یقیناً کسی اہم معاملے کے متعلق میڈیا اور عوام کو آگاہ کر رہا تھا مگر سبین صاحبہ کو پرواہ نہیں تھی۔وہ بس انہیں دیکھنے میں مشغول تھیں۔

***

رات کا پہلا پہر بیت چکا تھا۔احمد ولا کے تمام نفوس اپنے کمروں میں بند تھے اور ایک کمرے کے حالات دوسرے سے مختلف تھے۔احمد صاحب کے کمرے میں خاموشی کا راج تھا۔سبز روشنی پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی اور کمرے کے مالکان خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔دیوار گیر گھڑی کی بڑی سوئی بارہ کے ہندسے کی جانب سفر کر رہی تھی۔خاموشی سی چھائی ہوئی تھی۔رات اس جگہ پر پوری طرح قابض تھی۔

اگلا کمرہ سبین کا تھا جہاں نکاح کے بعد سے اب تک بس خوشی ہی خوشی ٹپک رہی تھی لیکن ہاں اب اس خوشی میں کچھ تشویش کی آمیزش ہونے لگی تھی بلکہ اداسی کی۔نکاح کو ڈیڑھ ہفتہ گزر چکا تھا اور ابھی تک اس کے میاں جی نے اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔اس دن کی سلام دعا کے بعد سے وہ یوں غائب تھے جیسے کوئی وجود نہ رکھتے ہوں۔

"مانا کہ ان کی جاب مشکل ہے مگر ایسی بھی کیا مصروفیت کہ خیال بھی نہیں میرا۔میں نے تو سنا تھا کہ شوہر نئی نئی بیوی کو بہت اہمیت دیتے ہیں،ان کے نخرے اٹھاتے ہیں،آگے پیچھے گھومتے ہیں۔ہاں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ چونچلے ختم ہو جاتے ہیں مگر یہاں تو چونچلے شروع ہونے سے پہلے ہی ختم۔۔ہاہ۔۔"تشویش کی وجہ سوچتے ہوئے اس نے گہری سانس لی۔دل مزید اداس بلکہ چڑچڑا سا ہونے لگا۔

"چونچلے تو چھوڑو شکل بھی نکاح کی اگلی شام کی دیکھی ہوئی ہے میں نے۔وہ بھی کون سا خود مجھے دیدار دینے آئے تھے۔وہ تو بھلا ہو نیوز چینل والوں کا،وہیں دیکھنے کو مل گئے ورنہ تو اس عرصے میں مجھے شکل ہی بھول جانی تھی۔"اس کی سوچیں مسلسل الجھ رہی تھیں اور اب چڑچڑا پن غصے میں بدلنے لگا تھا۔اس کمرے کی فضا پچھلے کمرے کی نسبت

تپش زدہ تھی، بھئی کمرے کی مالکن کا دل جل رہا تھا اپنے نئے نکور شوہر کی بے رخی پر تو کمرے کے ماحول نے بھی جلنا ہی تھا نا۔

پھر تھا تیسرا کمرہ جو اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔موبائل سکرین سے پھوٹتی مدھم روشنی ایک چہرے پر پڑ کر اسے واضح کر رہی تھی۔پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا سو حال احوال یا نفوس کی موجودگی کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا بس ایک شخص تھا جو موبائل سے نکلتی روشنی کی سبب عیاں ہو رہا تھا۔وہ احمر تھا جو موبائل کی سکرین پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔شکل پر کچھ بے چینی دکھائی دے رہی تھی۔اس کی وجہ یقیناً موبائل کی سکرین میں ہی قید تھی۔

سکرین پر نگاہیں ٹکائے،اس نے زیر لب وہاں لکھے الفاظ دہرائے۔ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے۔تھوک نگلتے ہوئے وہ پھر سے الفاظ پر غور کرنے لگا کہ شاید اس کی نظروں کو دھوکہ ہوا ہو مگر نہیں وہاں جو لکھا تھا وہ حقیقت تھا۔اس کی آنکھیں خوف سے پھٹ گئیں۔پسینہ اب پورے وجود کو بھگو رہا تھا اور سانس گھٹنے لگا تھا۔یکدم اسے لگا کہ اس کا دل بند ہو جائے گا۔وہ الفاظ اس کی جان نکال رہے تھے۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"ٹاسک:دوسرے اورکاز سے کال پر بات کریں۔"یہی وہ انگریزی میں لکھے الفاظ تھے جو اس نوجوان لڑکے کی گھبراہٹ کا سبب بنے تھے۔

کسی سے کال پر بات کرنے میں کیا گھبراہٹ؟لیکن یہ کال یقیناً عام کال نہیں تھی تبھی تو وہ یوں خائف تھا۔اس کی نگاہوں میں کل رات کا منظر گھومنے لگا۔اب اس کی نگاہیں سکرین پر تھیں مگر اس کا دماغ ماضی میں چلا گیا تھا اور وہیں کا ایک منظر نمایاں ہو رہا تھا۔

"ایک تو سمجھ نہیں آتا یہ گیم والے ہر ٹاسک رات کو ہی پورا کرنے کا کیوں کہتے ہیں۔"وہ اچھل کر بیڈ پر لیٹ گیا اور برابر میں رکھا اپنا موبائل اٹھایا۔موبائل سکرین پر پیغام جگمگایا جسے اس نے کھولا تو وہ واضح ہو گیا۔

"ٹاسک:آپ کو جو ویڈیوز بھیجی گئی ہیں،انہیں رات کے چار بج کر پندرہ منٹ پر،اندھیرے کمرے میں،اکیلے دیکھیں۔"پیغام انگریزی میں تھا اور اس کے ساتھ ہی نیچے ویڈیوز کے لنکس موجود تھے جو اس نے دیکھنی تھیں۔

آنکھیں تجسس سے سکڑ گئیں۔اس نے ایک لنک کو چھوا تو سامنے سکرین رنگین ہو گئی۔ٹیڑھے میڑھے دائرے سکرین سے ابھرتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔کبھی وہ ابھرتے

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

ہوئے بڑے ہو جاتے تو کبھی چھوٹے، کبھی دائیں جانب غائب ہو جاتے تو کبھی بائیں جانب۔عجیب سا منظر چل رہا تھا۔سکرین پر بکھرے رنگ دماغ کو چبھ رہے تھے۔لال،پیلا،گہرا نیلا،گہرا گلابی،طوطے جیسا ہرا،یہ عجیب و غریب رنگ تھے جو حرکت کر رہے تھے۔

پورا کمرہ اندھیرے میں تھا کیونکہ یہی حکم دیا گیا تھا بس سکرین پر چلتے رنگ روشن تھے اور سیاہی میں وہ رنگ اور بھی خائف کر رہے تھے۔

احمر بغور ان رنگوں کی حرکت کو دیکھ رہا تھا۔اسے وہ رنگ چبھ رہے تھے۔دماغ سن ہو رہا تھا۔آنکھیں سکرین پر ٹکٹکی باندھے،دکھنے لگی تھیں۔یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ عجیب و غریب اشکال اب اس کی آنکھوں میں حرکت کر رہی تھیں۔

کچھ دیر وہ بے ہنگم حرکت کرتی اشکال دماغ کو تنگ کرتی رہیں پھر رفتہ رفتہ دماغ پر سکون ہونے لگا،عادی ہونے لگا اور دماغ جب کسی شے کا عادی ہو جائے تو وہ معمول کی سی لگتی ہے۔کوئی بھی چیز یا شخص کو صرف دماغ تک رسائی دینی ہوتی ہے انسان نے اور پھر خود بخود پورا کا پورا انسان میکانکی انداز میں اس شخص یا چیز کا غلام بن جاتا ہے،بے دام غلام۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

یہاں بھی یہی ہو رہا تھا۔وہ چلتے پھرتے، عجیب رنگوں والے دائرے پہلے آنکھوں کے سامنے آئے تھے اور دماغ چوکنا ہو گیا تھا۔اس کو یہ چیز معمول سے ہٹ کر لگی تو دکھن کا احساس پیدا کر،اس نے آنکھوں کو ہٹانا چاہا مگر آنکھیں ہٹ دھرمی پر اتر آئیں سو دماغ نے بھی مزاحمت ختم کی اور دھیرے دھیرے ان دائروں کے قابو میں چلا گیا۔اب مسلسل چلتے وہ دائرے احمر کو سکون دے رہے تھے اور اس سکون میں اسے پتہ بھی نہ چلا کہ چار سے پانچ تک کا سفر گھڑی نے کب طے کیا۔

پورا منظر پھر سے دیکھ کر وہ سر جھٹک کر ماضی سے باہر آیا۔اب حال تھا۔وقت ابھی دو بجے کا تھا مگر ٹاسک پورا چار بج کر پندرہ منٹ پر ہی کرنا تھا۔اس سے پہلے نہیں۔احمر نے تھوک نگلا اور دماغ دوڑانے لگا۔

"دو گھنٹے ہیں بس۔۔۔کیا کروں؟"اس کی رنگت،اس مدھم روشنی میں بھی نمایاں تھی۔سفید پڑتی فق رنگت۔

"کیا گروپ میں میسج کروں۔"دماغ ایک نقطے پر اٹکا۔

"نہیں۔"فوراً ہی اس نے سوچ رد کر دی۔

"پھر کیا کروں"!وہ بہت دہشت میں تھا۔

"پچھلا ٹاسک ہی اتنا عجیب تھا،اب پتہ نہیں کس سے کال پر بات کرنی پڑتی اور وہ نہ جانے کیا باتیں کرتا۔"اس کا دماغ پھٹ رہا تھا اور کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا۔

ہاتھ میں موجود موبائل کی سکرین مقررہ وقت پورا ہونے پر بند ہو گئی۔کمرے میں سیاہی پھیل گئی اور احمر کی آنکھیں بصارت سے محروم ہو گئیں۔کمرے کی سیاہی نے اس کی بصارت اور اس کے وجود کو نگل لیا تھا اور اب سماعت معمول سے بڑھ کر کام کرنے لگی جیسا کہ انسان کے دماغ کی خاصیت ہے کہ جب آپ کی کوئی ایک حس کم ہو جائے تو دوسری حسیں زیادہ فعال ہو جاتی ہیں تبھی انسان کو اندھیرے میں آوازیں واضح سنائی دیتی ہیں کیونکہ اندھیرا دیکھنے کی حس کو نگل لیتا ہے سو سننے کی حس زیادہ طاقتور ہو جاتی ہے اور یہی چیز بعض کمزور دل انسان کو خوف دلاتی ہے تبھی وہ فلمیں جو ڈراؤنے مناظر پر مشتمل ہوتی ہیں زیادہ تر اندھیرے میں فلمائی جاتی ہیں،یہ انسان کے دماغ پر پکڑ مضبوط کرنے کی ایک سازش ہوتی ہے تاکہ زیادہ ڈر پیدا ہو سکے کیونکہ روشنی امید دیتی ہے اور

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

امیدیں انسان کو ڈراتی نہیں ہیں اور اندھیرا بصارت کو چھین لیتا ہے پھر جب آنکھیں بے نور ہو جائیں تو سماعتوں میں آوازیں چبھنے لگتی ہیں۔

بڑا ہی خوفزدہ کرتا ہے ان آوازوں کو سننا جنہیں آنکھیں دیکھنے سے محروم ہوں۔

***

سبین بیڈ پر لیٹی نیم غنودگی میں تھی کہ دروازے کے زور سے بجنے کی آواز نے اسے چونکایا۔وہ فوراً سے اٹھ بیٹھی۔دل کی دھڑکن بڑھ گئی تھی۔اس نے گہری سانس خارج کی اور بالوں کو جوڑے کی شکل میں باندھا۔سرہانے پڑی شال اٹھائی اور اپنے گرد لپیٹ کر دروازے کی سمت بڑھنے لگی جو مسلسل بج رہا تھا۔دستک میں زیادہ زور نہیں تھا مگر تواتر سے ہو رہی تھی۔

"کون ہے؟"اس نے دروازے کے پاس رک کر پوچھا۔حالانکہ کوئی گھر کا فرد یا ملازم ہی ہونا تھا مگر پھر بھی اس وقت اس طرح مسلسل ہوتی دستک فطرتاً اسے خوف زدہ کر رہی تھی۔

"آپی میں احمر۔" یہ سنتے ہی اس نے فوراً سے دروازہ کھولا۔ بھلا اس وقت احمر کو کیا کام پڑ گیا تھا؟

"تم اتنی۔۔۔" قبل اس کے کہ وہ اس کے اتنی رات تک جاگنے پر برہم ہوتی، دروازے کھلتے ہی اس کا پسینے میں شرابور خوف سے کانپتا وجود دیکھ خود بھی گھبرا گئی۔

"احمر کیا ہوا ہے؟ تم کپکپا کیوں رہے ہو؟" وہ فکرمندی سے اس کے ماتھے کو چھو رہی تھی۔ آواز میں تفکر تھا۔

وہ کچھ نہیں بولا بس چپ چاپ اسے دیکھے گیا۔

"تم اندر آؤ۔" اس نے احمر کا بازو تھام کر اسے اندر کیا اور خود کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔

"آؤ یہاں بیٹھ جاؤ اور اب بتاؤ کہ کیا ہوا ہے؟" اسے ہاتھ سے پکڑ کر سبین نے بیڈ پر بٹھایا اور خود اس کے نزدیک بیٹھ گئی۔

"آپی۔۔۔آپی۔۔۔" وہ اتنا کہہ کر رونے لگا۔ اس کی حرکتیں سبین کو وحشت میں مبتلا کر رہی تھیں۔ آخر ایسا بھی کیا ہوا تھا کہ وہ اتنی ابتر حالت میں تھا اور اب رونے لگا تھا۔

"چپ ہو جاؤ میری جان۔کیا ہوا ہے بتاؤ تو سہی اپنی آپی کو۔"وہ اس کے آنسو پونچھ کر مزید قریب ہوئی اور اسے پیار سے پچکارنے لگی۔

"آپی مجھے بچا لو۔مجھے،وسیم کو،فہد،ریحان،ثمرہ،زرش،ہم سب کو بچا لو۔پلیز۔۔۔"وہ اس کے ہاتھ پکڑ کر جو التجا کر رہا تھا،وہ سبین کی سمجھ سے پرے تھی۔

"کیا مطلب ہے بچا لو؟کیا کیا ہے تم سب نے؟کوئی شرارت کی ہے پھر سے یا تم میں سے کسی کا سکول کالج میں جھگڑا ہوا ہے یا پھر سے کسی فیس بک گروپ میں کوئی بھرم بازی دکھائی ہے تم سب نے۔بتاؤ اب کی بار کس سے بچانا ہے؟"گو کہ احمر کی حالت خاصی خستہ تھی پھر بھی سبین نے ماضی میں رونما ہوئے واقعات کا تذکرہ کیا کہ غالباً اب کی بار اس سے کچھ بڑی بات ہو گی لیکن پھر بھی کتنی بڑی بات ہو گی!

"نہیں آپی ان میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ہم سب۔۔۔ہم سب۔۔۔"احمر نے اس کی بات کی تردید کی اور اٹکتے ہوئے بولا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"ہم سب کیا؟"سبین نے تھوک نگلا۔کچھ تشویش تھی چہرے پر لیکن ہنوز یہ یقین تھا کہ بڑی میں بڑی بھی ہوئی تو کتنی ہی بڑی بات ہو جائے گی۔وہ سب بچے ہی تو ہیں ابھی،ایسا بھی کیا کر لیں گے۔

"ہم سب مرنے والے ہیں۔"اس نے ہچکچاتے ہوئے جملہ مکمل کیا اور سبین کی چیخ نکل گئی۔اس نے اتنی خوفناک بات سوچوں میں بھی نہیں سوچی تھی۔

"یہ کیا بکواس ہے،ہاں؟دیکھو اگر یہ تم لوگوں کا کوئی مذاق ہے تو میں بہت ماروں گی تم سب کو۔"اس نے اپنے بھائی کو انگلی اٹھا کر تنبیہہ کی۔

"یہ کوئی مذاق نہیں ہے آپی میں سچ بول رہا ہوں۔"اس کی ہچکیاں اور لرزتی آواز اس کے کہے کی تصدیق کر رہی تھی مگر وہ اداکاری بھی تو اچھی کرتا تھا۔سبین کو ابھی تک ماضی میں کیے گئے اس کے اوٹ پٹانگ مذاق یاد تھے۔وہ کیسے اتنی آسانی سے مان جاتی۔

"اچھا اور کون مارے گا تم سب کو؟"سبین نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے اور طنزیہ سوال کیا۔

"آپی یہ مذاق نہیں ہے یار آپ کیوں نہیں سمجھ رہیں!جب میں مر جاؤں گا تب آپ کو پتہ لگے گا۔"سبین کا سوال سن احمر ہذیانی انداز میں بولتے ہوئے اپنے بال نوچنے لگا اور بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

سبین یکدم سنجیدہ ہو گئی تھی۔بات یقیناً اتنی معمولی نہیں تھی جتنی وہ سمجھ رہی تھی۔وہ فوراً سے اٹھی اور اپنے بھائی کو پکڑ کر اپنی جانب کیا۔

"احمر جان ایسی باتیں نہیں کرتے۔اللہ نہ کرے کہ تمہیں کچھ ہو۔"وہ اس کے آنسو پونچھ کر تسلی دینے لگی۔

"اچھا ادھر آؤ،ادھر بیٹھو۔"وہ اس کو اپنے ساتھ لگائے بیڈ تک لائی اور اسے بٹھا کر خود فریج سے پانی نکالنے چلی گئی۔

پیچھے احمر اب ہولے ہولے سسک رہا تھا۔وہ پانی سے بھرا گلاس ہاتھ میں لیے اس کے نزدیک چلی آئی اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پیار سے اسے مخاطب کیا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"احمر یہ لو پہلے پانی پیو اور ریلیکس ہو جاؤ۔"اس نے پانی کا گلاس اس کے منہ سے لگایا جسے وہ ایک گھونٹ میں ختم کر گیا۔اس کا ہر انداز و اطوار اس کے دل کی کیفیت بیان کر رہا تھا۔

"اب بتاؤ کیا ہوا ہے اور تمہیں کس نے بولا کہ تم سب لوگ مر جاؤ گے؟"پانی پی کر وہ کچھ سنبھلا تو سبین نے سوال کیا۔

"آپی ہم لوگ سب ایک گیم کھیل رہے ہیں اور اس کے آخری راؤنڈ میں ہم سب کو سوسائیڈ کرنی ہے۔"اس نے پوری بات ایک جملے میں بیان کی۔آنکھیں سہمی ہوئی تھیں۔

"کون سا گیم؟"سبین نے الجھ کر سوال کیا۔بھلا گیم کھیلنے سے بھی کوئی مرتا ہے کیا!

"دی اورکا۔۔۔"گیم کا نام سن کر سبین کی بھنویں سکڑیں۔

اس نے پہلی بار اس گیم کا نام سنا تھا۔

"کیسا گیم ہے یہ اور کیسے کھیلتے ہیں اسے؟"وہ اب تفصیل پوچھ رہی تھی تاکہ بات کی تہہ تک پہنچ سکے۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"اس میں ایک لنک کے ذریعے اینٹر کرنا ہوتا ہے پھر آپ کو ٹاسک دیے جاتے ہیں۔ایک ایک کر کے آپ کو ان ٹاسک کو پورا کرنا ہوتا ہے اور گیم کے کری ایٹر کو ویڈیو یا فوٹو بھیجنی ہوتی ہے۔ایسے ہی ٹاسک پورے کرتے کرتے آپ آخر تک پہنچ جاتے ہیں اور پھر وہ کہتے ہیں کہ اب آپ سوسائیڈ کر لیں۔"اس نے تھوک نگلتے ہوئے گیم کا پورا خلاصہ بیان کیا۔

"کیا؟؟؟اور تم ایسا فضول گیم کھیل کیوں رہے ہو؟"پوری بات سن کر سبین کا پارہ چڑھ گیا تھا۔آخر اس کے بھائی کو ایسے فضول کھیلوں میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت کیا پڑی تھی۔

"مجھے وسیم نے اس گیم کا بتایا تھا اور اس نے کہا تو میں کھیلنے لگا۔"

"وہ کہے تو چھت سے کود جانا،ٹھیک ہے۔"سبین نے اس کو زور سے ڈپٹا۔

"آپی۔۔۔پاپا ماما کو مت بتانا کچھ بھی پلیز۔"وہ اب بات کو مخفی رکھنے کی التجا کر رہا تھا۔

"کیوں نہیں بتانا؟میں تو بتاؤں گی۔بہت شوق ہے نا فضول کی چیزوں میں پڑنے گا تو بھگتو اب۔"سبین سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔

"ابھی کے ابھی اس گیم کو کوئٹ کرو۔"اس نے گھبراہٹ میں اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر حل نکالا۔

"یہ نہیں ہو سکتا آپی۔"

"کیوں؟"وہ اس کے انکار پر چیخ پڑی۔

"گیم۔۔۔گیم سے کوئٹ۔۔نہیں کر سکتے۔۔۔ایک بار گیم میں اینٹر ہو گئے تو اینڈ تک۔۔۔۔لازمی۔۔کھیلنا پڑتا ہے۔۔"وہ سہم کر اٹکتے ہوئے جواب دینے لگا۔

"اوہ خدایا۔۔۔"سبین اب کھڑی ہو کر ٹہلنے لگی تھی۔دایاں ہاتھ کمر پر ٹکا تھا اور بائیں ہاتھ سے وہ گھبراہٹ کے مارے ماتھا سہلا رہی تھی۔

احمر سہما ہوا بیٹھا تھا اور نظریں جھکائے بری طرح شرمندہ تھا۔

"ابھی کوئی ٹاسک ملا ہے تمھیں؟"کچھ دیر ٹہلنے کے بعد وہ اپنے بھائی کی سمت آئی اور بے چینی سے پوچھا۔

"جی۔۔۔"یک لفظی جواب آیا۔

"کیا؟"فوراً سوال کیا گیا۔

"مجھے دوسری اورکاز سے بات کرنی ہے کال پر۔"اس نے ٹاسک بیان کیا۔

"دوسری اورکاز۔۔۔یہ کیا ہے؟اورکا تو مچھلی ہوتی ہے نا؟"جو احمر نے کہا تھا وہ سبین کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

"جی وہ وہیل ہوتی ہے اور جو بھی پلیئر گیم میں ہیں،ان سب کا نام اورکا ہے جو گیم کا نام ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے پلیئرز سے بات کرنی ہے۔"احمر نے تفصیل سے سمجھائی۔اب وہ کافی حد تک سنبھل چکا تھا۔

"تم نے بات کی؟"اگلا سوال کیا گیا۔

"نہیں۔"یک لفظی جواب آیا۔

"اور اگر تم ٹاسک پورا نہیں کرو گے تو کیا ہو گا؟"ایک اور سوال۔

"پتہ نہیں۔۔۔شاید مجھے کوئی پنشمینٹ ملے یا پھر کچھ اور۔"نپا تلا جواب تھا۔

"تو تم ٹاسک پورا نہیں کرو پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔"سبین کو اب یہ تمام باتیں اتنی بھی خطرناک نہیں لگ رہی تھیں۔

"میں زیادہ دن ٹاسک کو نہیں چھوڑ سکتا ہے آپی۔"احمر ہنوز خوف زدہ تھا۔

"کیوں؟"وہ الجھی۔

"کیونکہ اگر میں نے ٹاسک پورا نہیں کیا تو وہ میرا ڈیٹا لیک کر دیں گے یا شاید ہم میں سے کسی کو نقصان پہنچائیں گے۔"اس کے علم میں جو بھی باتیں تھیں اس نے وہ کھول کر اپنی بہن کو بیان کیں۔

"مجھے نہیں لگتا ایسا کچھ ہو گا۔"سبین نے اسے تسلی دی۔

"نہیں آپی۔۔۔مجھے لگتا ہے وہ لوگ بہت ڈینجرس ہیں۔مجھے ٹینشن ہو رہی ہے بہت۔"وہ بتاتے ہوئے رونے لگا تھا۔

"اب رونے کا کیا فائدہ؟"سبین نے ملامتی انداز میں اسے جتایا۔

"مجھے معاف کر دیں آپی، مجھ سے غلطی ہو گئی۔"وہ بے طرح شرمندہ تھا اور سر جھکائے پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔

سبین یونہی کھڑی افسردگی سے اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ آخر اس معاملے میں غلطی کس کی تھی؟

نوجوانی کی دہلیز پر کھڑا بچپن ضرورت سے زیادہ توجہ کا متقاضی ہوتا ہے۔عمر کے اس حصے میں کی گئی غلطیاں سنگین نتائج لے کر آتی ہیں،عمر بھر کا روگ بن جاتی ہیں اور کبھی کبھار زندگی کیلیے خطرہ بن جاتی ہیں۔

"اب کیا ہو گا آپی؟"کچھ دیر کی خاموشی کے بعد احمر کی آواز نے سناٹے کو چیرا۔

سبین نے پتھرائی آنکھوں سے اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھا۔ذہن میں اس کے الفاظ گردش کرنے لگے۔

"اب کیا ہو گا۔۔۔"وہ بھی اسی نقطے پر ٹھہر گئی تھی۔ان دونوں پر سکوت چھایا ہوا تھا۔

"سِنان۔۔۔۔"اندھیری رات کے سکوت میں ایک نام امید کا جگنو لیے ابھرا۔

"احمر تم کمرے میں جاؤ اپنے اور سو جاؤ،کوئی ٹاسک ابھی پورا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں کچھ کرتی ہوں۔"ایک نام پر ٹھہر کر اسے کچھ تسلی ہوئی تھی۔وہ ایف آئی اے آفیسر تھا۔وہ شاید اس معاملے میں اس کی مدد کر سکتا تھا۔

"آپی پلیز ماما پاپا کو مت بتانا ورنہ وہ بہت ناراض ہوں گے مجھ سے۔"وہ کھڑا ہوا اور اس سے پھر التجا کی۔

"نہیں بتاؤں گی مگر تم ابھی کوئی ٹاسک پورا نہیں کرو گے۔"اس نے احمر کو تسلی کرانے کے ساتھ متنبہ کیا۔

وہ اثبات میں سر ہلا کر دروازے کی سمت بڑھنے لگا۔

"سنو۔۔۔"پیچھے سے آئی اپنی بہن کی پکار پر وہ پلٹا۔

"ٹینشن مت لینا،جب تک تمہاری بہن زندہ ہے تمہیں نہیں مرنے دے گی۔"سبین نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔آنکھیں نم تھیں اور دل پریشان مگر اپنے بھائی کی ہمت بندھائی تھی۔

وہ بھی نم آنکھوں سے اسے دیکھ کر وہاں سے چلا گیا اور اس کے جانے کے بعد وہ اپنے بیڈ پر آ بیٹھی۔سائیڈ ٹیبل پر رکھا اپنا لیپ ٹاپ اٹھایا اور نگاہیں اس کی سکرین پر مرکوز کر دیں۔

***

سیاہ رات قطرہ قطرہ بیت رہی تھی۔تاریخ چوبیس نومبر دو ہزار سولہ،چار ساڑھے چار کا وقت تھا۔ایک گھر کی بلند و بالا عمارت کی چھت پر کوئی شخص کھڑا ہوا تھا۔وہ ہاتھ کھولے کھڑا تھا۔ہوائیں اس کے وجود سے ٹکرا رہی تھیں۔اس کے چہرے پر کسی قسم کا خوف دیکھنے سے بھی نہیں مل رہا تھا۔وہ بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے چھت کے بالکل کنارے پر کھڑا ہو گیا۔اس نے ایک نظر نیچے ڈال کر اونچائی ناپی پھر دوبارہ سر اٹھا لیا۔اس کے چہرے پر فتح کی چمک تھی۔یوں جیسے اس نے کوئی بہت بڑا میدان مارا ہو۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

کچھ دیر اس نے یونہی کھڑے رہ کر خود کو مزید مضبوط کیا پھر چند الفاظ اس کے منہ سے ادا ہوئے۔

"مما پاپا آئی لو یو اینڈ سوری مگر مجھے یہ گیم جیتنا ہے۔" اتنا کہہ کر اس نے یونہی ہاتھ پھیلائے ہوئے،اپنے وجود کو ڈھیلا چھوڑا اور خود کو ہواؤں کے سپرد کر دیا۔اس کا وجود تیزی سے نیچے کی سمت سفر کرتا زمین سے ٹکرا گیا۔وہ منہ کے بل اوندھا گرا اور سر سے رستا سرخ گاڑھا مائع لان کی ہری گھاس کو رنگنے لگا۔

ایک باب بند ہوا تھا۔خود کو مضبوط سمجھنے والے ایک کمزور شخص نے اپنے ہاتھوں اپنی جان لے کر اللہ کی رحمت سے کنارہ کر لیا تھا۔

***

علی الصبح کہ ابھی سورج کی کرنیں زمین پر پھیلی ہی تھیں کہ ایک کار تیزی سے گیراج کے دروازے کو پار کر،سیدھی سڑک پر دوڑنے لگی۔کار کی رفتار تیز تھی اور بھوری چادر میں چھپا گاڑی چلانے والا زنانہ وجود عجلت میں تھا۔سر کو چادر سے ڈھانپا ہوا تھا مگر چہرہ واضح دکھ رہا تھا اور اس چہرے کی اڑی ہوائیاں کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی تھیں۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"آپی ہم سب کو بچا لو۔"احمر کی بات یاد کرتے ہوئے وہ ڈرائیو کر رہی تھی۔اس کی باتیں ذہن پر نقش تھیں مگر اتنی زیادہ حواس باختگی کی وجہ کچھ اور تھی جس سے وہ خود بھی نگاہیں چرا رہی تھی۔

رات اس نے آنکھوں میں کاٹی تھی۔اپنے تیئں ان معاملات کا مشاہدہ بھی کیا تھا مگر کچھ حاصل نہ ہوا تھا اور اب ایک ہی حل تھا اس کے پاس،بس ایک ہی شخص تھا جو اسے صحیح سمت دکھا سکتا تھا سو وہ اسی کے پاس جا رہی تھی۔بنا اسے مطلع کیے اور گھر والوں کو مارننگ واک کیلیے قریبی پارک تک جانے کا کہہ کر گھر سے نکلی تھی۔

کار تیزی سے سڑک کو پیچھے چھوڑ رہی تھی۔بس منزل آیا ہی چاہتی تھی۔سِنان کے گھر کا پتہ اسے معلوم تھا تبھی وہ باآسانی تنہا چلی آئی تھی۔

عجلت بھرا سفر بالآخر اختتام کو پہنچا اور کار ایک دو منزلہ عمارت کے سامنے ٹھہر گئی۔وہ دروازہ کھول کر اتری،ایک نظر جدید طرز کی اس دیدہ زیب عمارت پر ڈالی اور گہری سانس خارج کر دروازے کی سمت بڑھ گئی۔

❊ ❊ ❊

وہ اس وقت گھر کے بر آمدے نما کمرے میں بیٹھی تھی۔چادر سے چہرہ ڈھانپا ہوا تھا اور دونوں ہاتھ آپس میں رگڑ رہی تھی۔پریشانی اس کے ہر انداز سے ظاہر ہو رہی تھی۔

گھر کا دروازہ ملازم نے کھولا تھا اور اسے یہاں بٹھا کر چلا گیا تھا۔قریباً دس منٹ گزر چکے تھے اسے یہاں بیٹھے مگر ابھی تک کسی کی آمد نہیں ہوئی تھی۔مالک کو بلانے کیلیے گیا ملازم غالباً اس لڑکی کے وجود کو فراموش کر گیا تھا۔

کچھ لمحات اور سرک گئے پھر اچانک کھلے دروازے پر دستک ہوئی۔دروازہ اس کی پشت پر تھا سو وہ دیکھنے کیلیے پلٹی۔آنے والا شخص بھی آنکھیں سکیڑے متجسس سی نگاہیں لیے،دروازے پر رک گیا تھا،غالباً اس کے مڑنے کا منتظر تھا۔وہ مڑی تو متجسس آنکھوں میں حیرانی در آئی۔

اس لڑکی نے ایک ہاتھ سے چادر کا پلو پکڑ کر چہرے پر آڑ کی صورت لیا ہوا تھا۔سیاہی مائل بھوری آنکھیں حزن کی کیفیت میں ڈوبی کچھ نم تھیں اور بالوں کی چند آوارہ لٹیں چادر سے نکل کر چہرے کو چوم رہی تھیں۔سِنان پہلے ہی گل خان کی اطلاع پر حیران تھا

کہ کوئی لڑکی اس کے گھر پر اس سے ملنے کیسے ہی آ سکتی تھی!اور ابھی لڑکی کا وجود دیکھ کر مزید حیرت ہوئی کہ واقعی ایک عدد صنفِ نازک اس کے برآمدے میں موجود تھی۔

وہ وہیں کھڑا تھا کہ لڑکی اچانک سے کھڑی ہوئی اور اس کی طرف پلٹ کر اپنے چہرے کے گرد موجود آڑ ہٹا دی۔وہ ساکت ہو گیا یا سحر زدہ یا شرمندہ۔۔۔

ساکت اس لیے کہ وہ آڑ ہٹنے پر جو سامنے تھی،وہ اس کی بیوی تھی۔سحر زدہ اس لیے کہ اس کی بیوی کا حسن دل موہ لینے والا تھا اور شرمندہ اس لیے کہ اس نے اتنے دن اس کے وجود کو فراموش کیے رکھا۔کوئی رابطہ تک نہیں کیا اس سے۔آج اسے پہل کرنی پڑی اور اس کے گھر تک آنا پڑا ملنے کیلیے۔

"آپ بیٹھیں۔"وہ کھڑی ہوئی تھی سو وہ فوراً آگے آیا۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی تبھی یہاں چلی آئی۔"سبین کے لہجے میں بے قراری تھی۔سِنان اسے دیکھے گیا۔

"آپ بیٹھیں تو ہم بات بھی کر لیں گے۔"اس نے سبین کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ فوراً بیٹھ گئی کیونکہ سمجھ گئی تھی کہ بیٹھنے سے پہلے وہ بات نہیں سنے گا۔اس کے بیٹھنے پر وہ خود بھی اسی صوفے پر کچھ فاصلے سے بیٹھ گیا۔

"کچھ لیں گی آپ؟ناشتہ یا۔۔۔"

"نہیں مجھے کچھ نہیں چاہیے بس آپ میری بات سن لیں۔"سبین نے قریب ہوتے ہوئے اس کی بات کاٹی۔آواز کچھ اونچی تھی۔سِنان کو کچھ عجیب لگا تھا اس کا انداز۔

"ٹھیک ہے سن لیں گے آپ کی بات،ریلیکس۔"سِنان نے اس کا ہاتھ تھام کر نیچے کیا جو وہ اونچا بولتے ہوئے اٹھا رہی تھی۔

سبین کو اس کے لمس سے سکون سا محسوس ہوا تھا۔یکدم ہی سارا ابال بیٹھ گیا تھا۔کیسا سرور بخش تھا اس کے محرم کا چھونا جو اسے اندر تک سرایت بخش گیا تھا۔سبین کی نظر اس کے مضبوط ہاتھ پر ٹھہری کہ جس میں اس کی نازک ہتھیلی قید تھی۔وہ اس میں ہمیشہ مقید رہنا چاہتی تھی۔کتنی خوبصورت تھی یہ قید،کیسا حسین پنجرہ تھا۔اب اس کی نظریں اس کے سراپے پر بھٹکنے لگیں۔نکاح والے دن کے برعکس وہ آج کافی رف سے حلیے میں تھا۔ٹراؤزر

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

اور بیگی شرٹ میں وہ کافی دلکش لگ رہا تھا۔اس کا سراپا بے پرواہ سا تھا مگر چہرہ تازگی میں ڈوبا ہوا تھا۔اس کی سبز آنکھیں بھی اب سبین کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔اس کی بھوری شال اس کے سر سے سرک کر گدی پر گر گئی تھی اور اس کی سیاہ زلفیں گھٹاؤں کی مانند چھا گئی تھیں۔

نئے نئے رشتے کا خمار تھا کہ وہ دونوں سب کچھ بھلائے کمزور لمحات کی قید میں آکر،ایک دوسرے میں کھو گئے تھے۔سبین کو یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ یہاں کیوں آئی تھی۔دونوں سانس روکے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے کہ تبھی۔۔۔

"لالا سب ٹیک اے نا؟"دروازے کی اوٹ سے آئی ایک مردانہ آواز نے ان دونوں پر چھائے سحر کو توڑا۔

دونوں نے ایک دوسرے سے نگاہیں چرائیں اور سنبھل کر بیٹھ گئے۔سبین نے فوراً سے اپنی چادر سر پر درست کی اور سیدھی ہو بیٹھی۔سحر ٹوٹا تو پریشانی عود کر آئی۔چہرہ پھر سے تفکر کی لکیروں سے بھر گیا۔

"ہاں سب ٹھیک اے گل خاناں۔"سِنان نے نگاہیں اس وجود سے پھیر کر دروازے کی سمت کیں اور اونچی آواز میں جواب دیا۔گل خان دروازے سے کچھ دور کھڑا تھا سو محض اس کی آواز ان تک پہنچی تھی۔نہ وہ ان دونوں کو دِکھ رہا تھا اور نہ ہی وہ دونوں اسے دکھائی پڑ رہے تھے۔

"ٹھیک اے پِر میں چلتا ہوں۔"وہ جواب دے کر وہاں سے چلا گیا تو سِنان نے دوبارہ رخ سبین کی جانب موڑا جو اب جز بز کی کیفیت میں تھی۔

"مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی تھی تبھی میں اتنی صبح آپ کے گھر چلی آئی۔آپ کا نمبر میرے پاس نہیں تھا ورنہ آپ کو آنے سے پہلے بتا دیتی۔"وہ وضاحت دے رہی تھی۔،تمہید باندھ رہی تھی کہ بات اس تک پہنچا سکے۔

"ارے نہیں اس میں کوئی مسئلہ نہیں۔آپ کا ہی گھر ہے جب چاہے آئیں۔"سِنان کی نرم سی آواز میں کہا جملہ سبین کو سرخ کر گیا تھا۔

"آپ کو ایکسکیوز دینے کی ضرورت نہیں،ایکسکیوز تو مجھے آپ سے کرنا چاہیے کہ میں نے آپ سے کوئی رابطہ تک نہیں کیا،بالکل ہی بھول گیا آپ کی ذات کو اور آج آپ کو

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

میرے گھر آنا پڑا جبکہ مجھے خود آپ سے ملنے آنا چاہیے تھا سو اس روڈ بی ہیویئر کیلیے آئی ایم سوری۔"اب وہ اس سے معذرت کر رہا تھا۔وہ حقیقتاً اپنے سابقہ رویے پر شرمندہ تھا۔

"نہیں مجھے اس سب سے کوئی پرابلم نہیں ہے اور نہ ہی میں یہاں آپ کو شرمندہ کرنے آئی ہوں لیکن ایک پرابلم ہو گئی ہے جسے شاید آپ سولو کر سکتے ہیں تبھی میں اس وقت یہاں آئی ہوں۔"وہ تھوک نگل کر تھوڑا آگے ہوئی اور بات کا باقاعدہ آغاز کیا۔

اس کے چہرے پر بڑھتا ڈر و خوف سِنان کو اچھنبے میں ڈال رہا تھا۔

"آپ ریلیکس ہو کر بتائیں،کیا بات ہے؟آپ میری بیوی ہیں سبین،میری ذمہ داری۔میرے ہوتے ہوئے آپ کو کسی قسم کی ٹینشن میں مبتلا ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"وہ بڑے پیار سے اسے مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔الفاظ سبین کی ہمت بندھا رہے تھے۔وہ نم آنکھوں سے اپنے سائباں کو دیکھنے لگی،کڑی دھوپ چھٹنے لگی تھی۔

"رکیں،پہلے پانی پی لیں۔"بات شروع کرنے سے قبل اسے ٹوک کر سِنان اس کیلیے پانی لانے فریج تک گیا جو اسی کمرے میں صوفے سے کچھ دور رکھا ہوا تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

اچانک سبین کے پرس میں رکھا موبائل بجنے لگا۔سِنان نے بوتل نکالتے ہوئے مڑ کر دیکھا اور بوتل لیے ادھر آنے لگا۔گلاس وہی ٹیبل پر رکھا ہوا تھا۔سبین نے اتنے وقت میں موبائل پرس سے نکال کر کان سے لگا لیا تھا اور اب وہ پتھرائی آنکھوں سے خلا میں دیکھ رہی تھی۔سِنان بغور اس کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟نہیں،یہ نہیں ہو سکتا!یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"موبائل کان سے لگائے وہ ہذیانی انداز میں چیخنے لگی تو سِنان نے اس کے ہاتھ سے موبائل لے کر کان سے لگایا اور اس کے کپکپاتے وجود کو اپنے حصار میں لے کر سینے سے لگا لیا۔وہ اس کے سینے سے لگی سسکنے لگی۔

"ہیلو کون ہے؟"بھاری آواز میں پوچھا گیا۔

"میں سنعیہ،سبین کی ماں۔آپ سِنان؟"اپنی بیٹی کے موبائل سے آتی مردانہ آواز سن انہوں نے تعارف مانگا۔

"السلام علیکم آنٹی،جی میں سِنان۔کیا ہوا ہے،سب خیریت ہے نا؟"سِنان نے سینے سے لگی اس کانپتی لڑکی کا بازو سہلاتے ہوئے،اپنی ساس کو سلام کر،ان سے خیریت دریافت کی جو سبین کی حالت کے پیشِ نظر کچھ ٹھیک معلوم نہ ہو رہی تھی۔

"اوہ اچھا۔۔۔"دوسری جانب سے دی گئی اطلاع سبین کی غیر ہوتی حالت کا خلاصہ تھی۔سِنان نے دل ہی دل میں مرحوم کیلیے ایصالِ ثواب کی دعا کی۔

انہیں جلد از جلد نکلنا تھا سو دونوں جانب سے اختتامی کلمات کہہ کر کال منقطع کر دی گئی اور اب سِنان نے سبین کو صوفے پر بٹھا کر پانی سے بھرا گلاس اسے تھمایا۔

وہ رو رہی تھی اور وہ اسے تسلی دے رہا تھا کہ اس کے علاوہ کیا ہی کیا جا سکتا تھا۔

"سبین پانی پیو پھر ہمیں نکلنا بھی ہے۔"سِنان نے گلاس اس کے لبوں سے لگانا چاہا۔

"نہیں۔۔۔مجھے نہیں پینا پانی۔آپ چلیں جلدی چلیں۔"وہ پانی کا گلاس ایک طرف کر کے اٹھ کھڑی ہوئی اور تیزی سے باہر کی جانب قدم بڑھانے لگی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"چلو مگر میرے ساتھ چلو۔"سِنان نے اس کا بازو سے پکڑ کر اسے روکا پھر اسے تھام کر ساتھ لیے دروازے کی سمت چل پڑا۔

***

سواری برف کی وادیوں کو پیچھے چھوڑتی ایک نئے سفر پر گامزن تھی۔گاڑی میں چار افراد سوار تھے اور سبھی خوش تھے کیونکہ آج سے ان کی نئ زندگی کی شروعات ہو رہی تھی۔گاڑی کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھا،کھڑکی سے باہر جھانکتا ہوا وہ روسی بچہ بھی بے حد خوش تھا۔وہ اپنے ماضی کو پیچھے چھوڑتا ہوا،سنہرے مستقبل کے خواب آنکھوں میں سجائے،ان پہاڑوں کو الوداع کہہ رہا تھا۔امید اس کے چہرے پر دکھائی پڑ رہی تھی۔آج وہ خوش تھا،بہت خوش۔

آج اس کے والد اپنے خاندان کو مستقل طور پر شہر لے کر جا رہے تھے۔اب وہ لوگ شہر میں بسنے والے تھے۔اب بریس اپنے باپ کے ساتھ رہنے والا تھا تبھی وہ بہت خوش اور پرامید تھا کیونکہ اس کے والد کی موجودگی میں اس کی ماں اور اس کے بھائی کا سلوک اس کے ساتھ بہتر ہوا کرتا تھا تبھی وہ ان کی آمد پر خوش ہو جایا کرتا تھا اور ان کا جانا ہمیشہ

اسے مار دیتا تھا پر اب سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا۔آج وہ شہر جا رہے تھے مگر اب وہ ان سب کو بھی لے کر جا رہے تھے۔

بریس کا درد سے بھرا ماضی پیچھے چھوٹتا جا رہا تھا۔اس برف کی وادی میں دفن اس کے روز و شب اس کی سماعتوں سے ٹکرانے لگے تھے۔

"کچھ اپنے بڑے بھائی سے سیکھو۔ہمیشہ ہی بی گریڈ لاتے ہو، کبھی اے گریڈ مت لانا۔"رزلٹ دیکھ کر اس کی ماں نے موازنہ کیا تھا اور پھر اس کے دائیں گال پر تھپڑ رسید کیا تھا۔وہ جھٹکے سے گرا تھا اور رونے لگا تھا مگر پرواہ کسے تھی۔اس کا بھائی پاس کھڑا ہنس رہا تھا۔

"تمہیں کچھ نہیں آتا بریس۔تم کبھی کچھ نہیں کر سکو گے۔تمہیں بس ماں کو ستانا آتا ہے۔"وہ اسے چھوٹی چھوٹی باتوں میں کوسنے دیتی تھیں اور اس کا بھائی ہمیشہ ہی اس کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔

"مام اس نے مجھے مارا ہے۔"اس کے بھائی لیو نے ماں کو آواز لگائی تھی۔یہ بھی ایک ہتک آمیز قصہ تھا۔اس کی زندگی اس طرح کے واقعات سے بھری پڑی تھی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"کیا ہوا ہے؟شرم نہیں آتی بڑے بھائی کو مارتے۔۔۔"انہوں نے آتے ہی اس کے چہرے پر زناٹے دار تھپڑ رسید کیا تھا اور پھر اس سے کہا تھا کہ وہ اپنے بھائی سے معافی مانگے۔وہ سر جھکائے اس سے معذرت کر رہا تھا اور اس کا بھائی حسبِ معمول اپنی فتح کا جشن منا رہا تھا۔

وہ دونوں بھائی کبھی لڑتے نہیں تھے بلکہ ہمیشہ ہی اس کا بڑا بھائی اسے مارتا تھا اور ماں سے شکایت کرتا تھا پھر اس کی ماں بھی اسے بے نقط سناتی تھی اور ایک دو تھپڑ بھی ساتھ جڑ دیتی تھی۔

یہ سلسلہ بچپن سے اس کے ساتھ چل رہا تھا حالانکہ وہ ابھی چھوٹا ہی تھا مگر اس مختصر سے عرصے میں وہ کئی بار اس طرح کے زد و کوب کا نشانہ بن چکا تھا۔پہلے پہل تو اسے ان سب چیزوں کی سمجھ نہیں آتی تھی مگر اب کچھ کچھ سمجھ آنے لگی تھی اور اس کے ننھے سے ذہن کے مطابق۔۔۔

"میں ایک اچھا بچہ نہیں ہوں نا تبھی ماں مجھ سے پیار نہیں کرتیں اور لیو سے کرتی ہیں پر لیو تو مجھے مارتا ہے پھر وہ اچھا بچہ کیسے ہوا؟"وہ گھنٹوں بیٹھ کر اس نقطے پر سوچا کرتا تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"ہاں وہ ہمیشہ اچھے مارکس لاتا ہے اور ٹیچرز کا فیورٹ ہے اور مام کو بلا کر ٹیچر ہمیشہ اس کی تعریف کرتی ہیں اور میں۔۔۔"دکھ کی شدت سے ابلتے آنسوؤں کو حلق میں اتار کر وہ پھر اپنا محاسبہ شروع کر دیتا۔

"میں ایک سٹوپڈ ہوں اور مجھ سے کچھ نہیں ہوتا اور میرے مارکس بھی اچھے نہیں آتے اور ٹیچرز ہمیشہ مام سے میری کمپلین کرتی ہیں۔"اپنی غلطیاں ازبر تھیں اسے۔یوں جیسے کسی نے انگلیوں پر گنوائی ہوں۔

"مگر مام میں آپ سے پیار تو کرتا ہوں نا تو پھر آپ صرف لیو کو پیار کیوں کرتی ہیں!"باوجود ہر مشاہدے کے، آخر میں وہ غمگین ہو جایا کرتا تھا۔

ماضی کے پنے واپس حال میں پلٹے تو بریس کا چہرہ کچھ اداس کر گئے جسے آگے بیٹھے اس کے والد نے بیک ویو مرر سے نظر آتے اس کے وجود کو دیکھ، محسوس کیا۔

"کیا ہوا بریس آپ سیڈ کیوں ہوں بیٹا؟"نہایت ملائمت سے انہوں نے استفسار کیا۔وہ آگے کی جانب متوجہ ہوا۔باپ کے ساتھ بیٹھی اس کی ماں نے سر جھٹک کر رخ موڑ لیا

گویا کوئی سروکار نہیں تھا اس کی اداسی سے اور برابر میں بیٹھا بھائی تو پہلے ہی سویا پڑا تھا بس ایک اس کا باپ تھا جو اسے پیار سے دیکھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں ڈیڈ۔میں سیڈ نہیں ہوں بلکہ اب تو ہیپی ہیپی رہوں گا۔"اس نے چہرے پر تازگی لانے کی کوشش کی جس میں کسی حد تک کامیاب ٹھہرا۔اس بچے کو اپنے جذبات قابو کرنے میں ملکہ حاصل تھا۔

"گڈ۔۔اب ہیپی ہی رہو اور اب تو ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔"اس کے والد نے شیشے میں نظر آتے اس کے عکس کو مسکا کر دیکھا تو وہ بھی مسکرا دیا۔اس کے معصوم چہرے پر مسکراہٹ بڑی بھلی لگتی تھی۔

ان سے بات کر کے وہ پھر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا۔اب نظریں آسمان پر تھیں جو سفید بادلوں سے ڈھکتا جا رہا تھا۔

"میں بھی اب اچھا بچہ بن کر دکھاؤں گا مام کو پھر وہ مجھ سے بھی پیار کریں گی پھر سب ٹھیک ہو جائے گا اور ہم ہیپی فیملی بن جائیں گے۔اب بس مجھے اچھے کام کر کے اچھا بچہ بننا ہے۔"والدین کی جانب سے دی گئی عدم توجہی بچوں میں عدم توازن پیدا کرتی ہے

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

اور اسی سبب وہ اپنی ذات بھلا کر محض ایک کٹھ پتلی بن جاتے ہیں جو دوسروں کے اشاروں پر ناچتی ہے،دوسروں کی خوشیوں کیلیے تماشا دکھاتی ہے جس کی اپنی کوئی ذات نہیں ہوتی۔وہ بس دوسروں کو خوش کرنے میں زندگی وقف کرتی ہے اور باوجود بہت کوششوں کے،جب والدین یا گھر کے بڑے ان سے خوش نہیں ہوتے تو وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں پھر یہی احساس کمتری ان سے سب چھین لیتا ہے۔

وہ بھی ہمیشہ سے یہی کٹھ پتلی کا رقص دکھاتا آیا تھا اور آج پھر ایک نئے عزم کے ساتھ اس تماشے کو نئے سرے سے شروع کرنے کا عہد کر رہا تھا،وہ بھی بخوشی کیونکہ اس کے حساب سے یہی ایک واحد حل تھا کہ وہ اپنے سر دھڑ کی بازی لگا کر ان لوگوں کو خوش کرے جو اس پر ظلم ڈھاتے آئے تھے۔

آسمان بادلوں کو تیزی سے ڈھکنے لگا اور انہی بادلوں کے پیچھے ان کی کار گاؤں کی زمین اور پہاڑوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ایک نیا سفر بادلوں کے پیچھے شروع ہونے والا تھا جو کہ خوش آئیند ہوتا یا بھیانک،یہ تو بادلوں کے اس پار ہی پتہ چلنا تھا۔

✲✲✲

وہ دونوں وہاں پہنچے تو منظر فوتگی والے گھر جیسا ہی تھا۔لوگوں کی سسکیاں، آہ و بکا فضا کو غم زدہ کر رہی تھیں۔عورتوں کے درمیان رکھا وجود سفید کفن میں لپٹا تھا۔گھر میں غیر معمولی رش لگا ہوا تھا۔آنے والے افراد پسماندگان کو دلاسے دے رہے تھے جن کا کوئی اثر نہ ہو رہا تھا۔جوان موت ہوئی تھی۔ہر آنکھ اشک بار تھی اور اس جواں سالہ لڑکے کی ماں شدتِ گریہ سے بےہوش پڑی تھی۔

سبین تیزی سے بھاگ کر اندر چلی گئی۔اسے ان سب لوگوں کو سنبھالنا تھا۔حوصلہ بننا تھا ان سب کا۔وہ لاکھ کمزور پڑ رہی تھی مگر خود کو مضبوط ظاہر کرنا تھا۔

***

سِنان باہر آدمیوں میں موجود تھا۔وہاں مختلف باتیں چل رہی تھیں۔وسیم کے والد،بھائی اور باقی خاندان والے غم سے نڈھال تھے۔مختلف لوگوں کی زبانی مختلف باتیں گردش کر رہی تھیں۔آنے والے تعزیت کے پیغام دے رہے تھے جنہیں لواحقین بھاری دل سے قبول کر رہے تھے۔

سِنان اپنے سسر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔باقی لوگوں اور خصوصاً وسیم کے گھر والوں سے وہ تعزیت کر چکا تھا سو اب ان کے نزدیک بیٹھا اردگرد کا جائزہ لے رہا تھا۔

"جوان موت دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔"کسی بزرگ نے سر افسوس سے ہلاتے ہوئے کہا۔

"ارے ہماری تو آنکھوں کے سامنے کھیلا تھا۔ابھی عمر ہی کیا تھی۔بھلا سولہ سترہ سال کوئی جانے کی عمر ہوتی ہے۔"ایک اور آدمی کے دلسوز الفاظ فضا کو مزید پژمردہ کر گئے۔

"اوئے ہوئے سِنان بھائی تو بہت خوش ہیں یار۔"ان سب کی باتیں سنتے ہوئے سِنان کو بےساختہ نکاح والے دن کہا گیا وسیم کا شرارتی جملہ یاد آیا۔

"اتنا چھوٹا بچہ یوں اچانک مر گیا مگر کیسے؟"اس کے ذہن میں سوال آیا۔

ہوا کیا تھا وسیم کو؟"اس نے اپنے ساتھ بیٹھے احمد صاحب کو مخاطب کر کے سوال کیا۔

"چھت سے گر گیا تھا رات میں۔ صبح دیکھا ان لوگوں نے اور ہاسپٹل لے کر بھاگے مگر جب تک موت ہو چکی تھی۔"حادثے کا بتاتے ہوئے احمد صاحب کی آواز بھرائی۔سِنان نے

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

کندھے پر ہاتھ رکھ کر انہیں تسلی دی پھر یہاں وہاں نگاہیں دوڑانے لگا۔متلاشی نگاہیں،وہ کسی کو ڈھونڈ رہا تھا۔

"احمر کہاں ہے؟"جب وہ نظر نہ آیا تو اپنے سسر سے اس کی بابت پوچھا۔

"وہ اندر بیٹھا ہے اپنی ماں کے پاس۔"انہوں نے اداسی سے اطلاع دی۔

سِنان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اللہ کسی بھی والدین کو ایسا دن نہ دکھائے۔"

"جوان اولاد کا دکھ قبر تک ساتھ جاتا ہے۔"فضاؤں میں غم کے اظہار گونج رہے تھے۔

"بہت دوستی تھی وسیم سے اس کی۔بہت دکھ لگا ہے میرے بیٹے کو،بالکل چپ لگ گئی ہے جب سے پتہ چلا ہے وسیم کی موت کا۔"اپنی اولاد کے بارے میں بات کرتے ہوئے وہ آبدیدہ ہو گئے۔سِنان نے ان کے گرد بازو پھیلا کر انہیں تسلی دی۔

"انکل حوصلہ کریں۔میں جانتا ہوں غم بڑا ہے مگر صبر کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے نا۔"وہ ان کو سمجھا رہا تھا۔

وہ ہولے سے اثبات میں سر ہلا کر رہ گئے۔

کچھ وقت مزید گزرا اور بالآخر تدفین کا وقت آن پہنچا سو خاندان کے مرد اٹھ کر اندر لاؤنج کی جانب چل پڑے۔وہاں پہنچ کر سِنان کی نظر سب سے پہلے اپنی بیوی پر گئی تھی جو احمر کو ساتھ لگائے بیٹھی اسے سنبھال رہی تھی۔وہ بری طرح سہا ہوا تھا۔اردگرد اور بھی لڑکے لڑکیاں بیٹھے ہوئے تھے جو ان کے کزنز تھے اور سبھی بری طرح رو رہے تھے۔یوں اچانک دوست کا چھن جانا آسان تھوڑی تھا اور وہ بھی ایک حادثے میں۔

سبین کی اپنی حالت بھی ابتر تھی۔آنسو رخسار بھگو رہے تھے مگر وہ حوصلے سے اپنے بھائی اور باقی کزنز کو دیکھ رہی تھی۔سِنان کی اگلی نظر سبین کی دوسری جانب بیٹھی لڑکی پر گئی جو احمر کی ہی ہم عمر لگ رہی تھی۔وہ لڑکی رو نہیں رہی تھی مگر اس کے ہونٹ ہل رہے تھے جیسے وہ کچھ بول رہی تھی۔سِنان اس کی آواز سننے سے قاصر تھا اور ابھی تو یوں بھی صدمے کی حالت میں تھے سب تو کون ہی کسی پر دھیان دیتا۔

وہ لوگ اندر آئے اور سسکیوں اور آہوں کے درمیان جنازہ اٹھایا۔کلمہ شہادت کی آواز فضا میں ابھری اور آنسوؤں سے بلند ہوتی چیخیں غم کی شدت بیان کرنے لگیں۔عورتیں لواحقین کو سنبھال رہی تھیں۔ان کی داد رسی کر رہی تھیں۔

پیچھے سب کو نڈھال چھوڑ آدمی جنازہ لیے باہر کی سمت بڑھنے لگے۔غم کے نغمیں فضاؤں میں بلند ہو رہے تھے،ساتھ ہی چار کندھے ایک بےدم وجود کو اٹھائے ہوئے تھے۔عبرت کے مناظر تھے۔گھر کے در و دیوار یاسیت میں ڈوبے،اپنے ایک مکین کو الوداع کہہ رہے تھے جو چلا گیا تھا کبھی واپس نہ آنے کیلیے۔

دنیاوی زندگی کی یہی عبرت ناک حقیقت ہے کہ اس نے ایک دن اس موڑ پر آکر اختتام پذیر ہونا ہوتا ہے۔انسان دنیا میں آتا ہے،زندگی گزارتا ہے اور پھر ایک دن اس بھری دنیا کو خیر باد کہہ کر اپنے ابدی سفر کی سمت نکل پڑتا ہے۔چاہے کتنا ہی اثر و رسوخ ہو یا علم و ادب ہو بالآخر اس دارِ فانی میں کچھ دن ہی کا ٹھکانہ ہوتا ہے اور پھر سب ختم ہو جاتا ہے۔مال و متاع،شان و شوکت،خاندان سب خاک میں مل کر خاک ہو جاتا ہے۔دنیا کا ازل سے جاری دستور ابد تک جاری رہنے والا تھا۔انسانوں نے یہاں آنا تھا،زندگی گزارنی

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

تھی اور پھر خالی ہاتھ سب کو غمگین چھوڑ آگے کی سمت بڑھ جانا تھا۔زندگی کی یہی حقیقت تھی اور اسی حقیقت سے رخ موڑے انسان خود کو دھوکہ دیتا ہے مگر جب تک کہ تب اس کی آنکھ ابدی زندگی میں نہ کھل جائے۔

***

"مجھے تم سے ایک بات کرنی تھی سِنان۔"وسیم کے والد جو کہ رشتے میں سبین کے ماموں تھے،سِنان سے مخاطب ہوئے۔

وہ لوگ تدفین سے فارغ ہو کر واپسی کی راہ پر تھے اور وہ سِنان کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے۔باقی سب لوگ بھی اپنی اپنی گاڑیوں میں واپسی کے سفر پر گامزن تھے مگر وہ سِنان کے ہمراہ واپس آ رہے تھے اور یہ ان کی اپنی خواہش تھی۔

"جی کہیں۔"سِنان گاڑی چلاتے ہوئے متوجہ ہوا۔

"یہ بات مجھے کچھ پریشان کر رہی ہے تبھی میں تمہارے ساتھ آیا ہوں تا کہ تم سے بات کر سکوں۔"انہوں نے گہری سانس خارج کی۔جوان اولاد کو کھونے کا سبب تھا کہ ان کے کندھے بالکل ہی جھک گئے تھے۔

"جو بھی بات کرنی ہے آپ کھل کے کریں۔آپ نے مجھ پر اعتماد کیا ہے سو بے فکر رہیں،یہ بات میرے اور آپ کے درمیان رہے گی۔"اس نے انہیں پوری تسلی کرائی تھی۔

"مجھے یقین ہے بیٹا تبھی تو تم سے یہ بات کرنے کا حوصلہ ہوا ہے۔"انہوں نے اس کے کندھے پر مان بھری تھپکی دی جس پر اس نے تعظیمی انداز میں ہلکی سی گردن جھکائی۔

"بیٹا وسیم کی موت رات میں ہوئی تھی۔ہمیں اس کی لاش صبح لان سے ملی تھی جس سے پتہ چلا کہ وہ چھت سے گرا تھا۔"ان کا لہجہ گلوگیر ہو رہا تھا۔وہ بات کرتے ہوئے ٹھہرے۔

سِنان اس دوران چپ رہا۔جانتا تھا کہ یہ بیان کرنا آسان کام نہ تھا۔

"چھت سے گر کر مرنے میں انسان کی ہڈیاں ٹوٹنا اور شدید زخمی ہونا تو سمجھ آتا ہے لیکن۔۔۔وہ سنجیدگی سے کہتے ہوئے ٹھہرے اور جیب سے موبائل نکال کر اس کی گیلری کھولی۔

سِنان اس کارروائی کے دوران متحمل رہا۔

انہوں نے گیلری میں موجود ایک تصویر کو چھوا اور سِنان کی نظروں کے سامنے کیا۔

"اس کے جسم پر کٹس لگے ہوئے تھے۔"انہوں نے تصویر کو دو انگلیوں کی مدد سے واضح کیا۔اب تصویر کی ایک ایک باریکی نگاہوں کے سامنے تھی۔سِنان نے ایک نظر دیکھ کر چہرہ سامنے کر لیا۔وہ آگے بڑھے اور ایک اور تصویر سامنے کی۔

"اور کہنی کے قریب، مچھلی نما شکل بنی ہوئی تھی۔یہ دیکھو۔"اگلی تصویر بھی بغور دکھائی گئی۔اب کی بار سِنان نے تصویر دیکھ کر کہا۔

"یہ مچھلی ہی ہے۔"

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"مجھے ان سب چیزوں کی سمجھ نہیں آئی تو میں نے سوچا کہ تم سے ڈسکس کروں یہ معاملہ۔تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟"انہوں نے ٹھہرتے ٹھہرتے پوری بات سِنان کے سامنے رکھی اور آخر میں اس کی رائے مانگی۔

وہ کچھ دیر سوچ گیا پھر گویا ہوا۔

"دیکھیں انکل وہ ایک ٹین ایجر تھا یعنی وہ اس عمر میں تھا کہ جب نہ بچپن ہوتا ہے اور نہ جوانی اور یہ دور سب سے زیادہ نازک ہوتا ہے۔اس عمر میں جوش بڑھتا ہے سو اولاد کو زیادہ تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔والدین سمجھتے ہیں انہوں نے بچے کو بڑا کر دیا سو ذمہ داری ختم مگر ایسا نہیں ہے۔ٹین ایجز میں انسان کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے والدین کی۔"سِنان بہت تحمل سے وضاحت کر رہا تھا۔

"سب سے پہلے اگر میری بات بری لگے تو پہلے ہی معذرت لیکن آپ کی باتوں سے مجھے لگ رہا ہے کہ معاملات کچھ مختلف تھے۔"سِنان نے بات کا باقاعدہ آغاز کرنے کیلیے تمہید باندھی۔

انہوں نے اثبات میں گردن ہلا کر اجازت دی۔

"یہ عمر لا ابالی ہوتی ہے۔اس عمر میں ایسی غلطیاں کر دیتے ہیں بچے۔مجھے لگتا ہے کہ یہ کسی لڑکی کا معاملہ ہے۔اس عمر میں دوسری جنس میں اٹریکٹ ہونا بہت کامن بات ہے اور پھر آج کل فیس بک کا دور ہے،بچے بالکل غیر لوگوں سے رابطہ کر سکتے ہیں۔"وہ بڑی باریکی سے بات کو بیان کر رہا تھا۔وسیم کے والد بغور اسے دیکھ رہے تھے اور محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس کی باتوں سے کسی قدر متفق بھی تھے۔

"مطلب کہ وسیم کسی کے ساتھ انوالو تھا؟"انہوں نے سوال کیا۔

"ضروری نہیں ہے کہ ایسا ہی ہو مگر جس طرح کی سچویشن آپ نے بیان کی ہے،ایسے بہت سے کیسز میں نے خود دیکھے ہیں۔لڑکا لڑکی ایک دوسرے میں انٹرسٹ لینے لگتے ہیں پھر کسی کا دل بھر جاتا ہے تو وہ دوسرے کو دھوکہ دے دیتا ہے اور یوں دوسرا بندہ ڈپریشن میں چلا جاتا ہے پھر نتائج اسی طرح کے نکلتے ہیں۔"سِنان کی جانب سے مزید وضاحت کی گئی تھی۔

"ڈپریشن؟یہ کیا ہوتا ہے؟"انہوں نے اچھنبے سے سوال کیا۔

سِنان کو حیرت نہیں ہوئی۔دو ہزار سولہ میں لوگ ٹینشن سے واقف تھے مگر ڈپریشن ابھی ان کے درمیان رچا بسا نہیں تھا۔ابھی یہ مغرب کی گلیوں میں سکونت پذیر تھا اور وہیں اپنی دہشت پھیلائے ہوئے تھا مگر اب آہستہ آہستہ یہ مسلمانوں میں بھی اپنی جگہ بنانے میں کوشاں تھا۔

"ڈپریشن دین سے دوری کا نام ہے۔"سِنان نے اپنے تجزیے کے مطابق جواب دیا۔

"مطلب جو نماز روزہ نہیں کرتے وہ ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں؟"انہوں نے اس کی بات سمجھ کر سوال کیا۔

"انکل نماز روزہ دین نہیں ہے اور نہ ہی کوئی شخص نماز روزہ کرے تو وہ دین سے قریب ہے۔یہ تو ایک روایت کی طرح رائج ہے ہمارے معاشرے میں۔ہم مسلمان ملک میں پیدا ہوئے ہیں۔یہاں نمازی،روزہ دار،حاجی آپ کو بہت مل جائیں گے۔دین سے دوری اصل میں اللہ سے دوری ہے،اللہ پر کمزور ہوتا یقین ہے،دین سے دوری اور یہی دوری ہے ڈپریشن جو آہستہ آہستہ ہماری نوجوان نسل میں بھی منتقل ہو رہی ہے۔"وہ بڑے معاملہ فہم انداز میں انہیں سمجھا رہا تھا۔

"تمہارے حساب سے ڈپریشن دین سے دوری کی سبب ہوتا ہے مگر میں نے تو بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو دین سے دور بھی ہوتے ہیں مگر پھر بھی وہ خودکشی نہیں کرتے مطلب مجھے تمہاری باتیں سمجھ نہیں آ رہیں بالکل بھی۔"وہ مخمصے میں تھے۔سِنان کی کوئی بات انہیں مطمئن نہ کر پا رہی تھی۔

"چلیں پرانی باتیں بھول جائیں،میں آسان الفاظ میں بتا دیتا ہوں۔"اس نے نئے سرے سے بات شروع کی۔

وہ متوجہ ہی تھے سو وہ بولنا شروع ہوا۔

"ڈپریشن کا مطلب ہے مایوسی۔اب آپ بتائیں کہ ایک مایوس شخص تو خودکشی کر سکتا ہے نا؟"سِنان نے ڈپریشن کے اردو معنی بتائے اور پھر سوال کیا۔

"اچھا۔۔۔اچھا۔۔۔ہاں یہ تو ہے۔مایوس شخص خودکشی کر سکتا ہے۔"وہ اس پوری گفتگو میں پہلی بار اس کی بات سے متفق ہوئے تھے۔

"ہم تو یہی تو میں نے کہا تھا کہ ڈپریشن دین سے دوری ہے۔ایک مسلمان جو دین سے دوری اختیار کر لے وہ مایوس ہو جائے گا اور مایوسی ہی ڈپریشن ہے۔ایسے ہی تو ہمارے دین میں مایوسی کو کفر سے تشبیہہ نہیں دی گئی۔"وہ مزید تفصیلات بیان کرنے لگا۔

"مایوسی کفر ہے،یہ بات تو میں نے بھی سنی ہے۔"انہوں نے تائید کی۔

"جی تو مایوسی کفر ہے۔کفر یعنی اللہ کے وجود سے انکار کرنا۔غیر مسلم اقسام میں بٹے ہوئے ہیں۔مشرک وہ ہیں جو اللہ کے وجود کو مانتے ہیں مگر ساتھ ہی اور بھی لوگوں یا چیزوں کو الہ سمجھتے ہیں۔الہ یعنی عبادت کے لائق جبکہ کافر غیر مسلموں کی وہ قسم ہے جو سرے سے اللہ کے وجود سے ہی پھر جاتی ہے۔"وہ سانس لینے کو رکا۔

"یعنی مایوسی آپ کا اللہ سے تعلق ختم کر دیتی ہے اور جب آپ کا اللہ سے تعلق ٹوٹ گیا تو آپ اندھیری رات میں گم ہو جائیں گے باوجود اس کے کہ آپ روشنی کے مسافر تھے اور روشنی کے وجود پر یقین بھی رکھتے تھے مگر اندھیرے میں سفر کرتے ہوئے گم ہو گئے۔روشنی کے طلب گاروں کو اندھیروں کا مسافر بننا پڑتا ہے اور خود کو اندھیرے میں گم ہونے سے بچانا ہوتا ہے ورنہ اندھیرا وجود نگل لیتا ہے۔"گاڑی کے اندر اب ایک ہی آواز

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

گونج رہی تھی۔نرم،مدھم سی آواز جو مایوسی سے نکال کر امید تھا رہی تھی کیونکہ وہ اللہ کی باتیں بیان کر رہی تھی۔

"وسیم اندھیرے میں گم ہو گیا ہے انکل سو وہ روشنی تک نہیں پہنچ سکا لیکن ابھی ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ اس نے خودکشی کی بھی تھی یا نہیں۔آپ کو اس کا پوسٹ مارٹم کروانا چاہیے تھا۔"سِنان کے منہ سے وسیم کا ذکر ان کے دل کو چھلنی کر گیا تھا۔

"جوان بیٹے کو قبر میں اتار کر کندھے جھک جاتے ہیں۔اب کوئی بوجھ ان کندھوں سے نہیں اٹھایا جا سکتا۔میں بظاہر زندہ ہوں مگر اپنا وجود وہیں وسیم کی قبر میں دفن کر آیا ہوں۔"ان کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

"حوصلہ کریں انکل۔اب صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں مگر باقی بچوں کو اپنے اعتماد میں لیں اور ان کے ساتھ بات چیت رکھیں تا کہ وہ آپ کے قریب رہیں۔اس سے آپ باقی سب کو بچا سکتے ہیں۔"وہ ان کا کندھا تھپک کر بولا۔

"مگر وسیم تو زندگی سے بھرپور ایک شرارتی سا بچہ تھا اور کل تک بھی وہ بے حد خوش باش تھا پھر رات اچانک یوں مر جانا کچھ سمجھ نہیں آئی۔اگر وہ اس طرح کے حالات سے گزر

رہا تھا تو کچھ تو اندازہ ہوتا نا۔وہ تو مزے سے لائف انجوائے کر رہا تھا تبھی تو میں شاک میں ہوں ابھی تک۔"انہیں سِنان کی مایوسی والی بات وسیم کی حالت پر پوری اترتی ہوئی نہ لگی تھی۔

اپنے آنسو پونچھ کر وہ اسے دیکھنے لگے۔

"انکل ضروری نہیں ہے کہ ڈپریسڈ انسان ہر وقت مایوسی میں ڈوبا رہے۔ایسا انسان سب کے سامنے نارمل بی ہیو کرتا ہے اور تنہائی میں آنسو بہاتا ہے۔اسے تنہائی ڈستی ہے پھر وہ آہستہ آہستہ انہی اندھیروں کے سپرد ہو جاتا ہے۔"اس نے ان کے ذہن کی کلبلاہٹ دور کی۔

"پتہ نہیں یار کیا ہو گیا ہے آج کل کے بچوں کو!اچھی خاصی زندگی کو مشکل بنا لیا ہے۔ہم بھی تو تھے بچپن لڑکپن،یہ سب وقت ہم نے بھی گزارے ہیں اور ہماری زندگی میں بھی سو طرح کے مسائل آئے ہیں مگر کبھی خودکشی تک نہیں گئے،نہ ہی مایوس ہوئے۔اتنی سی عمر میں کیا مایوسی!"نئی نسل کی جلد باز فطرت پر وہ افسوس سے سر ہلا کر رہ گئے۔

"آپ کا دور اور تھا اور آج کا دور اور پھر آنے والا کل مزید مختلف ہو گا۔مختلف ادوار میں والدین کو اپنی ذمہ داری سمجھنی ہوگی۔آپ ایک اولڈ ایج جنریشن کو آج کی کمپیوٹر جنریشن سے نہیں ملا سکتے۔آپ کے مسائل الگ تھے اور آج کے بچوں کے مسائل الگ ہیں۔آپ کو ان کے زمانے کے حساب سے ان کی تربیت کرنی ہوگی نہ کہ اپنے دور کے حساب سے اور اس تربیت کیلیے پہلے آپ کو اپنی تربیت کرنی ہوگی،یہ بے حد ضروری ہے مگر والدین اولاد کے معاملے میں اپنے آپ کو عقل کل سمجھتے ہیں۔"سانس لینے کو رکا۔گھر اب کچھ دور ہی تھا۔قبرستان وسیم کے گھر سے دور تھا تبھی اتنی طویل گفتگو باآسانی جاری تھی۔

"اور رہی بات مایوسی کی تو وہ انسان کے دماغ کی کارستانی ہے،ایک بیماری ہے جس کا علاج ضروری ہے اور اس کا علاج صرف اللہ سے مضبوط تعلق جوڑ کر ہی ہو سکتا ہے۔کوئی نماز،روزہ،زکوت،حج،آپ کو مایوسی سے نہیں نکال سکتا۔صوم صلوٰۃ کے پابند افراد بھی ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ انہیں اللہ پر یقین نہیں ہوتا۔"کتنی مشکل بات تھی اور کتنی آسانی سے بیان کر دی تھی سِنان نے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کا اللہ سے کمزور ہوتا تعلق ہی ان میں مایوسی بڑھانے کی بڑی وجہ ہے تبھی آج کل مسلمان بھی اس ڈپریشن نامی بیماری کا شکار ہیں۔یہ ایک حقیقت ہے کہ ڈپریشن ایک بیماری ہے اور اس کا علاج ضروری ہے مگر علاج کے ساتھ ساتھ اس کی جڑوں تک پہنچ کر اسے کھوکھلا کرنا بھی ضروری ہے۔مسلمان اللہ سے تعلق کو مضبوط بنائے اور اس پر یقین کامل کر کے بیٹھ جائے تو ڈپریشن نامی یہ بیماری اس کے قریب تک نہیں بھٹکے گی کیونکہ اللہ پر یقین مایوسی مٹاتا ہے اور مایوسی ہی ڈپریشن ہے۔

"اللہ پر یقین تو ہر مسلمان کو ہوتا ہے یار۔"وسیم کے والد نے اپنے تئیں درست بات بیان کی۔

"نہیں انکل انسان جلد باز ہے وہ دنیا کی مختصر آزمائشوں سے گھبرا کر راہِ فرار ڈھونڈتا ہے۔"سِنان نے ان کی بات رد کر دی اور اپنی وضاحت بیان کی۔

"میں آپ کو ایک ایسے آدمی کا قصہ بتاتا ہوں جو میدان جنگ میں اسلام کیلیے لڑا پھر بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جہنمی قرار دے دیا حالانکہ وہ ابھی زندہ تھا۔"نہایت احترام سے اس نے زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ بیان کرنا

شروع کیا۔وسیم کے والد بغور اسے دیکھ اور سن رہے تھے۔گاڑی اب ایک موڑ مڑ رہی تھی اور اسی سیدھی سڑک پر ان کی منزل تھی۔

"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب یہ بات سنی تو تشویش میں آکر اس شخص کی خبر گیری کو جا پہنچے کہ جو اسلام کی خاطر زخموں سے چور ہو گیا مگر اس پر آگ حرام نہ کی گئی،یہ بھلا کیسے ہو گیا۔وہ لوگ جب وہاں پہنچے تو عجیب معاملات دیکھے۔وہ شخص زخموں سے چور تھا۔بے طرح تڑپ رہا تھا۔زخم تکلیف دے رہے تھے مگر دم نہ نکل رہا تھا۔اس شخص نے میدان جنگ کی تکالیف اٹھائیں مگر ان زخموں کی تکلیف اٹھانے کی سکت نہ رکھ سکا اور خود کو مار دیا کہ اس تکلیف سے نجات پا لے۔یوں باوجود اسلام کی جانب سے جنگ لڑنے پر کہ جس میں شہید یا غازی کا رتبہ پاتا ہے انسان،اس حالت میں وہ تکلیف کی شدت کو برداشت نہ کرنے پر خودکشی کر کے جہنمی بن گیا۔جنت بس کچھ فاصلے پر تھی،ہاں تکلیف حد سے سوا تھی کیونکہ اس دور میں کوئی پین کلر وغیرہ نہیں ہوتی تھی اور تلوار اور نیزوں کے گہرے زخموں کی تکلیف کا احساس بھی جان لیوا تھا جبکہ علاج مزید

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

تکلیف دہ تھا لیکن پھر بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں جہنم کی وعید سنائی۔"پورا واقعہ دلسوز تھا۔سنانے والے اور سننے والے کے رونگھٹے کھڑے کر گیا تھا۔

"اللہ اکبر۔۔۔ صحیح بات ہے بیٹا۔واقعی مایوسی سے بچنا اور بچانا ازحد ضروری ہے۔ہم اپنی زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ پر یقین ہے مگر دل و دماغ اس بات پر متفق نہیں ہوتے اور یوں مایوسی ہم پر غالب آتی ہے پھر یہی مایوسی ہمیں کفر تک لے جاتی ہے۔"وہ اب پوری بات اچھے سے سمجھ چکے تھے۔

"ہم پھر یہی کفر ہمیں موت تک لے جاتا ہے۔یوں بھی کفر موت ہی تو ہے۔کافر کی زندگی بھی بھلا زندگی ہے جب تک کہ اس میں ایمان کی روشنی نہ شامل ہو جائے۔جیسے کہ میں نے پہلے بھی بتایا کہ روشنی کے طلب گاروں کو اندھیرے کا مسافر بننا پڑتا ہے۔"بات اب اختتام کو پہنچ گئی تھی اور منزل بھی آیا ہی چاہتی تھی۔

"واہ ماشاءاللہ بیٹے تم بہت سمجھدار انسان ہو۔اللہ نے بڑا علم دیا ہے تمہیں۔اللہ تمہیں خوش رکھے۔"وہ پھیکا سا مسکرائے اور اسے دعا سے نوازا۔

"استغفرُاللہ انکل مجھے شرمندہ مت کریں۔میں خاک کا پتلا ہوں جو گناہوں میں لت پت ہے۔یہ تو بس اللہ کا کرم ہے جس نے عیبوں کو چھپایا ہوا ہے۔"وہ بے حد عاجزی سے گویا ہوا۔سینے پر ہاتھ رکھ کر ان کے سامنے سر ہلکا سا جھکایا اور شکریہ ادا کیا۔

گھر بھی آچکا تھا سو وہ دونوں اب بات ختم کر کے گاڑی سے اترنے لگے۔آگے پیچھے کئی اور سواریاں وہاں آکر رک رہی تھیں۔

گاڑی سے اترتے ہوئے وسیم کے والد کا دل باوجود غم کے،مطمئن تھا کیونکہ اب انہیں پتہ چل گیا تھا کہ آگے اپنے دوسرے بچوں کو انہوں نے مایوسی سے کیسے بچانا تھا اور اس ڈپریشن نامی ناسور کو پھیلنے سے کیسے روکنا تھا۔

***

مرد گھر لوٹے تو ماحول ویسا ہی سوگوار تھا جیسا وہ چھوڑ کر گئے تھے۔وہ اس گھر کے جوان بیٹے کو مٹی کے سپرد کر کے لوٹے تھے سو ماحول نے کیوں ہی بدلنا تھا؟فی الوقت خاندان کے افرادِ خانہ ہال نما کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے چونکہ سِنان بھی اب اس خاندان کا فرد

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

تھا سو ان کے درمیان موجود تھا۔سبین البتہ یہاں موجود نہیں تھی اور سِنان کی نگاہیں اسی کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں۔

"پتہ نہیں کیسی ہوگی اب؟"اسے سبین کی فکر ستا رہی تھی حالانکہ کچھ اور بھی نفوس غائب تھے مگر سِنان کو اس بات سے کیا غرض!اسے تو بس اپنی بیوی کی فکر تھی۔

یہاں وسیم کے متعلق ہی باتیں چل رہی تھیں۔سبھی دکھ اور افسوس کا اظہار کر رہے تھے اور حد سے زیادہ شاک میں تھے۔اسی دوران سبین زرش کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوئی۔اسے دیکھ سِنان کے دل کو یگ گونہ سکون حاصل ہوا تھا۔وہ زرش کو تھامے ہوئے تھی جو اس کے سہارے ہی چل رہی تھی۔وہ اسے ساتھ لیے ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ایک نظر اٹھا کر سِنان کو دیکھا تو وہ مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اس کے دیکھنے پر آنکھیں موند کر تسلی کروائی۔سبین نے نظریں جھکا لیں۔

کچھ دیر کیلیے زرش اور سبین کی جانب دھیان بھٹکا تھا پھر دوبارہ سب انہی باتوں میں مشغول ہو گئے تھے۔سِنان نے محسوس کیا کہ زرش ابھی بھی کچھ بول رہی تھی اور اب اسے وہ

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

الفاظ بھی صاف سنائی دے رہے تھے۔نہ صرف اسے بلکہ وہاں موجود تمام نفوس اس کی بات سن رہے تھے۔وہ ہذیانی انداز میں مسلسل چند جملے دہرائے جا رہی تھی۔

"وہ گیم جیت گیا۔وہ گیم جیت گیا۔میں نے منع کیا تھا۔وہ گیم جیت گیا۔میں نے منع کیا تھا۔"وہ انہی الفاظ کی گردان کیے جا رہی تھی۔بولتے ہوئے اچانک اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھا اور چیخنے لگی۔

"بس میری جان بس۔چپ ہو جاؤ۔"سبین نے اسے خود میں بھینچا اور بھیگی آنکھوں سے اسے تسلی دینی لگی۔آس پاس موجود لوگوں کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

"میری بچی کی حالت صبح سے ایسی ہی ہے۔صدمہ لے لیا ہے اس نے اپنے کزن کی موت کا۔"زرش کی ماں منہ پر ہاتھ رکھے روتی ہوئی،اپنی بیٹی کی حالت دیکھ رہی تھیں جبکہ زرش سبین کے سینے سے لگی وہی الفاظ دہرائے جا رہی تھی اور سِنان بغور انہیں سن رہا تھا۔

"وہ گیم جیت گیا۔اس نے مجھے بولا تھا،وہ گیم جیتے گا۔وہ گیم جیت گیا۔"

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"صدمے میں انسان کچھ بھی بولتا ہے مگر یہ گیم کا کیا ذکر؟"اس کی سوچوں میں حیرانی در آئی تھی۔کچھ لوگ رنج سے اس حواس باختہ لڑکی کو دیکھ رہے تھے جو کہ عام سی بات تھی کہ وقت ہی ایسا تھا مگر زرش کی حالت کے پیش نظر کچھ نفوس کے چہروں پر خوف کے سایے لہرا رہے تھے۔

"کیا سچ میں وسیم گیم کی وجہ سے مرا ہے؟"کچے ذہنوں میں یہ سوال بازگشت کر رہے تھے۔دوست کی موت کا غم اپنی جگہ تھا مگر اپنی زندگی کے متعلق لاحق خوف ان نوجوانوں کے دلوں کو تاریک کر رہا تھا جس سے ان کے والدین اور گھر کے بڑے یکسر انجان تھے۔

***

زمانہ موسم سرما کی لپیٹ میں تھا سو دن مختصر تھے اور جلد ڈھل رہے تھے۔مغرب کی اذانیں فضا میں بلند ہو رہی تھیں۔ہر جانب یکدم سکوت چھا گیا تھا۔سِنان ہنوز وسیم کے گھر موجود تھا مگر اس وقت وہ باہر لان میں مردوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔وہاں ابھی بھی وسیم کی جواں سالہ موت سے متعلق باتیں ہی جاری تھیں اور ان باتوں نے کم از کم چند دن تو

جاری رہنا ہی تھا لیکن فی الحال یہ باتیں ماحول میں گونجتی اذان کی آواز کے آگے دب گئی تھیں۔وہ لوگ کھلے آسمان تلے بیٹھے تھے۔

نیلا آسمان سرمئی رنگ میں ڈھل رہا تھا۔اس پر چلتے بادل بھی سفید،سرمئی اور نارنجی ہو رہے تھے۔سورج غروب ہو رہا تھا جبکہ دھندلا سا چاند پہلے ہی آسمان پر نمودار ہو چکا تھا۔اذان کی آواز کے ساتھ بدلتے آسمان نے یکدم تیزی پکڑی اور آواز مدھم ہونے کے ساتھ ساتھ ہی دن سے رات تک کا سفر طے کر لیا۔ملگجا سا اندھیرا چھا گیا۔لان میں جلتی مدھم روشنیاں اندھیرے سے قبل ہی جگہ کو روشن کر رہی تھیں۔

سِنان کی جیب میں رکھا موبائل جھنجھنایا تو اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر موبائل کی سکرین دیکھی۔پرائیوٹ نمبر سے کال آ رہی تھی۔اس نے کال کاٹی اور ایک پیغام لکھ کر اس نمبر پر بھیج دیا پھر موبائل واپس جیب میں ڈالا اور برابر میں بیٹھے اپنے سسر کے کان میں سرگوشی کی۔

"انکل مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے،مجھے وسیم کے والد یہاں دِکھ نہیں رہے تو آپ ان کو میرا سلام بول دیے گا اور ساتھ معذرت کر لیے گا۔دراصل کام اس نوعیت کا ہے

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

کہ میں رک نہیں سکتا۔"اس نے تفصیل ان کے گوش گزار کی جسے سن کر انہوں نے اس کا ہاتھ تھپکا اور سر اثبات میں ہلایا۔

"کوئی بات نہیں بیٹے آپ جائیں۔میں سمجھ جا سکتا ہوں اور میں غفار بھائی(وسیم کے والد)کو بھی سمجھا دوں گا۔وہ بھی سمجھ جائیں گے۔"انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے اجازت دی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بلند آواز میں سب کو خیر باد کہا۔سبھی متوجہ ہوئے اور جواباً اسے بھی الوداعی کلمات سے نوازا۔

اب وہ باہر جانے کی بجائے اندر کی جانب بڑھا۔پیچھے بیٹھے احمد صاحب نے اسے اندر جاتا دیکھ آنکھیں سکیڑیں پھر سر جھٹک دیا۔ظاہر سی بات تھی وہ غیر تھوڑی تھا جو وہ اسے روکتے۔

* * *

"سنو اپنی سبین آپی کو اندر سے بلا کر لاؤ۔بولو سِنان بھائی بلا رہے ہیں۔"وہ دروازے سے اندر داخل ہو کر ایک طرف کھڑا ہو گیا تھا۔سبین اندر ہال والے کمرے میں بیٹھی تھی اور

وہاں بہت عورتیں جمع تھیں تو اسے اندر جانا موزوں نہیں لگا تبھی پاس سے گزرتے ایک بچے کو پکڑ کر اپنا پیغام بھجوایا۔

"اچھا۔"وہ چھوٹا بچہ اس کا حکم سن کر فوراً اندر بھاگا۔

"بچے میت والے گھر میں بھی انجوائے منٹ ڈھونڈ لیتے ہیں۔کتنا معصوم ہوتا ہے یہ بچپن بھی۔"وہ اسے بھاگتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد دروازے کی اوٹ سے دوپٹے کا پلو سر پر درست کرتی ہوئی سبین نمودار ہوئی۔وہیں سے ایک نظر اس پر ڈالی۔سِنان کی آنکھوں میں نرمی اتر آئی۔وہ سیدھی چلتی اس سے کچھ فاصلے پر رک گئی۔

"جی آپ نے بلایا۔"اس کے قریب ٹھہر کر وہ دھیمی آواز میں گویا ہوئی۔

وہ دونوں ایک طرف ہو کر کھڑے ہوگئے تھے۔

"ہاں جی۔ٹھیک ہیں اب آپ؟"نہایت نرمی سے پوچھا گیا۔

"جی بس ٹھیک ہوں۔"اس نے گہری سانس خارج کی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"میں سمجھ سکتا ہوں۔اچانک اس طرح کے حادثے سے دو چار ہونا آسان نہیں۔"وہ اس کی جانب دیکھ بڑے پیار سے بات کر رہا تھا۔

"میں یہ بتانے آیا تھا کہ میں گھر جا رہا ہوں تو اگر آپ کو کچھ چاہیے یا کوئی کام ہو تو بتا دیں،میں رک جاؤں گا۔"گو کہ اسے اہم کام تھا اور جانا بے حد ضروری تھا مگر پھر بھی اس غم کے موقع پر سبین کو یوں اپنے کام کا کہہ کر چھوڑ کے جانا کچھ مناسب نہیں لگ رہا تھا تبھی اس نے سادہ سے انداز میں پوچھا تا کہ وہ بے دھڑک جواب دے سکے۔

"نہیں کوئی مسئلہ نہیں۔آپ چلیں جائیں ویسے بھی صبح سے یہاں ہیں تھک گئے ہوں گے۔"سبین نے معاملہ فہمی سے جواب دیا۔

"نہیں میں بالکل نہیں تھکا اور نہ ہی تھکن کی وجہ سے جا رہا ہوں۔تم سے جانے کی اجازت لینے آیا ہوں،تم کہو گی تو رک جاؤں گا۔"پہلی بار آپ کی بجائے تم کہہ کر پکارا تھا اس نے۔یکدم اپنائیت اور تحفظ کا احساس بڑھ گیا تھا۔

"تم کہنے میں کوئی اعتراض تو نہیں ہے نا؟دراصل آپ بہت فارمل لگتا ہے۔"وہ چپ رہی تو اس نے استفسار کیا۔

"نہیں کوئی مسئلہ نہیں۔آپ جو چاہے مجھے کہہ سکتے ہیں۔"وہ جلدی سے بولی کہ وہ اس کی چپی کو انکار نہ سمجھ لے۔

"یہ موقع محل نہیں ہے خانم ورنہ جب سے تمہیں دیکھا ہے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"سِنان پر نئ نئ خماری چڑھی تھی۔وہ خود اس بات کو سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اس کے مزاج میں ایک عورت کی ذات سے منسلک ہونے پر اتنی تبدیلی کیسے آگئ تھی!وہ تو خاصا خشک مزاج مشہور تھا اور کیا ہو جو کوئی سِنان خان آفریدی کا یہ روپ دیکھ لے!

"خانم۔۔۔کتنا خوبصورت ہے یہ نام۔ہاں وہ اپنے خان کی خانم ہی تو ہے۔"سبین پھر سے چپ ہوئی تھی اور سوچنے لگی تھی۔

"خیر ابھی واقعی موقع محل نہیں ہے لیکن ایک ضروری کام ہے جو آج ہی کرنا ہے۔"وہ یکدم سنجیدہ ہوا اور اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر اس میں سے ایک نیا نکور سمارٹ فون بر آمد کیا۔

"یہ لو،یہ میں نے نکاح والے دن ہی دینا تھا مگر تمہارا شوہر بھلکڑ آدمی ہے سو یاد نہیں رہا۔تب سے اب تک یہ میری گاڑی میں ہی پڑا ہوا تھا۔آج یاد آگیا تو سوچا تمہیں سونپ

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

دوں تمہاری امانت۔"موبائل اس کی جانب بڑھا کر سِنان نے ہلکے پھلکے انداز میں تفصیل سنائی۔

سبین نے شکریہ کہہ کر موبائل اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"اس میں میرا نمبر سیو ہے سو اب جب چاہو،بے جھجک رابطہ کر لینا اور جو بھی کہنا ہو کہہ دینا،جو بھی پریشانی ہو سنا دینا،جو بھی خوشی ہو منا لینا،ہم خوشی اور غم کے ساتھی ہیں سبین تو اسی لیے رابطہ کرنے میں پس و پیش سے کام نہ لینا۔"وہ اسے بڑے پیار سے سمجھا رہا تھا۔وہ اپنی رب کی شکر گزار ہو رہی تھی جس نے اسے ایک مخلص اور درد مند ہم سفر سے نوازا تھا۔وہ نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا گئی۔

"اچھا اب مجھے جانا ہے،تو جاؤں؟"اس نے پھر سے اجازت مانگی۔سبین کا دل تو نہیں تھا مگر پھر بھی جانے کی اجازت دے دی۔

"جی،آپ جائیں۔"وہ دونوں گھر کے اس کونے میں کھڑے تھے جہاں لوگوں کی آمد و رفت نہ ہونے کے برابر تھی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"ٹھیک ہے تو پھر میں چلتا ہوں۔تم نے اپنا خیال رکھنا ہے اور زیادہ سوچنا نہیں ہے بس اب صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"وہ آگے ہوا اور اس کا ہاتھ تھام کر اپنے قریب کیا پھر اپنا دوسرا ہاتھ اس کے کندھے پر پھیلایا۔وہ اب اس کے حصار میں تھی۔اس کی یہ ادائیں جان لیوا تھیں۔سبین کو تسلی کا یہ انداز بڑا ہی بھایا تھا۔

"اللہ کی امان میں دیا۔"اس کا ہاتھ گرم جوشی سے دبا کر وہ اس سے الگ ہوا۔

"چلتا ہوں۔"ہلکی سی آواز میں بول کر وہ وہاں سے نکل گیا اور سبین اس کے جانے پر بوجھل سی ہو گئی۔

"ابھی بھی سِنان کو گیم کی بات نہیں بتا سکی۔کتنی ہمت کر کے گئ تھی بتانے کیلیے مگر۔۔۔"اس کے آگے وسیم کا شرارتی چہرہ آنکھوں کے سامنے لہرایا اور آنکھیں ڈوبنے لگیں۔

٭٭٭

اونچی عمارتیں اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھیں۔سیاہ آسمان پر گول چاند روشن اور واضح تھا۔ننھے ننھے ستارے ٹمٹما رہے تھے۔نظریں آسمان کے خوبصورت نظاریں دیکھ رہی تھیں اور سماعتیں سناٹا سن رہی تھیں مگر پھر کچھ ایسا ہوا کہ رات کے سناٹے کو کچھ آوازوں نے چیر دیا۔سناٹے کو تھپڑوں کی آواز اور مغلظات نکالتی زبان نے نگل لیا۔

شہر میں موجود چاند کو چھوتی عمارتوں میں سے ایک عمارت کا ایک گھر روشن تھا اور وہیں سے یہ آوازیں اٹھ رہی تھیں۔کمرہ روشن تھا اور وہاں ایک جوان لڑکا ایک نوجوان لڑکے کو بری طرح زد و کوب کا نشانہ بنا رہا تھا۔ساتھ ہی زبان کے جوہر بھی دکھائے جا رہے تھے۔

"تمہیں تو پیدا ہوتے ہی مار ڈالنا چاہیے تھا۔پتہ نہیں کیوں ہی تمہیں زندہ رکھا۔ہم سب کی زندگیوں پر بوجھ ہو تم۔"وہ مار کھاتے ہوئے سسک رہا تھا۔آنکھوں سمیت پورا وجود سرخ ہو رہا تھا۔دوسری طرف مارنے والے کا بھی چہرہ سرخ تھا اور آنکھیں یوں تھیں جیسے وجود نگل لیں گی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"کیا کیا ہے اب اس نے؟کیوں مار رہے ہو اسے؟"اچانک کمرے میں ایک بڑی عمر کی عورت داخل ہوئی اور اس پٹائی کرنے والے شخص کو مخاطب کیا۔

"کیا کیا ہے اس نے؟آپ تو یہ پوچھیں کہ کیا نہیں کیا۔۔۔"جواب دیتے ہوئے بھی اس کا ہاتھ نہیں رک رہا تھا اور پٹنے والا شخص یا تو بہت فرمانبردار تھا یا پھر بزدل کہ ایک بار بھی مارنے والے کا ہاتھ نہیں روکا تھا بس چپ چاپ مار کھائے جا رہا تھا۔

"مجھے تو سمجھ نہیں آتی یہ بریس کب سدھرے گا؟میں نے تو اب اس سے کوئی امید لگانا ہی چھوڑ دی ہے۔"وہ عورت کچھ زیادہ ہی بدگمان تھی اور یہ کون سا نئی بات تھی!وہ تو بچپن سے ہی اس سے بدگمان رہی تھی۔

اپنی بات مکمل کر کے وہ یونہی اسے پٹتا چھوڑ باہر نکل گئی۔لیو کچھ دیر مزید اسے پیٹتا رہا اور جب تھک گیا تو اسے زور سے پھینک کر،اس کے وجود کو ٹھوکر مار کر وہاں سے نکل گیا۔پیچھے بریس سسکنے کیلیے تنہا رہ گیا تھا۔

گاؤں میں چھائے بادل جب شہر میں چھٹے تھے تو مناظر دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔امید افزا خیالات تھے۔یوں محسوس ہوتا تھا کہ گاؤں کی برف سے گزر کر شہر میں امید کا سورج

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

دیکھنے کو ملے گا مگر یہاں تو معاملات میں کوئی فرق نہ پڑا تھا سوائے اس کے کہ ان لوگوں کی عمریں بدل چکی تھیں۔درمیان کے سالوں میں کیا کیا گزرا تھا،یہ ہنوز مخفی تھا۔

وہ تو گاؤں سے شہر آگئے تھے۔بریس کے خوابوں کے مطابق تو بادلوں کے اس پار کا منظر خوبصورت وادیوں جیسا ہونا تھا پھر یہ منظر اندھیری غار کا سا کیوں تھا؟

اس تشدد کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی اس کے بھائی کے پاس۔یہ تشدد سہتے سہتے وہ بچپن سے لڑکپن میں داخل ہو گیا تھا۔پہلے اس کی ماں اسے بات بے بات ذلیل کیا کرتی تھی اور کبھی کبھار اس پر ہاتھ بھی اٹھایا کرتی تھی۔اسی طرح بھائی بھی اس سے ہاتھا پائی کیا کرتا تھا مگر بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ اس سب میں کمی آنے کی بجائے اضافہ ہی ہوا تھا اور اس مسلسل تشدد کے باعث جوان ہوتے بریس کی ذہنی اور جسمانی حالت ابتر تھی۔وہ مار اور ذلت جو بچپن میں شدت سے محسوس ہوتی تھی اور وہ خواہش کرتا تھا کہ وہ ان حالات سے نکل کر ایک محبت کرنے والے خاندان کی طرح ساتھ ساتھ رہیں،اب وہ اس سب کا عادی ہو گیا تھا اور وہ بچپن والی خواہش پر اب اسے ہنسی آتی تھی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"ہم کبھی بھی ایک اچھا خاندان نہیں تھے۔مام کو ہمیشہ سے لیو پسند تھا اور ابھی بھی وہی پسند ہے اور بریس،بریس تو ناکارہ ہے جو کچھ نہیں کر سکتا۔وہ تو اے گریڈ بھی نہیں لا سکتا،وہ تو مام کو ذلیل کرواتا ہے،وہ تو خاندان کی بدنامی کا باعث ہے،وہ تو قاتل ہے،وہ ناکام تھا،ہے اور رہے گا۔"یونہی پڑے پڑے وہ خاموش آواز سے رو رہا تھا اور لبوں پر ان الفاظ کی بازگشت تھی۔

وہ یونہی کچھ دیر روتا رہا پھر اس نے سر اٹھایا۔آنکھیں سرخ تھیں اور چہرے پر آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان تھے۔وہ اب رو نہیں رہا تھا بس خالی خالی نگاہوں سے خلا کو گھور رہا تھا۔کچھ دیر وہ اسی میں مشغول رہا پھر یکدم اس کے چہرے پر مسکان ابھری۔شیطانی مسکراہٹ۔۔۔کھلی ہوئی باچھیں مزید کھلیں اور وہ ہنسنا شروع ہوا۔آہستہ آہستہ ہنسنے کی آواز بلند ہوئی اور اب وہ پاگلوں کی طرح ہنس رہا تھا۔ہنستے ہنستے وہ دہرا ہونے لگا تھا مگر ہنسی تھی کہ رک ہی نہیں رہی تھی۔رات کے اندھیرے میں اس کا اس طرح ہنسنا منظر کو خوفناک بنا رہا تھا۔

"میں بہت خوش ہوں ڈیڈ۔بہت زیادہ خوش ہوں۔دیکھیں شہر آکر سب کتنا اچھا ہو گیا ہے۔میں نے پہلے ہی بولا تھا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ڈیڈ،مام،لیو۔۔آپ سب کہاں چھپ گئے ہیں۔رکیں میں آپ سب کو ڈھونڈتا ہوں۔"اب جو جملے اس کے منہ سے برآمد ہو رہے تھے،وہ اس کے دماغی توازن کے بگڑنے کا خلاصہ کر رہے تھے مگر کیا یہ سچ میں دماغ کے عدم توازن کی نشانی تھی یا پھر کچھ اور راز تھا اس کے پیچھے۔

بچپن سے لڑکپن میں چھٹنے والے بادل گرج چمک کے ساتھ برس رہے تھے اور بریس کے وجود کو بھگو رہے تھے۔

***

اندھیری رات میں احمد ولا کے ایک کمرے میں ایک لڑکی جلے پاؤں کی بلی بنی پورے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔سوچیں منتشر تھیں۔شہر قائد میں ابھی آدھی رات ہوئی تھی مگر یہاں ابھی چار بج کر پندرہ منٹ ہونے تھے اور اسی وقت اورکاز یعنی کھلاڑیوں کو ٹاسک پورے کرنے میں لگنا تھا۔یہی وجہ تھی سبین کی پریشانی کی۔وہ گھبرائی ہوئی تھی کہ اب آگے اور کیا کیا تماشے دکھانے تھے اس گیم نے۔ایک قیمتی جان کو وہ گنوا چکے تھے مگر

اب اور وقت ضائع نہیں کیا جا سکتا تھا۔خاص طور پر وہ اپنے بھائی کو مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی۔اسی سبب بہت ہمت کر کے وہ آج سِنان سے ملنے بھی گئی تھی مگر اس ملاقات کا کوئی حاصل حصول نہ ہو سکا تھا۔

"اب کیا کروں! دوبارہ سِنان سے کیسے بات کروں؟"اب سبین کے پاس اس کا نمبر بھی تھا اور اس کا تحفتاً دیا گیا موبائل بھی مگر ہمت نہیں ہو رہی تھی خود سے پہل کرنے کی۔

"کم از کم اب کی بار تو وہ خود رابطے میں پہل کریں۔میں انہیں یہ کیوں باور کراؤں جیسے میں مری جا رہی ہوں ان سے بات کرنے کیلیے۔"اب کی بار اس کی نسوانی انا آڑے آ رہی تھی سِنان کو پکارنے میں۔

کتنا ہی ٹہلتی آخر تھک کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔موبائل نزدیک ہی پڑا تھا جسے بارہا دیکھا جا چکا تھا اور ہر بار مایوسی کا سامنا ہوا تھا۔

"لگتا ہے اکیلے ہی کچھ کرنا پڑے گا کیونکہ اب میں کسی اور کو مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔"دل اداس ہوا جا رہا تھا کہ تبھی قدرت کو رحم آیا اور بالآخر اس کے شوہر کا احساس

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

جاگا سو اسی کی مہربانی سے موبائل کی قسمت جاگی اور وہ لرزتے ہوئے جگمگانے لگا۔اس موبائل میں ایک ہی نمبر محفوظ تھا اور وہ سِنان کا ہی تھا۔

سبین نے گہری سانس بھرتے ہوئے موبائل کو دیکھا۔چہرہ چمکا اور پھر خفگی میں ڈھل گیا۔پہلے تو خیال آیا کہ کال کاٹ دے مگر پھر اپنی سوچ کو جھٹک کر کال اٹھائی۔

"ہیلو خانم کیا حال ہیں؟"خوش کن آواز سبین کی سماعتوں میں رس گھولنے لگی۔یہ سِنان کی جانب سے رکھا گیا اس کا نیا نیا نام تھا جو اسے بہت پسند آیا تھا۔

"میں ٹھیک۔۔۔آپ کیسے ہیں؟"وہ شرمائی سی آواز میں گویا ہوئی۔

"میں بھی بالکل ٹھیک۔سوری کچھ دیر ہو گئی کال کرنے میں۔دراصل تمہارے شوہر کا کام کچھ ایسا ہے کہ اسے وقت نہیں ملتا۔امید ہے کہ تم مائنڈ نہیں کرو گی۔"اس کے کہے کے مطابق طرز تخاطب بھی آپ سے تم میں بدل گیا تھا۔

سبین مسکرانے لگی۔ایک ہی جملے میں ساری ناراضگی اڑن چھو ہو گئی۔

"کوئی بات نہیں میں سمجھ سکتی ہوں۔"نرم سی آواز میں جواب دیا گیا۔وہ موبائل کان سے لگا کر سیدھی لیٹ گئی تھی۔دوسری جناب سِنان بھی دائیں بازو کا تکیہ بنائے اس پر سر ٹکائے ہوئے بیڈ پر دراز تھا۔

"نہیں جی ایسا بالکل نہیں ہے۔۔۔یہ آپ صرف ابھی کہہ رہی ہیں ورنہ آپ کو ہی مسئلہ ہوگا میرے ہر وقت کام میں گھسے رہنے پر۔"وہ شرارت سے ہنسا۔جلترنگ سی سبین کے اطراف بجنے لگی۔

"میں آپ کو ایسی لگتی ہوں؟"وہ کچھ روٹھے سے انداز میں پوچھنے لگی۔

شوخ سی آواز سِنان کو سرور دے گئی۔

"تم کیسی لگتی ہو یہ کبھی بعد میں بتاؤں گا ابھی ذرا ایک بات پوچھنی تھی تم سے،کیا پوچھ سکتا ہوں؟"شوخی سے جواب دے کر وہ یکدم سنجیدہ ہوا۔

"جی پوچھیں۔"سبین کی آواز بھی سنجیدگی میں ڈھل گئی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"تمہاری وہ کزن جو تمہارے ساتھ بیٹھی تھی وہ۔۔۔"وہ نام یاد کرتے ہوئے شہادت کی انگلی سے ماتھا سہلانے لگا۔

"زرش۔۔۔"سبین نے نام یاد دلایا۔

"ہاں وہی زرش۔وہ گیم کی کیا بات کر رہی تھی۔وہ گیم جیت گیا،میں نے منع بھی کیا تھا اینڈ آل دیٹ۔۔۔یہ سب کیا تھا،تمہیں پتہ ہے؟"سِنان نے جو بات پوچھی تھی،اس نے سبین کو چونکایا تھا۔وہ اسی بات سے تو خائف تھی۔یہی تو وہ بات تھی جو سِنان کو بتانے کیلیے تڑپ رہی تھی وہ۔

"میں اس بارے میں زیادہ نہیں جانتی مگر۔۔۔"اس نے تھوک نگلا۔کچھ وقت پہلے چھایا خمار کا موسم چھٹ گیا تھا اور حبس بڑھ رہا تھا۔

"مگر تم تھوڑا بہت جانتی ہو،ہے نا؟"سِنان تجسس کے مارے اٹھ بیٹھا۔

"جی۔۔۔"یک لفظی جواب تھا۔

"بتاؤ پھر۔"مقابل کی جستجو بڑھی۔

"میں آپ سے اسی بارے میں بات کرنے کیلیے آئی تھی آج صبح۔"وہ دانتوں سے لب چبانے لگی۔

"اچھا۔۔۔تو کیا بات ہے بتاؤ جلدی۔"اب تو معاملہ اور بھی پیچیدہ ہو گیا تھا۔

"احمر کل رات میرے پاس آیا تھا اور اسی نے مجھے اس گیم کے بارے میں بتایا تھا جس کی وجہ سے لوگ سوسائیڈ کر رہے ہیں۔اس گیم کو جیتنے کیلیے آپ کو سوسائیڈ کرنی ہوتی ہے۔"ہچکچاتے ہوئے سبین نے بات کا آغاز کیا اور پوری بات سِنان کو تفصیل سے کہہ سنائی۔

وہ آنکھیں سکیڑے ہمہ تن گوش تھا۔وہ تفصیل بتا رہی تھی اور اس کا دماغ سوچوں کی تیز گام میں سفر کر رہا تھا۔

"Game,depression,suicide...."

یہی تین الفاظ ذہن میں گردش کر رہے تھے جن کا آپس میں کوئی تال میل بیٹھ نہیں رہا تھا۔

"مطلب کہ تمہارا بھائی بھی اس گیم میں انوالو ہے؟"بات کے اختتام پر سِنان نے گہری سانس خارج کر،سوال کیا۔

"ہاں۔۔۔"سبین افسوس سے گویا ہوئی۔

"مگر مجھے نہیں لگتا کہ ایک گیم کسی کو اس حد تک پہنچا سکتا ہے کہ وہ اپنی جان دے دے۔"وہ ماننے سے انکاری ہوا۔

"مجھے بھی نہیں لگتا لیکن۔۔۔"وہ ٹھہر گئ۔

"لیکن کیا؟"سِنان کو ادھوری بات جاننی تھی۔

"لیکن آج وسیم نے تو اپنی جان دے ہی دی اور وہ بھی گیم کھیل رہا تھا۔"سبین کا دل خوف زدہ تھا۔وہ گو مگو کی کیفیت میں تھی۔

"اس کے پیچھے کوئی اور وجہ بھی تو ہو سکتی ہے۔"وہ ہنوز تردد سے کام لے رہا تھا۔

"اور پھر زرش کے بارے میں کیا کہیں گے آپ؟وہ بھی تو مسلسل یہی کہہ رہی تھی۔"سبین کے پاس ابھی بھی سوال تھے۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"وہ صدمے میں تھی یار اور ایسا آدمی جس کا دماغ ماؤف ہو جائے وہ کچھ بھی بولتا ہے۔"پھر سے سوال رد کیا گیا۔

"نہیں،مجھے نہیں لگتا کہ یہ سب اتنا سمپل ہے۔کچھ نہ کچھ تو غلط ہو رہا ہے۔"وہ بھی اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔

"اچھا تم پریشان مت ہو۔"وہ اس کی آواز سے اس کی کیفیت بھانپ گیا۔

"میں اس بارے میں انویسٹیگیٹ کروں گا۔اگر کچھ پتہ چلا اس بارے میں،تو تمہیں انفارم کروں گا لیکن تم اس بارے میں زیادہ سوچو مت،خواہ مخواہ تمہاری طبیعت نہ بگڑ جائے۔مجھے تمہاری صحت اور زندگی عزیز ہے۔"بھرپور الفاظ میں تسلی کرواتے ہوئے آخری جملے میں اس کی اہمیت کی وضاحت کی گئی۔

وہ مسکرانے لگی۔

"اب بس مسکراؤ گی ہی یا کچھ اور بھی کہو گی؟"

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"بہت شاطر ہیں یہ سِنان۔پہلے مجھے بلش کرواتے ہیں اور پھر تنگ کرتے ہیں۔"وہ سوچوں میں گم ہو کر مسکرائے گئی۔

"میں کیا کہوں؟اب مجھے نیند آ رہی ہے۔"وہ شرارت سے بولی حالانکہ آج نیند آنا مشکل تھا۔

"آج فجر پڑھ کر سونا۔"وہ پھر سے سابقہ انداز میں لوٹ گیا۔

"مجھے سچ میں نیند آ رہی ہے۔میں جاگ نہیں سکتی،تھک گئی ہوں۔"اس کے اعصاب پر تھکن سوار ہوئی اور نیند غالب آنے لگی مگر دل کسی اور وجہ سے بھی کھٹک رہا تھا تبھی وہ اس سے گفتگو دراز نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔

"چلو ٹھیک ہے،کوئی بات نہیں۔تم سو جاؤ،ہم کل بات کریں گے۔"سِنان کو کچھ برا لگا اس کا یوں سپاٹ سا جواب مگر ضبط کر گیا۔

"آپ کو برا تو نہیں لگا نا؟"احتیاط میں ڈوبی آواز تھی اور سِنان کو اندر تک ٹھنڈک بخش گئی تھی۔

"تمہارا آرام میرے لیے اہم ہے،باتیں کرنے کیلیے عمر پڑی ہے۔ہم بھی یہی ہیں اور تم بھی یہیں ہو۔"دوبارہ سے اس کا موڈ خوشگوار ہو گیا تھا۔

"اللہ حافظ۔"شرمیلی سی نسوانی آواز میں خیرباد کہا گیا۔

"اللہ حافظ۔"اس نے بھی جواب دیا اور رابطہ منقطع ہو گیا۔اس کے بعد کے حالات دونوں کمروں میں مختلف تھے۔

"کچھ تو ہے جو چھپا ہوا ہے۔اب تو مجھے بھی لگ رہا ہے کہ وسیم کی موت کسی بڑے راز سے جڑی ہوئی ہے اور اس کے حقائق تک پہنچنا ضروری ہو گیا ہے۔"سِنان اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہو گیا تھا۔اب اسے اس معاملے کی تہہ تک پہنچنا تھا اور خود اس کے حقائق دوسروں کے سامنے لانے تھے۔پہلے وسیم کی اچانک ہوئی حادثاتی موت پھر اس کے والد کے انکشافات اور وہ زخم اور مچھلی کی تصویریں پھر زرش کی بے سر و پا باتیں اور اب سبین کی گیم کے متعلق دی گئی معلومات۔۔سِنان کی جاسوسی طبیعت کو اب چین نہیں پڑ رہا تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

دوسری طرف سبین کا کمرہ تھا جہاں وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی اور آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی تو پھر اس نے سِنان سے جھوٹ کیوں کہا تھا کہ اسے نیند آ رہی ہے جبکہ اس کے چہرے کی اڑی ہوائیاں تو کچھ اور ہی قصیدہ سنا رہی تھیں۔

"کتنی ہمت کی تھی پھر بھی پوری بات بتانے کا حوصلہ نہیں ہوا۔"سوچوں میں ہلچل مچی ہوئی تھی یعنی کچھ تو تھا جو ابھی راز تھا اور یہ راز رات کے ساتھ سبین کے وجود پر بھی بھاری تھا۔

***

سیاہ اندھیری رات روشنی کی سمت سفر کر رہی تھی۔روشنی کے مسافروں کو اندھیرے سے ہو کر گزرنا تھا۔کچھ لوگوں کے حصے میں روشنی کی منزل آنی تھی تو کچھ لوگوں نے اندھیرے میں ہی گم ہو جانا تھا۔روشنی جو لازماً چہار سو پھیلنی ہی تھی مگر جلد باز نفوس اس سے محروم ہو کر اندھیروں کی نذر ہو جانے تھے۔

رات نے چار کا ہندسہ عبور کیا۔مختلف گھروں میں لگی مختلف اقسام کی گھڑیاں ٹک ٹک کرتی چار بج کر پندرہ منٹ پر رکیں تو اندھیرے میں ہلچل سی مچ گئی۔موبائل اور لیپ ٹاپ کی

روشنی نے اندھیرے میں ہلکا سا ارتعاش پیدا کیا تھا کیونکہ یہ روشنی امید کی نہیں انسان کی مضطرب ایجادات سے نکلتی مصنوعی روشنی تھی جو انسان میں ہیجان پیدا کرتی ہے۔

اب دنیا ایک چھوٹے سے گاؤں کی مانند نظر آ رہی تھی اور مختلف جگہوں کے مناظر بصارت کے سامنے واضح ہو رہے تھے۔دنیا کے مختلف کونوں میں چلتے مناظر گویا فلم کی صورت ایک ساتھ دکھائی دینے لگے تھے۔

نوجوان نسل اورکا کا شکار ہو رہی تھی اور یہ بیماری تیزی سے ان کے درمیان پھیل رہی تھی۔پھیلتی ہوئی جان لیوا بیماری کے مریضوں کے حالات ایک ایک کر نظروں میں سما رہے تھے۔سماعتیں رات کی خاموشی سننے لگی تھیں۔

"کیا آپ اورکا بننے کیلیے تیار ہیں؟"ایک پیغام تھا جو بیک وقت کئی سکرینوں پر روشن ہوا تھا۔ایک سوال تھا جو بیک وقت کئی نوجوانوں سے کیا گیا تھا۔ایک کھائی تھی جس میں بیک وقت مستقبل کے سہانے خوابوں کو پھینکا گیا تھا۔

نوجوانوں کے چہرے خوشی سے دمکنے لگے تھے تو کئیوں کے چہروں پر اضطراب تھا اور کافی سارے خوف میں مبتلا تھے مگر جواب سب نے ہی ایک دیا تھا۔کیا اتفاق تھا!

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"یس۔۔۔"یک لفظی جواب تھا جو تمام ہی سکرینوں پر منتخب کیا گیا تھا گویا یہی اس کا صحیح جواب تھا یا شاید یہی اس کا واحد جواب تھا۔باوجود دوسرے انتخاب کی موجودگی کے،منتخب صرف ایک ہی کرنا تھا۔سب نے ہی ہاں کرنی تھی کیونکہ اگر وہ اس کا جواب انکار کی صورت دیتے تو ہرجانہ بڑا بھاری تھا اور وہ تو ابھی بچپن سے نکل کر لڑکپن میں آئے تھے۔ان کے دل جلدی سہم جاتے تھے۔وہ ابھی والدین سے ڈرتے تھے۔انہیں لوگوں کا خوف تھا۔ان میں اعتماد کی کمی تھی۔وہ اپنی غلطی کو قبول کرنے کا حوصلہ نہیں پاتے تھے کیونکہ یہ انہیں کسی نے سکھایا ہی نہیں تھا۔

جواب ہاں میں آیا اور خونی کھیل شروع ہوا۔۔۔

اونچے پل پر کھڑی لڑکی نیچے کی سمت دیکھتی ہوئی،توازن برقرار رکھنے کی کوششوں میں تھی۔وجود لرز رہا تھا گویا ابھی گر پڑے گا مگر کوشش بھرپور تھی۔دماغ سے ڈر کو نکالنے کی کوشش۔

"اس طرح سے یہاں کھلی ہوا میں کھڑے ہونے میں کتنا مزہ آ رہا ہے۔"کچھ دیر خوف نے قابو میں رکھا پھر بالآخر دماغ خوف سے آزاد ہو کر آرام دہ حالت میں چلا گیا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

یہ منظر ختم ہوا تو رات نے ایک اور راز سنبھالا۔بند کمرہ تھا،لیپ ٹاپ سے نکلتی روشنی تھی،باقی ماندہ جگہ اندھیر تھی اور تھا ایک وجود جو لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھا تھا۔سکرین پر انگریزی میں لکھے الفاظ روشن تھے۔

"اس لنک پر کلک کر کے ویڈیو دیکھیں۔"پیغام جونہی کوندا لڑکے نے ہدایت پر عمل کیا اور یوں خوفناک مناظر سکرین پر نظر آنے لگے۔

عجیب و غریب مخلوقات تھیں۔بگڑے ہوئے چہروں پر خوفناک مسکراہٹیں سجائے،مسلسل سکرین پر گردش کر رہی تھیں۔کچھ مخصوص رنگ تھے جو سکرین پر حرکت کر رہے تھے۔یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے سکرین سے باہر نکل آئیں گے۔لڑکے کے رونگھٹے کھڑے ہو رہے تھے مگر ویڈیو دیکھنا لازم تھا،ٹاسک جو پورا کرنا تھا۔

"کب ختم ہو گی یہ ویڈیو!"آواز میں خوف نمایاں تھا مگر پھر بھی وہ سکرین پر سے نظریں نہیں ہٹا رہا تھا۔وجہ وہی تھی کہ ٹاسک تھا تو پورا کرنا تھا گویا کوئی اس پر نظریں جمائے بیٹھا ہو۔وہ لڑکا اس ویڈیو میں چلتی پھرتی اشکال اور بڑی چھوٹی ہوتی رنگوں میں لپٹی تصویروں سے خائف ہو رہا تھا مگر آنکھیں بغور اس پر ٹکی ہوئی تھیں۔

کچھ وقت سرکا پھر منظر ہی بدل گیا۔وہ لڑکا جو ابھی تک جھنجلاہٹ میں تھا،اب ان رنگوں کے اثر میں آ کر سکون پا چکا تھا۔دماغ نے اس چیز سے دور ہٹنا چاہا مگر نگاہوں کے انکار نے دماغ کو پسپا کر دیا اور یوں آنکھوں کو انہی رنگوں کے درمیان چھوڑ،دماغ مطمئن ہو گیا۔

اگلا منظر اگلی کہانی دکھا رہا تھا۔تیز دھار بلیڈ ہاتھ میں پکڑے وہ کانپ رہی تھی۔ہاتھ لے جا کر بازو کے نزدیک کیا ہوا تھا اور آنکھیں میچی ہوئی تھیں۔

"یا اللہ۔۔۔سسسس۔۔۔۔"بالآخر درد برداشت کیا اور ایک زخم اپنی کلائی کے اوپری حصے پر ڈالا۔کٹ زیادہ گہرا نہیں تھا مگر بائیں آنکھ سے آنسو کا قطرہ اور کلائی سے خون کا قطرہ ایک ساتھ سیدھ میں گر کر بے مول ہوئے تھے۔

ایک اور کمرہ تھا،ایک اور قصہ تھا۔سادہ سفید کاغذ اور ہاتھ میں موجود پنسل ربڑ،یہ چیزیں تو پتہ دے رہی تھیں کہ وہ جواں سالہ لڑکا کوئی خوبصورت سی تصویر بنانے لگا تھا۔کوئی سینری یا پھر کوئی پیارا سا پھول یا غالباً کوئی آزاد اڑتی ہوئی تتلی۔۔۔ہاں وہ بنا تو تصویر ہی رہا تھا مگر تصویر ابھی ہاتھ کے نیچے تھی تو واضح نہیں تھی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"اوہ شکر ہے بن گئی۔کب سے کوشش کر رہا تھا۔میری تو ویسے ہی ڈرائنگ خراب ہے۔"سکھ کا سانس خارج ہوا اور ہاتھ کی آڑ ہٹی۔اب تصویر واضح تھی،وہ تو ایک مچھلی کی تصویر تھی۔وہیل نما مچھلی۔۔۔

اگلے نظارے میں ایک اور وجود تھا اور یہ جگہ کھلی ہوئی تھی۔کوئی اندھیرا یا روشن کمرہ نہیں بلکہ ہواؤں سے بھری ایک کھلی چھت تھی۔

ہاتھ میں نوکیلی سوئی تھی اور وہ لڑکا اس سوئی کو اپنے بازو میں گھونپ رہا تھا۔سوئی ایک جگہ گھستی اور باہر نکلتی،خون کا ایک ننھا سا نقطہ ابھر جاتا۔بڑا ہی دلخراش منظر تھا کہ دیکھ کر روح فنا ہو رہی تھی اور اس وجود کی تکلیف کا احساس دل کو چھلنی کر رہا تھا مگر یہ کیا مشاہدہ کیا تھا رات کے اس پورے چاند کی روشنی نے کہ وہ وجود پرسکون تھا۔اس کا چہرہ مسرت میں ڈوبا ہوا تھا۔یوں جیسے اسے درد کی بجائے راحت محسوس ہو رہی ہو۔وہ ایک سوراخ اپنے بازو پر کرتا اور خون کا وہ ننھا سا نقطہ دیکھتا اور جھوم جھوم جاتا۔دماغ نے اس عمل میں سکون ڈھونڈ لیا تھا تبھی یہ چیز اسے ڈرانے یا درد دینے کی بجائے مزہ دے رہی تھی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

یہ تھی نشے کی لت اور لوگ سمجھتے ہیں کہ محض شراب نوشی ہی نشہ ہو۔ارے نہیں بھئی نشہ تو کوئی بھی ایسی شے ہے جو دماغ پر یوں حاوی ہو جائے کہ پھر وہ چیز جو عقل و فہم والے انسان کو درد یا تکلیف دیتی ہو،لت میں پڑے آدمی کو سکون اور سرور بخشتی ہے۔لت چاہے کسی بھی شے کی ہو بری۔۔۔یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام نے نشے کو حرام رکھا ہے۔ہم مانتے ہیں کہ اسلام دینِ فطرت ہے لیکن کیا ہمیں یہ پتہ ہے کہ دینِ فطرت کا مطلب کیا ہوتا ہے؟

دینِ فطرت مطلب وہ دین جو فطرت پر ہو یعنی کہ اس میں بیان کردہ چیزیں اس سے منسوب وجود کی فطرت کی عکاس ہیں۔اللہ نے اسلام کو ہمارے لیے بطور دین منتخب کیا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری خطبہ میں یہ بات واضح کر دی تو اس کا مطلب صاف ہے کہ جو کچھ بھی اس میں ہے وہ حق ہے اور وہی انسان کی فطرت کے مطابق ہے۔جب اسلام میں لت اور نشے سے دور رہنے کی تاکید آئی ہے تو دور رہنا ہے اور یاد رکھنا ہے کہ نشہ یا لت محض شراب نوشی جیسی اشیاء کی نہیں ہوتی بلکہ کوئی بھی چیز جو دماغ کو حد سے زیادہ سرور دینے لگے،وہ نشہ ہے۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

رات کے اندھیرے میں ایک اور اندھیرا کمرہ دکھائی دیا مگر اس کے اندر چلتے مناظر دکھائی نہ پڑتے تھے۔وجہ سیاہی تھی جس کی سبب بصارت میں کچھ نہ سما رہا تھا لیکن سماعتوں میں شور سا سنائی پڑ رہا تھا۔ایک مخصوص دھن تھی جو اس کمرے میں گونج رہی تھی۔اس دھن کی ایک مخصوص فریکوئنسی تھی اور وہ اسی پر مسلسل چل رہی تھی۔وہاں کوئی ذی نفس دکھائی نہ پڑ رہا تھا،بس ایک دھن تھی جو مخصوص انداز میں بج رہی تھی۔

اچانک سماعتوں میں دھن کے علاوہ کسی کے قدموں کی چاپ بھی سنائی دینے لگی۔کوئی چل رہا تھا مطلب کوئی ایک شخص تو وہاں موجود تھا۔اب وہ سیٹی بجانے لگا تھا۔سیٹی کی مستی بھری دھن،اس مخصوص دھن میں شامل ہو گئی پھر چٹکیاں بجنے لگیں گویا سننے والے کو لطف آنے لگا تھا۔

"یہ کتنا اچھا میوزک ہے۔اسے سنتے ہوئے تو الگ ہی مزہ آ رہا ہے۔اسے تو میں پورا دن سن سکتا ہوں۔"اندھیرے نے آواز سنی۔کسی نو عمر لڑکے کی آواز۔سرور سے بھری مخمور آواز۔اس کا دل اس دھن کے ساتھ بے ہنگم دھڑک رہا تھا اور رونگھٹے کھڑے ہو رہے تھے۔وہ آواز جو کسی بھی ہوش مند آدمی کو پریشان کر دے،اسے مزہ دے رہی تھی۔وہ

دھنیں اس کے دماغ کو جکڑ چکی تھیں۔پہلے پہل تو یہ بری لگی تھیں مگر اب ان دھنوں میں سکون مل رہا تھا۔اصل میں وہ دھن تھی کیا؟

"ریت کی کھس کھس کرتی آواز کے درمیان جلترنگ کی مدھر دھن۔۔۔"یہ تھی وہ آواز جو دھن کی صورت سناٹے کو چیر رہی تھی۔یہ آواز خوفناک تھی مگر کیوں؟جلترنگ کی آواز تو مدھر ہوتی ہے پھر مدھر آواز ڈرا کیوں رہی تھی؟ڈر کی اصل وجہ وہ آواز نہیں،اس آواز کا ایک ہی فریکوئنسی پر چلنا اور رات کے گھور سناٹے میں اس کا بجنا،یہ تھیں وہ وجوہات جو سہما سکتی تھیں ایک وجود کو کہ جس کے دماغ پر شر غالب ہو اور تھی ایک وجہ یہ کہ ان آوازوں کی تصویر نہیں تھی بس سماعتوں میں گونج رہی تھیں پھر جب آوازیں تصویروں سے خالی ہو جائیں تو ڈر حاوی آ تا ہے۔

"تھوڑی سی آواز اور بڑھا دیتا ہوں۔ویسے بھی ابھی سب سو رہے ہیں اور یہاں سے مام ڈیڈ کے کمرے تک آواز کہاں ہی جائے گی جو کوئی مسئلہ پیدا ہو۔"لت اور طلب بڑھتی جا رہی تھی سو اس نے آواز بڑھا دی۔

"روح تک سکون اتر رہا ہے۔"جسم سے ہو کر بات روح تک جا پہنچی تھی۔

یونہی تو موسیقی کو روح کی غذا نہیں کہتے لیکن کیا سچ میں یہ سب اس لیے ہو رہا تھا کہ موسیقی روح کی ضرورت یا غذا ہے۔ہر گز نہیں۔۔۔

تو پھر اس سرور اور سکون کی وجہ کیا تھی؟

اس کی وجہ تھی دماغ۔انسانی دماغ بڑا پیچیدہ ہے۔موسیقی انسان کے دماغ کو جکڑتی ہے اور اسے بےبس کرتی ہے،مست کرتی ہے اور دنیا و مافیہا بھلا دیتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے موسیقی کو حرام قرار دیا ہے۔اب توجہ طلب بات یہ ہے کہ موسیقی کیا ہے؟

کوئی بھی ایسی دھن جو آپ کے اندر ہیجان پیدا کر دے۔آپ کو یوں محسوس ہو کہ آپ کے رونگھٹے کھڑے ہو رہے ہیں،آپ کے دل کی دھڑکنیں بڑھ رہی ہیں اور آپ کا سانس چڑھنے لگا ہے پھر یکدم وہ ہیجان اتنا بڑھے کہ آپ کو سکون بخش دے کہ آپ سرور کی انتہاؤں کو پہنچ جائیں،یہ ہے موسیقی۔۔۔

ایکڑ کی زمین پر پھیلا ہوا لان اور اس میں موجود بڑا سا تالاب نما سوئمنگ پول جس کا پانی انتہائی ٹھنڈا تھا۔دسمبر کا مہینہ تھا سو دنیا کے تقریباً ہر ہی ایک کونے میں سردی تھی اور یہ اسی چھوٹی سی دنیا میں موجود ایک کونا تھا۔اس موسم میں لوگ آتش دان کے سامنے بیٹھے

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

آگ تاپتے ہیں کہ اپنے جسم کو گرمائش دیں اور سردی سے بچ سکیں پھر یہ وہ جگہ تھی جہاں سردی پڑتی بھی غضب کی تھی اور وقت چار کے بعد کا تھا سو اس وقت منجمد کر دینے والی ہوائیں چل رہی تھیں۔انہی ہواؤں کی سبب پانی حرکت کر رہا تھا کہ تبھی عجیب منظر دیکھا گیا۔

ایک شخص سیاہ بنیان اور نیلے رنگ کی گھٹنوں سے اونچی ڈینم جینز پہنے ہوئے،سوئمنگ پول کے نزدیک آکر کھڑا ہوا۔وہ نوجوان لڑکا تھا اور ہوائیں اسے تھر تھر کانپنے پر مجبور کر رہی تھیں مگر آنکھوں میں ایک جذبہ تھا۔کچھ کر گزرنے کا جذبہ مگر رات کے اس پہر،اس طرح کے لباس میں،ایسی جگہ پر کھڑے ہو کر،وہ یقیناً کوئی نیک نامی کا کام نہیں کرنے والا تھا۔

"آج کا ٹاسک بڑا ہی عجیب ہے۔بس سوئمنگ پول میں نہا کر میں بیمار پڑ جاؤں ورنہ پھر کچھ اور ٹرائی کرنا پڑے گا۔"کپکپاتی آواز بمشکل برآمد ہوئی مگر باتیں سمجھ سے بالاتر تھیں۔

اتنا کہہ کر وہ ٹھنڈے ٹھار پانی میں کودا۔ جسم نے پانی میں غوطہ لگایا اور اس کا سانس جم گیا۔دل رکا اور منہ کھل گیا۔ جسم جمنے لگا تو دماغ نے پیغامات بھیجے اور یوں اہم اعضاء کو محفوظ کرنے کیلیے جسم نے کانپنا شروع کر دیا۔وہ کانپ رہا تھا مگر باہر نکلنے کا روادار نہ تھا۔

"بس تھوڑی دیر اور پانی میں رہوں گا تا کہ بیمار پڑ جاؤں۔"دماغ میں نہ جانے کیسی خرافات جاری تھی جو اسے موت سے بھی خوف نہ آرہا تھا۔

کچھ دیر میں دماغ نے یا تو اسے اس ٹھنڈ کا عادی کر دینا تھا یا پھر اسی ٹھنڈ میں اس کی موت واقع ہو جانی تھی۔

"یہ تو بہت زیادہ اونچائی ہے۔آج سے پہلے ایسا لگا ہی نہیں کہ تین فلورز اتنے ہائیٹڈ ہوتے ہیں۔"سیاہ رات ایک گھر کی سنسان چھت پر ایک اور منظر کی گواہ بن رہی تھی۔وہ لڑکی اونچائی پر کھڑی کچھ گھبرا رہی تھی۔دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑتی وہ کشمکش میں تھی۔

ٹراوزر کی جیب میں رکھا موبائل لرزا تو وہ یکدم گرتے ہوئے سنبھلی۔اس آواز نے اس کی محتاط کوششوں میں خلل ڈالا تھا۔اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر دل کو سنبھالا اور موبائل جیب سے نکال کر کھولا تو سامنے لکھے انگریزی کے الفاظ اسے مزید سہما گئے۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"اگر ٹاسک پورا نہیں کیا تو سزا کیلیے تیار رہنا۔۔۔"

"اوہ گاڈ اب تو کرنا ہی پڑے گا۔کوئی بات نہیں بس تھوڑی سی ہمت کرنی ہے۔"وہ اپنے آپ کو حوصلہ دیتی ہوئی کچھ آگے بڑھی اور نیچے بیٹھ گئی۔دونوں پاؤں موڑ کر اٹھائے ہوئے تھے پھر وہ پنجوں کے سہارے کچھ آگے بڑھی اور بالآخر سرے تک پہنچی۔

"اب بس پاؤں نیچے لٹکانے ہیں۔"بڑی ہمت کر کے اس نے پہلے دایاں پیر نیچے لٹکایا۔

"اللہ۔۔۔بچا لو۔۔۔"پھر بڑی احتیاط سے دوسرا پیر نیچے لٹکایا اور گرنے لگی کہ تبھی بر وقت ہاتھوں کو پیچھے سطح پر جما کر بچ گئی۔

"اب جلدی سے فوٹو کھینچ کر بھیج دیتی ہوں۔"اس نے جیب سے موبائل نکالا۔ایک ہاتھ ہنوز سطح پر جما تھا۔موبائل نکال کر کیمرہ کھولا اور اپنے ہوا میں لہراتے ہوئے پیروں کی تصویر اتاری۔

"شکر ہو گیا۔"شکر کا سانس خارج کر وہ اب پیچھے کو کھسکنے لگی تا کہ اٹھ سکے۔کھسک کھسک کر آخر کار وہ سرے سے دور ہو گئی اور اس کے پیر بھی سطح پر آ گئے۔دل ہنوز خوف زدہ

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

ہو کر دھڑک رہا تھا تبھی فوراً سے کھڑے ہونے کی ابھی ہمت نہ تھی مگر ایک خوشی سی تھی چہرے پر۔ٹاسک پورا ہو جانے کی خوشی!نہ، دماغ کی چال تھی یہ کہ اس لڑکی کو ایسا محسوس کروا رہا تھا کہ اس کیلیے یہ کام کتنا آسان تھا۔دماغ نے ڈر نکال دیا تھا۔

جو لوگ دنیا میں خطرناک جھولے جھولتے ہیں یا پھر خطروں سے کھیلتے ہیں گویا کہ زندگی سے کوئی معاہدہ کیا ہو،ان کے پیچھے کے عوامل کیا ہوتے ہیں؟کیا وہ ہوش مندی میں ایسا کرتے ہیں؟نہیں عام طور پر تو انسان ایسی چیزوں سے خوف کھاتا ہے کہ جس میں جان کا خطرہ ہو لیکن ایسے لوگ جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی سے کھیلتے ہیں،ان کا دماغ انہیں ان سب چیزوں میں مطمئن کر چکا ہوتا ہے۔دماغ ڈر کی بجائے لطف کو حاوی کر دیتا ہے سو انہیں خوف آنے کی بجائے مزہ آنے لگتا ہے۔یہ دماغ کی صفت ہے ایک جذبے پر جب دوسرا جذبہ قابو پاتا ہے تو دماغ اس کے حصار میں چلا جاتا ہے پھر دماغ اگر اس میں سکون تلاش کر لیتا ہے تو انسان کو اس میں مزہ آنے لگتا ہے۔

یہ سب دماغوں کے کھیل ہیں ورنہ کوئی گیم کسی کی جان نہیں لیتا مگر کوئی گیم ہی کسی کی جان لیتا ہے۔ہمیشہ اس چیز کو یاد رکھنا چاہئیے کہ ہر بات کے دو پہلو ہوتے ہیں۔بھلے وہ جملہ ایک ہی ہو مگر ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔

رات کی سیاہی انسانوں کی سیاہی کو اپنے اندر چھپائے ہوئے تھی اور مزید اندھیر ہوتی جا رہی تھی۔رات میں شیاطین غالب تھے اور انسان کا وجود تھا مغلوب۔۔۔۔

***

رات گزر رہی تھی۔اندھیرا روشنی کی سمت بڑھ رہا تھا۔روشنی ہونے میں بس کچھ ہی عرصہ باقی تھا۔عرصہ بھی کہاں دو ڈھائی گھنٹے ہی باقی تھے۔سرد راتیں تھیں نا تو اندھیرے کا قیام تھوڑا زیادہ تھا مگر زیادہ سے زیادہ بھی کتنا زیادہ ہوتا؟صبر سے اگر مسافر اندھیرا کاٹ لیں تو پھر روشنی نے ہی استقبال کرنا تھا نا مگر ہر ذی نفس یہ بات نہیں سمجھتا اور اندھیروں میں گم ہو جاتا ہے۔

گھڑی کی ٹک ٹک ہتھوڑے کی مانند اس اندھیرے کمرے میں موجود لڑکے کے سر پر بج رہی تھی۔چھوٹی سوئی چار پر تھی اور بڑی سوئی تیزی سے چار کے ہندسے پر پہنچ رہی

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

تھی۔اس لڑکے کا وجود پسینے سے تر تھا۔موبائل ہاتھ میں تھا جس پر ایک پیغام روشن تھا۔تنبیہہ کرتا ہوا پیغام۔۔۔

"اگر ٹاسک پورا نہیں کیا تو سزا کیلیے تیار رہنا۔۔۔"انگریزی میں لکھا یہ پیغام واضح دھمکی تھا اور وہ اس دھمکی کے اثر میں تھا۔

"احمر تم کمرے میں جاؤ اپنے اور سو جاؤ،کوئی ٹاسک ابھی پورا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں کچھ کرتی ہوں۔"تسلی دیتے الفاظ کی بازگشت ذہن میں سنائی دینے لگی مگر خاطر خواہ اثر نہ ڈال سکی۔

"ٹک۔۔۔ٹک۔۔۔ٹک۔۔۔"اور بالآخر گھڑی کی سوئیاں اس خطرناک ہندسے پر آ ٹھہریں۔دماغ شل ہو گیا۔اس نے تھوک نگلا۔

یکدم سناٹے کو اس کے ہاتھ میں موجود موبائل سے اٹھتی جھنجھناہٹ نے توڑا۔سناٹا گہرا تھا تو سانسوں کی آواز تک سنائی دے رہی تھی۔

اس نے سکرین نظروں کے سامنے کی۔

"اور کا کالنگ۔۔۔"میسنجر پر کال آ رہی تھی۔آنکھیں خوف سے باہر نکل آئیں۔

"سوری آپی مگر میں آپ میں سے کسی کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔یہ سب میری غلطی ہے اس لیے اچھا ہے کہ میں مر جاؤں۔"تھوک نگل کر نم آنکھوں کو رگڑتے ہوئے اس نے کال اٹھائی۔

"کیا آپ گیم میں آگے بڑھنے کیلیے تیار ہیں؟"سپیکر سے سرد سی آواز ابھری۔انگریزی میں کہے گئے الفاظ تھے۔

"جج۔۔۔جی۔۔۔"اٹک کر جواب دیا گیا۔

"کیا آپ کے ارگرد کوئی موجود ہے؟"ایک اور سوال،آواز مزید سرد۔

"نہیں۔۔۔"اس نے تھوک نگلا۔پسینہ خشک ہونے لگا اور سانس رکنے لگی۔

"آپ اس وقت کہاں ہیں؟"مزید سوال۔

"اپنے کمرے میں۔"اس نے ارگرد کا جائزہ لیتے ہوئے فوراً سے جواب دیا۔

"آپ کے گھر میں کتنے افراد ہیں؟"ایک اور سوال جو ذرا ذاتی نوعیت کا تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

وہ سوچ میں گم ہو کر چپ ہو گیا۔

"یہ بات انہیں بتانا صحیح رہے گا کیا؟"وہ سوچ رہا تھا۔

"وقت نہیں ہے آپ کے پاس جلدی بتائیں۔"کرخت آواز میں دھمکی تھی۔

"چار۔۔۔چار لوگ ہیں۔"اس نے بھیگی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تو اب آپ جلدی جلدی ٹاسک پورے کریں تا کہ گیم جیت سکیں۔جیتنا ہے نا گیم؟"جملے کے آخر میں سوال تھا مگر آواز ایسی تھی کہ سنسنی سی دوڑا دے۔

"جی۔۔۔"دل ڈوبا جا رہا تھا مگر ہاں ہی کرنا تھی کیونکہ مقابل یقیناً نہ سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"شاباش۔۔یاد رکھیں آپ پر نظر ہے ہماری۔کوئی بھی چالاکی کام نہیں آئے گی۔ایک بار آپ گیم میں گھس گئے تو نکلنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔یوں بھی یہ گیم آپ جیسے لوگوں کیلیے ہی بنایا گیا ہے جو اپنی زندگی کی مشکلوں سے آزادی چاہتے ہیں۔"یہ کہہ کر دوسری جانب سے کال کاٹ دی گئی اور احمر یونہی موبائل کان سے لگائے کھڑا رہا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"مگر مجھے تو کوئی مشکل ہی نہیں تھی۔وسیم تم نے یہ سب کیوں کیا؟"وہ نیچے بیٹھ گیا تھا۔موبائل ہاتھ سے نکل کر فرش پر گر پڑا تھا۔آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور سسکیوں کے درمیان وہ اپنے مرے ہوئے دوست سے مخاطب تھا۔

اب اندھیرے میں محض سسکیاں گونج رہی تھیں اور منظر سیاہ تھا۔

* * *

وسیم کی موت کی اگلی رات تھی۔اس کا گھر آج بھی سوگ میں ڈوبا ہوا تھا۔رات کا تیسرا پہر،گھڑی نے چار بج کر بیس منٹ کا وقت دکھایا اور اسی گھر کے ایک کمرے میں بیٹھی ایک لڑکی کو موبائل پر پیغام موصول ہوا۔وہ جو چہرہ گھٹنوں میں دیے بیٹھی تھی،وائبریشن کی آواز پر اٹھی۔چہرہ سرخ تھا،آنکھوں کے پپوٹے سوجے ہوئے تھے اور ہونٹ خشک تھے۔پونی میں سے نکلتے بال گواہی دے رہے تھے کہ ایک یا دو دن پہلے انہیں سنوارا گیا تھا۔

پورے گھر میں خاموشی کا راج تھا۔وقت ہی ایسا تھا۔اس وقت یا تو پرہیزگار جاگا کرتے ہیں یا کاروبار زندگی میں مصروف لوگ یا پھر شیطان کے نرغے میں پھنسے قابلِ ترس افراد۔۔۔

پورا گھر سناٹے میں اور ایک کمرہ روشن۔۔۔رات کے اس پہر جاگتی ہوئی ایک لڑکی زرش جو ایک اہم کام کی وجہ سے جاگ رہی تھی۔ساتھ ہی ایک صدمہ بھی تھا دل و دماغ پر حاوی۔۔۔اس نے بڑی دقتوں سے موبائل اٹھایا اور کھول کر نظروں کے سامنے کیا۔پیغام واضح ہوا۔

"اگر ٹاسک پورا نہیں کیا تو سزا کیلیے تیار رہنا۔۔۔"انگریزی میں لکھے الفاظ پڑھ کر وہ رونے لگی تھی۔

"نہیں کرنا۔۔۔نہیں کرنا مجھے کوئی ٹاسک پورا۔۔۔"اس نے پیغام پڑھ کر موبائل ایک جھٹکے سے پھینک دیا۔موبائل فرش پر پھسل کر الماری کے نیچے گم ہو گیا۔

"میں کیا کروں؟کسے بتاؤں؟ماما پاپا کو تو بتا نہیں سکتی پھر کیا کروں۔"وہ روتی ہوئی بڑبڑا رہی تھی۔

"کسی کو بھی نہیں پتہ وسیم نے کیا اور کیوں کیا مگر۔۔۔"وہ اس نقطے پر ساکت ہوئی اور خلا میں دیکھتی ہوئی کل رات ہوئے واقعے کو یاد کرنے لگی۔ماضی کی رات میں چھپے راز کھلنے لگے۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

زرش کا موبائل بج رہا تھا۔وہ فیس بک چلا رہی تھی۔اس وقت رات کا ساڑھے چار ہو رہا تھا مگر وہ جاگ رہی تھی۔یوں بھی کچھ دنوں سے دیر رات تک جانا اس کا وطیرہ بن گیا تھا کیونکہ اسے ٹاسک پورے کرنے ہوتے تھے۔ابھی اس نے پانچ چھ ٹاسک ہی پورے کیے تھے اور آگے جو ٹاسک ملا تھا وہ پورا کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔وجہ اس کی بس یہی تھی کہ ہر گزرتا ٹاسک اسے موت کے قریب لے جا رہا تھا سو وہ کچھ دیر کیلیے تازہ دم ہونے کی سبب فیس بک دیکھنے بیٹھی تھی تبھی موبائل بجنے لگا تھا۔سکرین پر وسیم کا نام جگمگاتا ہوا نظر آیا تو اس نے کوفت سے کال اٹھائی اور موبائل کان سے لگا لیا۔

"ہیلو کیا ہے وسیم؟"اکتائی ہوئی آواز تھی۔

"میں اوپر چھت پر کھڑا ہوں۔"دوسری جانب وسیم کی آواز میں جوش تھا۔

"کیوں؟"یونہی سوال کیا تھا۔باقی وجہ جاننے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

"میں گیم جیتنے کیلیے چھت پر آیا ہوں۔"جوش میں کوئی کمی نہیں آئی تھی جبکہ زرش یہ سن کر اٹھ بیٹھی تھی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"کیا مطلب گیم جیتنے کیلیے؟"اسے اچھے سے اندازہ تھا کہ گیم جیتنے کا اصل مطلب کیا تھا۔

"میرے ٹاسک پورے ہو گئے ہیں اور اب میں آخری ٹاسک پورا کرنے لگا ہوں۔"وہ بہت سکون سے گویا ہوا۔اس کی آواز میں خوف ڈھونڈے سے بھی نہیں مل رہا تھا۔

"لیکن تمہارا آخری ٹاسک اتنی جلدی کیسے آگیا؟"زرش کو اچھنبا ہوا۔

"کیونکہ میں پہلے سے اس گیم میں تھا اور تم لوگوں کو بعد میں بتایا تھا۔"وسیم نے انکشاف کیا جس پر زرش کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔

"مطلب تم نے ہم سب سے جھوٹ بولا تھا۔"وہ صدمے میں تھی۔

"اب چھوڑو یہ سب اور بس میں نے یہ بتانے کیلیے کال کی تھی کہ میں چھت سے کود رہا ہوں تو بس تمہیں بتانا چاہ رہا تھا۔تم چاہو تو ماما پاپا کو بتا دینا ورنہ رہنے دینا۔"وسیم نے اپنے والدین کا حوالہ دیا جو زرش کے تایا تائی تھے۔

"وسیم پلیز ڈونٹ ڈو دِس۔۔۔تم نیچے آجاؤ۔ایسا مت کرو۔بڑے پاپا اور بڑی ماما کے بارے میں سوچو۔"وہ اس کی منت کر رہی تھی۔آنسو آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔

"اب کچھ نہیں ہو سکتا زری مجھے یہ آخری ٹاسک پورا کرنا ہے اور کچھ نہیں۔اور رہی بات ماما پاپا کی تو وہ کچھ دن میں سنبھل جائیں گے۔"وہ اس کی کوئی بات ماننے کیلیے تیار نہیں تھا۔

"پلیز وسیم ایسا مت کرو۔"وہ التجا کر رہی تھی۔

"میں اتنا ڈرپوک نہیں کہ ایک بار فیصلہ کر کے پیچھے ہٹ جاؤں۔میں نے جب گیم کھیلنا شروع کیا تھا تبھی سوچ لیا تھا کہ اس گیم کو آخر تک پہنچاؤں گا اور جیتوں گا۔اس لیے اب تم بیچ میں مت آؤ۔"وہ واضح الفاظ میں اپنا فیصلہ سنا چکا تھا۔

"وسیم پلیز۔۔"وہ ابھی بھی ملتجی آواز میں گویا ہوئی۔

"بائے زرش۔۔۔میں جا رہا ہوں۔"اتنا کہہ کر اس نے کال منقطع کر دی۔

زرش نے موبائل کان سے ہٹایا اور اسے میسج کرنے لگی۔تیزی سے ہاتھ چل رہے تھے اور وہ بری طرح ہانپ رہی تھی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"وسیم پلیز ایسا کچھ مت کرنا اگر تم ابھی کے ابھی نیچے نہیں آئے تو میں سب کو لے کر چھت پر آجاؤں گی۔"دھمکی آمیز پیغام اگلی سمت گونجا تو چہرے پر مسکراہٹ ابھری۔اس پر اس دھمکی کا کوئی اثر ہوتا نہ دِکھ رہا تھا۔

"اچھا تم کسی کو مت بتانا اور نہ ہی کسی کو لے کر آنا،میں نیچے جا رہا ہوں اپنے کمرے میں۔"کال کر کے اس نے وضاحت سے اپنا پیغام دیا جسے سن زرش کی جان میں جان آئی۔

"ڈر گئے نہ بچو۔۔۔چلو اب کمرے میں جاؤ،بائے۔"اس نے مسکراتے ہوئے کال منقطع کر دی۔دھمکی کام کر گئی تھی اس کی سو وہ بہت خوش تھی مگر آج کی رات وسیم اپنی قبر میں تھا اور یہ بات اسے رلا رہی تھی۔

"اس نے مجھ سے کل بھی جھوٹ کہا تھا۔وسیم نے مجھے یہ سب کیوں بتایا اور ایسے کیوں کیا؟"وہ زار و قطار رونے لگی تھی۔دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔دل کی دھڑکن بڑھتی جا رہی تھی اور سانس گھٹ رہا تھا۔یوں محسوس ہو رہا تھا گویا زندگی تنگ پڑ رہی ہو۔ایسے میں موبائل

پھر سے لرزا مگر اب وہ الماری کے نیچے تھا۔اسے پتہ تھا کہ کیا پیغام آیا ہو گا۔وہی خونی پیغام۔۔۔

"اگر ٹاسک پورا نہیں کیا تو سزا کیلیے تیار رہنا۔۔۔"وہ ہذیانی ہو رہی تھی۔عقل ساتھ چھوڑ رہی تھی اور دماغ اس کے وجود پر حاوی ہو رہا تھا۔یہی اصل خطرہ تھا کیونکہ جب تک یہ دماغ آپ کے قابو میں رہے تب تک سب ٹھیک مگر جونہی آپ دماغ کے قابو میں گئے تو پھر وہ آپ سے اپنی مرضی کے کام کرواتا ہے۔وہ کپکپا رہی تھی۔موت کا وقت آگیا تھا شاید۔اب بچنے کی کوئی راہ نظر نہ آ رہی تھی۔

رات کے اس گہرے سناٹے میں تنہا جاگنا اور خرافات میں پڑے رہنا انسان کے قریبی ساتھ قرین کو انسان کے اوپر مسلط ہونے میں مدد دیتا ہے۔رات کا اندھیرا اور تنہائی انسانوں کیلیے نہیں دوسری مخلوق کیلیے بنی ہے تو بہتر ہے کہ انسان اس وقت کی تنہائی سے خود کو محفوظ رکھے ورنہ انجام بھیانک نکل سکتا ہے۔

"میرا دم گھٹ رہا ہے۔مجھے کوئی ٹاسک پورا نہیں کرنا اب۔میرے ہاتھوں میں لگے کٹس سے مجھے درد ہوتا ہے۔میں اب یہ اور کا اور نہیں بنا سکتی۔میں نہیں کھیلوں گی اب یہ

گیم۔"سانس مسلسل کم ہو رہی تھی۔آکسیجن کی یکدم ہوتی کمی روشنی سے بھرے کمرے کو اندھیر نگری میں بدل رہی تھی۔وہ تھک کر رونے لگی تھی مگر آنسو بھی ساتھ نہ دے رہے تھے۔وہ منہ کھولے زیادہ سے زیادہ آکسیجن اپنے اندر اتارنے کی کوشش میں تھی۔

"مگر اگر میں نے یہ گیم نہیں کھیلا تو تو پھر وہ لوگ مجھے پنشمینٹ دیں گے۔میرا سارا ڈیٹا ان کے پاس ہے۔اگر میں نے یہ مچھلی بلیڈ سے نہیں بنائی اور کٹس نہیں لگائے تو وہ میرے گھر والوں میں سے کسی کو مار دیں گے۔۔۔نہیں۔۔۔"روشنی کا مسافر اندھیرے میں گم ہونے لگا تھا۔اس کی اذیت حد سے سوا تھی۔کوئی راہ نظر نہ آ رہی تھی۔گیم کا یہ وقت اس حساب میں سب سے موزوں تھا کیونکہ اس وقت اندھیرا مزید مایوسی بڑھاتا تھا۔

وہ کسی فیصلے پر پہنچ کر یکدم اٹھی اور اسی کیفیت میں کمرے سے باہر بھاگی۔سامنے کچھ فاصلے پر کچن موجود تھا جو بہتی آنکھوں میں دھندلا رہا تھا۔وہ بھاگتی ہوئی کچن کے اندر چلی گئی۔ایک لکڑی کی دراز کھولی۔مطلوبہ چیز سامنے نظر آگئی۔آنسو مزید تیزی سے بہنے لگے۔وہاں پڑی چھری اس نے اپنے ہاتھ میں اٹھائی۔

"میں اب اور یہ گیم نہیں کھیل سکتی اور نہ ہی کوئیٹ کر سکتی ہوں تو بس پھر ایک ہی راستہ بچا ہے میرے پاس۔۔۔سوری ماما پاپا،میں نے بہت غلط کیا میں جانتی ہوں مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا۔کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔"آنسو سے بھری آنکھیں کس کر بھینچ لیں اور ہاتھ میں پکڑی چھری دوسرے ہاتھ کی کلائی پر چلا دی۔

"آہ۔۔۔"ایک کراہ سی بر آمد ہوئی منہ سے اور گاڑھا سرخ مائع تیزی سے کچن کے فرش کو رنگین کرنے لگا۔وہ اپنا بہتا خون دیکھ رہی تھی۔اس کا سر گھومنے لگا اور آنکھوں کے سامنے ہر شے حرکت کرنے لگی پھر بالآخر اندھیرا چھایا اور وہ گر کر بے ہوش ہو گئی۔خون ابھی بھی بے مول ہو رہا تھا مگر اس وقت کوئی بھی نہ تھا جو اس کی مدد کو آتا کیونکہ رات ساڑھے چار بجے جو نفوس جاگتے تھے ان میں سے کسی میں بھی اس گھر کے مکینوں کا شمار نہیں ہوتا تھا۔لہذا صبح تک یہ راز رات نے سنبھالنا تھا اور روشنی کی آمد نے صبحِ قیامت کا ڈنکا بجانا تھا۔

روشنی کے ایک اور مسافر کو اندھیرے نے نگل لیا تھا۔روشنی کے مسافروں کو دل کڑا رکھنے کی ضرورت تھی ورنہ وہ یونہی اندھیرے سے مات کھانے والے تھے۔

****

"سبین۔۔۔سبین جلدی نیچے آؤ بیٹا۔"زور دار نسوانی چیخیں لگتا تھا صور پھونک رہی ہوں۔وہ تیزی سے نیچے بھاگی۔ صبح نو بجے کا وقت تھا اور رات دیر تک جاگنے کی سبب اس کی ابھی آنکھ کھلی تھی ورنہ وہ منہ اندھیرے اٹھ جایا کرتی تھی۔آواز اس کی ماں کی تھی اور اس آواز میں جو جذبات عیاں ہو رہے تھے وہ اس کا دل اور قدم لرزا رہے تھے۔وہ تیزی سے نیچے بھاگی۔سیڑھیاں اترتے اس کے قدم تھمنے لگے۔نیچے کا منظر عجیب تھا۔اس کی ماں صوفے پر بیٹھی رو رہی تھی،اس کا باپ اس کی ماں کو دلاسے دے رہا تھا اور اس کا بھائی ایک طرف کھڑا رو رہا تھا۔

"یا اللہ خیر۔۔۔"منہ سے بےساختہ خیر کی دعا نکلی اور وہ کانپتے ہوئے،تھوک نگلتی ان تک پہنچی۔

"ماما کیا ہوا ہے؟آپ رو کیوں رہی ہیں؟"پوچھتے ہوئے بھی اس کے چہرے پر فکروں کی داستان رقم تھی۔وہ کچھ اچھا سننے کی امید میں تھی گو کہ اسے ایسی کوئی امید لگانی نہیں چاہیے تھی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"سبین۔۔۔"اسے پکار کر وہ اس کے ساتھ لگ گئیں۔

"بولیں نا ماما۔۔"اس کی آواز اٹک رہی تھی۔یقیناً کوئی بری خبر تھی۔

"آج تو وسیم کا سوئم ہے نا۔مگر یہ وجہ تو نہیں ہو سکتی ایسے پھوٹ پھوٹ کر رونے کی۔"وہ خوفزدہ سی سوچ رہی تھی۔

"بیٹا زرش کا انتقال ہو گیا۔ہماری زرش ہمیں چھوڑ کر چلی گئی۔"

"نہیں۔۔۔"جو انہوں نے کہا تھا وہ سن کر وہ وہیں گر پڑی تھی۔آنکھیں بہنے لگی تھیں اور وجود میں کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

"ہاں بیٹا ہاں۔۔۔"وہ بھی رو رہی تھیں۔سبین نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ نکلنے سے روکی۔وہ مسلسل گردن دائیں بائیں ہلا رہی تھی۔

"بیٹا چلو اٹھو۔صبر کرو اب ہمیں چلنا بھی ہے۔وہاں ماموں لوگوں کو ہماری ضرورت ہے۔"احمد صاحب نے نزدیک آکر اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا اور تسلی آمیز الفاظ اس کی سماعتوں میں انڈیلے تھے۔

اس نے بھیگی آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے اسے سمجھا رہے تھے۔وہ بھی گردن کو اثبات میں ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"زرش بھی مر گئی۔مجھے سِنان سے بات چھپانی نہیں چاہیے تھی۔مجھے انہیں سب بتا دینا چاہیے تھا۔اگر ایسا ہی چلتا رہا تو ایک ایک کر کے سب مر جائیں گے۔"وہ بہتے آنسوؤں کے درمیان سوچ رہی تھی۔مرے مرے قدم کمرے کو جاتی سیڑھیوں کی جانب بڑھ رہے تھے۔

"اب کیا ہوگا؟"بس اس سوچ پر ساری سوچیں مفلوج تھیں۔

***

پھر سے وہی گھر منظر میں آیا تھا اور نظارے بھی وہی تھے جو دو دن پہلے نگاہوں نے مشاہدہ کیے تھے۔وہی گھر،وہی سوگ اور آہ و بکا،وہی لوگوں کا رش اور وہی خواتین کے بیچ رکھی ڈولی،بس اندر لیٹا،سفید کفن میں لپٹا وجود مختلف تھا۔دو دن پہلے وسیم اور آج زرش۔۔۔

زرش کو غسل گھر میں ہی دیا گیا تھا اور اس دوران غسل دینے والی کے ہمراہ سبین بھی وہاں موجود تھی۔آنکھیں اس لڑکی کے جسم سے ٹکرا رہی تھیں اور جو نظارے تھے وہ برداشت کے قابل نہ تھے۔

اس نے نس کاٹ کر اپنی جان لی تھی سو یہ بات باوجود گھر والوں کی چاہت کے،تمام محلہ داروں اور رشتہ داروں میں پھیل گئی تھی۔سب ہی افسوس کے ساتھ ملامت بھی کر رہے تھے۔آخر جوان لڑکی نے اس طرح جان دے دی تھی۔آج زرش کے جنازے کے ساتھ ان کی عزت کا جنازہ بھی نکل گیا تھا۔

یہاں ہال میں بیٹھی عورتیں جو وسیم کی موت پر ہمدردیوں کے بول بولتے نہ تھک رہی تھیں،آج زرش کی موت پر طنز کے تیر چلا رہی تھیں۔ایک دوسرے کے کانوں میں گھسی مسلسل سرگوشیوں میں گم تھیں اور گھر کی خواتین کا شرمندگی اور غم سے برا حال تھا۔زرش کی ماں پر تو غشی طاری تھی سو وہ لوگوں کے نشتر کو محسوس کرنے سے قاصر تھیں۔

"ارے میں نے تو غسل دیا ہے۔اللہ جھوٹ نہ بلوائے ہاتھوں پیروں پر جگہ جگہ زخم بنے ہوئے تھے لڑکی کے۔بلیڈ سے کاٹا ہوا تھا۔" غسل دینے والی عورت اپنے ساتھ بیٹھی عورت کو رو داد سنا رہی تھی۔ساتھ ہی کلے پیٹتے ہوئے اللہ سے معافی کی طلب گار بھی تھی۔

"ارے بہن بس آج کل کے بچوں کا یہی حال ہے۔بھئی میں نے تو اپنی بیٹی کو ان موبائل وبائل کے چکر سے دور ہی رکھا ہے حلانکہ کالج جاتی ہے مگر ٹائپ والا موبائل دلایا ہے ان کے پاپا نے۔"اس عورت نے اپنی بیٹی کی بڑائی کرنی ضروری سمجھی۔

"ہاں بہن آج کل زمانہ خراب ہے۔بچوں پر نظر رکھنی چاہیے۔"ایک اور عورت نے کان میں گھس کر تنبیہ کی۔

یہ سب سرگوشیاں گھر والوں کی سماعتوں سے دور تھیں مگر یہاں موجود محلہ داروں میں گردش کر رہی تھیں۔

جتنے منہ تھے اس سے زیادہ باتیں تھیں۔ہر ایک کو شک بلکہ یقین تھا کہ اس خودکشی کے پیچھے زرش کا چکر تھا اور کچھ تو یہاں تک کہہ رہے تھے کہ زرش کے وسیم سے ہی تعلقات تھے تبھی وہ اس کی موت کا صدمہ سہہ نہیں سکی اور خود کو مار ڈالا۔

زرش نے کلائی کی نبض کاٹ کر جان دی تھی سو اس معاملے کو کسی وضاحت کی طلب نہیں تھی۔یہ روز روشن کی طرح عیاں تھا اور اسے حادثہ کی گرد میں دبایا نہیں جا سکتا تھا۔

سوالات تو گھر والوں اور خود زرش کے والدین کے دماغوں میں بھی مچل رہے تھے کہ آخر کیا عوامل تھے جو زرش کو اتنا بڑا قدم اٹھانے پر مجبور کر گئے تھے مگر اس کا کوئی سرا کسی کے ہاتھ نہ لگ رہا تھا بس ماتم اور سوگ کی فضا چھائی ہوئی تھی اور کثافت تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی۔

***

سِنان کو جیسے ہی اطلاع ملی تھی وہ ویسے ہی یہاں چلا آیا تھا۔یوں بھی آج یہاں وسیم کے سوئم کیلیے آنا ہی تھا مگر اس کے سسر نے کال کر کے جو اطلاع دی تھی وہ سن کر ایک لمحے کیلیے وہ ششدر رہ گیا تھا پھر فوراً سے یہاں کی راہ لی تھی اور یہاں آکر سب سے پہلے تو وہ زرش کے والد سے ہی ملا تھا۔ان کی حالت دیکھ کلیجہ منہ کو آ رہا تھا۔ان سے تعزیت کر وہ اپنے سسر کے پاس آکر کھڑا ہو گیا تھا۔دن کا وقت تھا سو ہر جانب روشنی

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

تھی۔کراچی کی سردیاں تھیں سو دن کے اوقات میں سورج کے درشن بھی ہو رہے تھے اور سورج صاحب حسبِ مقدور حرارت بھی پیدا کر رہے تھے۔

"السلام علیکم۔"اپنے سسر کے نزدیک آ کر سِنان نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔"سلام کا جواب دے کر احمد صاحب نے اس کا کندھا تھپکا۔

"یہ سب کیسے ہوا؟"سِنان نے اپنے سسر کی جانب جھک کر سرگوشی کے سے انداز میں سوال کیا۔

بھیڑ میں ہوتی چہ میگوئیاں جو بات بیان کر رہی تھیں وہ سن سِنان کو اچھنبا ہوا تھا۔انہی بھنبھناتی ہوئی آوازوں کی سبب کچھ کچھ تفصیلات تو موصول ہو ہی رہی تھیں۔

"لوگ جو باتیں کر رہے ہیں وہ سچ ہیں بیٹا۔زرش نے خودکشی کی ہے۔اس کے پیچھے کی وجوہات تو پتہ نہیں چل سکیں مگر اس نے اپنی نس کاٹ کر جان دی ہے۔گھر والے تو بات کو دبانا چاہ رہے تھے مگر بات دب نہ سکی اور ایک سے سن کر دوسرے نے مزید پھیلا

دی۔"وہ دونوں ایک کونے میں کھڑے تھے اور یہاں رش نہ ہونے کے برابر تھا۔لوگ کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے تھے تبھی ان کی باتیں لوگوں تک نہ پہنچ رہی تھیں۔

"اوہ اللہ خیر۔چلیں کوئی نہیں انکل صبر کریں بس۔"

"ارے سِنان بیٹا کیسے ہو؟"پیچھے سے کسی نے تھپکا تو وہ مڑا۔وہاں کھڑی شخصیت کو دیکھ سلام دعا اور تعزیت کی۔وہاں وسیم کے والد اور زرش کے تایا کھڑے تھے۔

"اللہ آپ کو صبر دے۔بہت افسوس ہوا۔"وہ کچھ افسردگی سے گویا ہوا۔

"بس بیٹا اللہ ہی بخشے۔نہ جانے کیا بات بری لگ گئی اللہ کو جو اس نے یہ دن دکھایا۔"اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ابھی تو جوان بیٹے کی موت کا دکھ تازہ تھا اور اب بھتیجی بھی داغِ مفارقت دے گئی تھی۔

"ایسے نہیں بولیں انکل۔میں جانتا ہوں غم بڑا ہے مگر پھر بھی بھروسہ رکھیں اللہ پر۔اس نے غم دیا ہے تو نکالے گا بھی وہی۔"وہ انہیں حوصلہ دے رہا تھا۔اللہ کی ذات سے بندھی امید دکھا رہا تھا۔کبھی کبھار انسان غم میں اتنا ڈوب جاتا ہے کہ اپنے رب سے مایوس ہونے

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

لگتا ہے اور بس اسی موقع پر بحیثیت مسلمان ہمارا یہی فرض ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں امید کا جگنو پھر سے تھما دیں کہ وہ بھٹکنے سے بچے اور لوٹ آئے اپنے رب کی جانب۔

"زرش نے ہماری عزت کا بھی خیال نہ کیا۔میری بہت لاڈلی تھی وہ۔اپنی بیٹی کی طرح پیار دیا تھا ہمیشہ اسے۔ستار کی تو اکلوتی اولاد تھی،ان میاں بیوی کی تو دنیا ہی اجڑ گئی۔پتہ نہیں یہ بچے غلط کاموں میں پڑنے سے پہلے ایک بار اپنے والدین کے بارے میں کیوں نہیں سوچتے۔میرا دل دکھایا ہے زرش نے۔"وسیم کی موت پر انہیں دکھ لگا تھا مگر پھر بھی سنبھلے ہوئے تھے مگر آج اپنی بھتیجی کی اس بدنامی بھری موت پر وہ ٹوٹ گئے تھے۔دوسری جانب زرش کے والد کی حالت ان سے بھی زیادہ خستہ تھی۔

"اللہ صبر دے۔ہم سب بے بس ہیں۔"سِنان ان کے کندھے سہلا رہا تھا۔احمد صاحب بھی اپنے سالے کو حوصلہ دے رہے تھے مگر غم تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ساتھ محلے داروں کی آوازیں بھی بڑھتی جا رہی تھیں۔

"ارے میری تو بیگم نے دیکھا تھا۔فجر کے وقت لے کر جا رہے تھے بچی کو۔وہ کھڑکی میں کھڑی تھی۔فجر پڑھنے کیلیے اٹھتی ہے نا ماشاءاللہ سے تو تبھی دیکھ لیا۔زرش کے ابا نے اسے

گود میں اٹھایا ہوا تھا اور ہاتھ لٹک رہا تھا۔اسی ہاتھ سے خون ٹپک رہا تھا تو پتہ ہی چل گیا کہ یہ کوئی عام موت نہیں ہے۔"بیگم کی نیک نامی کا چرچا اور ساتھ ہی ٹوہ لینے کی عادت،دونوں میں بڑا اچھا توازن تھا۔

"میری بیٹی نے تو غسل دیا ہے۔جسم پر اور بھی نشان تھے۔"ایک سفید داڑھی والے بزرگ نے پست آواز میں کہتے ہوئے اپنی بزرگی پامال کی۔

"کوئی چکر ہی ہو گا۔"

"کیا پتہ وسیم سے ہی چکر چل رہا ہو۔وہ مرا تو اس کے پیچھے مر گئی۔"

"اللہ ایسی اولاد نہ دے۔"

"ایسی اولاد جو بڑھاپے میں والدین کی چندیا میں خاک ڈال دے،اس سے بہتر ہے کہ پیدا ہی نہ ہو۔"جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں بلکہ اس سے بھی زیادہ باتیں تھیں۔آوازیں ہلکی ہی تھیں مگر ہلکی ہلکی کئی ساری آوازیں مل کر آوازوں کا طوفان برپا کر رہی تھیں۔

کیا صور پھونک دیا گیا تھا؟ پھر یہ قیامت کیوں برپا تھی؟ کیا انسان کو اپنے اعمال کی ذرا بھی فکر نہیں؟ انسان دنیا میں نائب بن کر آیا ہے یا جج؟ کس نے کہا انسان کو کہ وہ دوسروں کے گناہ تولے؟ اسے تو اپنے میزان کی فکر کرنی چاہیے مگر انسان کہاں اپنے اعمال تولتا ہے؟ سِنان افسوس سے اس مجمع کو دیکھ رہا تھا کہ جن کے ہونے کی سبب ہی زمین پر انسانی زندگی تنگ تھی۔

***

موت نے سفاکیت دکھا کر ایک ہنستے کھیلتے وجود کو زندگی سے چھینا تھا اور زندگی اپنی بےبسی پر آنسو بہاتی قبرستان میں کھڑی تھی۔ چار کندھوں پر ڈولی میں لیٹے بےسدھ وجود کو اب خاک کے سپرد کرنے کا وقت آن پہنچا تھا۔ قریبی افراد اور اہلِ خانہ مل کر کفن میں لپٹے وجود کو مٹی کے سپرد کر رہے تھے۔ دنیا کا سفر ختم ہو چکا تھا۔ اب سفر آخرت پر روانہ کرنا تھا اس شخص کو۔ وہ شخص جس میں زندگی منجمد ہو گئی تھی سو اب اس کا یخ جسم کسی بھی کام کا نہ رہا تھا۔

کئی ہاتھ ہوا میں اٹھے ہوئے تھے اور مٹھی بھر بھر کے مٹی ڈالتے ہوئے اس سفید کفن کو خاکی کر رہے تھے۔

***

سبین سے ملاقات کر کے وہ نیچے اس کے والدین کے پاس آ بیٹھا تھا۔نکاح کے بعد باقاعدہ طور پر پہلی بار سِنان ان کے گھر آیا تھا سو داماد کیلیے چائے پر خاصا اہتمام کیا گیا تھا۔پہلی بار آیا تھا مگر موقع غم کا تھا سو بہت زیادہ گرم جوشی یا خوشی کا عنصر نہیں دکھائی پڑ رہا تھا رویوں میں اور یہ وجہ تھی کہ سنعیہ بیگم اور احمد صاحب دونوں ہی کچھ شرمندگی سی محسوس کر رہے تھے مگر خوشی کا اظہار بھرپور طریقہ سے کرنے سے قاصر تھے۔

دوسری جانب سِنان تھا جو اس حالت سوگ میں بھی ان کی اتنی پر تکلفی پر شرمندہ ہوا جا رہا تھا۔

"آپ نے خواہ مخواہ اتنا اہتمام کیا۔میں کوئی مہمان تھوڑی ہوں،گھر کے بندے کو تو چائے بھی بہت۔"وہ بیک وقت اپنے ساس سسر دونوں سے مخاطب تھا۔

"ارے بیٹا کہاں ہی کچھ اہتمام کر سکے۔"سنعیہ بیگم نے افسردگی سے گہری سانس بھری۔

"اچانک ہی پتہ نہیں کیا ہوا کہ ہنستا کھیلتا گھر ہی اجڑ گیا۔ان کا تو میکہ ہے اور میکے کا دکھ تو کسی بھی عمر میں رلاتا ہے۔"احمد صاحب اپنی بیگم کے اداس چہرے کو دیکھ کر سِنان سے مخاطب ہوئے۔

"بس انکل جو اللہ کی رضا۔"اس نے صبر کی تلقین کی کہ اس کے سوا کیا ہی کیا جا سکتا تھا۔

سنعیہ بیگم اور احمد صاحب دونوں ہی نے غمزدہ سی حالت میں تھک کر گردن اثبات میں ہلائی۔ماحول میں سوگ چھایا ہوا تھا تو آسمان بھی غمزدہ سا لگ رہا تھا۔وہ لوگ لان میں موجود تھے۔لکڑی کی میز کے گرد رکھی کرسیوں پر بیٹھے چائے کے گھونٹ بھر رہے تھے۔شام کا وقت تھا اور ٹھنڈ بھی بڑھ رہی تھی لیکن بہت زیادہ بھی محسوس نہ ہو رہی تھی۔سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا پر آہستگی سے مغرب کی جانب بڑھ رہا تھا۔مغرب کی جانب بڑھتا ہوا سورج ڈھلنے کی طرف گامزن تھا مگر روشن تھا۔ڈھلتے سورج کی روشنی کا اعجاز تھا کہ نیلے آسمان کے سینے پر گلابی اور اودھے رنگ کے روئی سے بادل سفر کرتے

نظر آ رہے تھے۔انہی بادلوں کے بیچ سفید رنگ کی ایک اور شے فلک پر دھندلی سی دکھائی پڑ رہی تھی مگر شناخت واضح تھی،وہ چاند تھا جس نے سورج کے غروب ہوتے ہی دنیا والوں کیلیے روشن ہونا تھا۔ابھی روشنی موجود تھی اور آہستگی سے مٹ رہی تھی،اس سے قبل کہ وہ مکمل ختم ہوتی،نئ روشنی کا انتظام بھی کر دیا تھا قدرت نے۔یہی تو امید تھی جو روز روشن کی مانند عیاں تھی۔آسمان کا یہ امید افزا نظارہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا مگر فی الوقت زمین زادوں پر سوگ کی کیفیت تھی سو وہ اپنے آپ میں مگن تھے اور آسمان کی اس امید کو دیکھنے سے قاصر تھے مگر وہاں بیٹھا ایک شخص سراپا امید تھا اور وہ تھا ان کے بیچ ستارہ،زمین زادوں کے بیچ روشن ستارہ جو انہیں اس دکھ سے نکالنے اور آنے والے دکھوں سے بچانے کی تدبیریں لگا رہا تھا۔

"اب یہ دکھ تو زندگی کے ساتھ رہنا ہی ہے اور اس کا مداوا اب کوئی نہیں مگر مزید کچھ اس طرح کا نہ ہو اور ہمیں مزید ایسے صدمے نہ دیکھنے پڑیں،اس بات کو یقینی بنانے کیلیے کچھ سوچنا ہوگا۔"چائے کا کپ میز پر دھرا اور اچانک ہی بات شروع کی۔بات بھی وہ جو باقی دو نفوس کو چونکا گئی بلکہ دہلا گئی۔

کیا مطلب کیا ابھی کچھ اور بھی دکھ اٹھانے باقی تھے؟کیا یہ جوان لاشے جو دیکھ لیے تھے،ان سے زیادہ دلسوز مناظر بھی آنکھوں میں سمانے تھے۔ان دونوں نے بیک وقت سِنان کو دیکھا اور دونوں ہی کی آنکھوں میں خوف کے سایے تھے۔اس کے وجود پر دھوپ پڑ رہی تھی۔سرما کی بھلی سی دھوپ اور یوں محسوس ہو رہی تھی گویا اس کے وجود سے پھوٹ رہی ہو۔ستارے کے وجود سے پھوٹتی امید کی سنہری روشنی جس میں گرمائش تھی مگر تپش نہیں۔تبھی تو وہ دو خوفزدہ وجود اس شخص کو باآسانی دیکھ پا رہے تھے،بنا آنکھوں میں کسی چبھن کے احساس کے۔

"کیا مطلب ہے بیٹے؟میں آپ کی بات سمجھا نہیں۔"احمد صاحب نے بدقت سوال کیا۔انہوں نے بھی چائے کا کپ میز پر دھر دیا تھا۔سِنان کے چہرے پر چھائی سنجیدگی انہیں ہولا رہی تھی۔اب چائے کسے پینی تھی،اب تو بات جاننی تھی۔

"سمجھا تو پوری طرح سے میں بھی نہیں ہوں مگر جتنا اور جو کچھ سمجھا ہوں وہ کچھ خوش آئند نہیں ہے۔"انتہائی ناپ تول کے الفاظ ادا کیے۔سنہرے چہرے پر تفکر کے سایے تھے۔آدھا چہرہ روشنی میں تھا جبکہ چہرے کا اوپری حصہ سرخ ہو رہا تھا۔

"لیکن بات کیا ہے بیٹا؟آپ نے کہا کہ دھیان رکھنا پڑے گا کہ مزید کچھ اس طرح کا نہیں ہو تو اس کا کیا مطلب ہوا؟"اب کی بار سنعیہ بیگم اپنا دل تھامے اس سے پوچھ رہی تھیں۔آنکھیں سہمی ہوئی تھیں اور آواز لرز رہی تھی۔

"سب سے پہلے تو جو بھی میں کہوں وہ آپ لوگوں نے تسلی سے سننا ہے اور سمجھنا ہے۔میں پوری تفصیل جو مجھے پتہ ہے اور مجھے جتنا اندازہ ہے وہ آپ کو بتانے لگا ہوں مگر آپ دونوں نے غصہ نہیں ہونا اور نہ ہی پریشان ہونا ہے۔اللہ بہتر کرے گا سب۔"سِنان کچھ آگے کو ہو کر بیٹھا اور تفصیلی تمہید باندھی۔وہ دونوں بےچین ہوئے گویا اب صبر ناگزیر تھا۔

"بولو بیٹا۔"احمد صاحب کے لہجے میں اضطرابی تھی۔

"انکل ہم لوگ جب زرش کے جنازے میں گئے تھے تو آپ نے لوگوں کو باتیں بناتے سنا تھا،ہے نا؟"سِنان نے بغور اپنے سسر کو دیکھ سوال کیا۔

"ہاں۔۔۔"یک لفظی جواب دیا تھا انہوں نے۔دل زخمی ہو گیا تھا وہ باتیں سوچتے ہوئے جو لوگوں کی زبانوں پر جاری تھیں۔سنعیہ بیگم کو بھی خواتین کے حصے میں جاری چہ میگوئیاں یاد آئی تھیں۔

بھلا لوگ اتنی کم ظرفی کیونکر ہی دکھاتے ہیں؟کیا دوسروں کے عیبوں کو ڈھانپنے کا حکم نہیں ملا ہمیں؟کیا بنا تحقیق کیے الزام لگانے پر کوئی گناہ نہیں؟کیا گناہ کے باوجود اس کا ڈھنڈوار پیٹنے اور اس کو سر عام بیان کرنے کی مناہی نہیں کی گئی؟تو پھر کیوں ہم اس طرح سے ادھیڑ دیتے ہیں کسی کی ذات کو کہ وہ اس سبب زندگی سے ہی روٹھ جاتا ہے اور زندگی سے روٹھ جانا صرف موت ہی تو نہیں۔زندہ رہتے ہوئے وجود کے اندر زندگی کی خواہش کا مر جانا بھی تو زندگی کا روٹھ جانا ہی ہے۔

"الزام تراشی کرتی زبانوں کے درمیان چند مدھم مگر اثر انداز سی کچھ سرگوشیاں بھی تھیں جو ہجوم کے باعث دب گئی تھیں اور فی الحال میں انہی سرگوشیوں کی بات کر رہا ہوں۔"اس نے ان کی سوچوں کو رد کیا۔وہ ان کے چہروں پر چھپی تحریر باآسانی پڑھ چکا تھا تبھی تردید لازم تھی کہ وہ غلط سمت میں سفر کر رہے تھے۔اب دونوں کے چہروں پر

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

اچھنبا تھا۔اب وہ دونوں ٹھیک سمت میں مڑے تھے اور اب سِنان نے انہیں راہ دکھانی تھی۔

"پھر کون سی سرگوشیوں کی بات کر رہے ہو تم؟"احمد صاحب نے ہی سوال کیا۔سنعیہ بیگم تو بس چپ چاپ سن رہی تھیں۔

"وہ سرگوشیاں جو پراسرار تھیں تبھی مخفی رہ گئیں جو دنیا کی عام خبروں جیسی نہیں تھیں تبھی شہہ سرخیاں نہ بن سکیں۔"سِنان نے کچھ سنسنی پھیلائی پھر مزید بولا۔

"گیم۔۔۔دی اورکا گیم کی سرگوشیاں۔۔۔اورکا ایک قاتل گیم،نئ نسل کو سوسائیڈ کی جانب دھکیلنے کیلیے بنایا گیا ایک خطرناک گیم۔"پورا خلاصہ بیان کیا جس پر وہ خود ابھی پوری طرح سے مطمئن نہیں تھا۔

"گیم؟گیم کی وجہ سے کوئی سوسائیڈ کیوں کرے گا؟"اس پوری گفتگو میں پہلی بار سنعیہ بیگم نے لب کشائی کی۔جتنی حیرانی جملے میں تھی،اس سے زیادہ ان کے چہرے پر تھی۔دوسری جانب احمد صاحب کی بھنویں فکر سے جڑ گئی تھیں۔

"بالکل درست میرا بھی یہی ماننا ہے کہ کوئی گیم کی وجہ سے اپنی زندگی ختم نہیں کر سکتا لیکن معاشرے میں یہ بات ہولے ہولے جڑ پکڑ رہی ہے کہ ایک گیم ہے جو نوجوانوں کی جان لے رہا ہے۔"وہ اپنی ساس سے متفق ہوا مگر ساتھ ہی مزید پہلو بھی اجاگر کیے۔

"وہاں بیٹھے ایک دو لوگوں کو تو میں نے بھی کسی گیم کے بارے میں بات کرتے سنا تھا اور آج ایک ڈیلر کے ساتھ بات چیت کے دوران بھی میں نے ایک بندے کو اس بارے میں بات کرتے سنا تھا۔وہ اسی ڈیلر کا اپنا بندہ تھا اور وہ بول رہا تھا کہ اس کے علاقے میں آگے پیچھے چار پانچ کم عمر لڑکے لڑکیوں نے خودکشیاں کی ہیں۔"احمد صاحب نے خلا میں دیکھتے ہوئے آج پیش آئی روداد سنائی۔

"گیم کی وجہ سے؟"سنعیہ بیگم نے اپنے شوہر سے سوال کیا۔سِنان بھی اپنے سسر کو بغور دیکھ رہا تھا۔سوال سن کر وہ حواسوں میں لوٹے اور ان دونوں کو باری باری دیکھ بتایا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں کہی اس نے مگر یہ بتایا کہ ایسا پہلے کبھی ہوا نہیں اور یوں اتنے لڑکے لڑکیوں کی خودکشی کے پیچھے یقیناً کوئی گہرا راز چھپا ہے۔میں نے اس وقت تو

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

اس کی باتوں کو رفع دفع کر دیا تھا مگر اب وہ باتیں کھٹک رہی ہیں۔"احمد صاحب نے گہری سانس خارج کر،سِنان کی جانب دیکھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے بیٹا؟"سوال میں خوف تھا۔

"میں نے شروع میں ہی کہا تھا کہ مجھے مکمل بات نہیں پتہ بس اڑتی کئ خبریں مجھ تک پہنچی ہیں تو میں آپ دونوں کو بتا رہا ہوں تا کہ آپ لوگ محتاط رہیں۔"سِنان نے پھر سے بات کا آغاز کیا۔

"دیکھیں گیم ہے تو سہی،اس سے ہم انکار نہیں کر سکتے مگر گیم میں ایسا کیا ہے جو بچوں کو خودکشی پر مجبور کر رہا ہے،اس سے ہم ناواقف ہیں۔"اب کی بار وہ سوچتے ہوئے بول رہا تھا۔روشنی اب مدھم پڑ رہی تھی۔سِنان پر البتہ اب بھی کچھ روشنی باقی تھی۔

"کیسا گیم ہے یہ؟کیسے کھیلتے ہیں اسے؟اور کیا زرش اور وسیم بھی یہ گیم کھیل رہے تھے؟اور اگر ایسا ہے تو پھر تو احمر بھی۔۔۔"خدشات زبان پر یکدم آن وارد ہوئے اور سنعیہ بیگم کا ہر سوال کرتے ہوئے آخر میں اپنے بیٹے کی بات پر دم خشک ہوا۔

"ریلیکس آنٹی۔پلیز آپ خود کو ہلکان مت کریں۔اس طرح تو آپ کی خود کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔"سِنان نے انہیں تسلی کروائی۔احمد صاحب خود سوچوں میں گھرے ہوئے تھے اور اپنی بیگم کی آخری بات تو انہیں بھی دہلا گئی تھی۔

"لیں پانی پیئیں۔"میز پر رکھا پانی کا گلاس اٹھا کر اس نے اپنی ساس کی جانب بڑھایا جسے انہوں نے تھام کر لبوں سے لگایا اور ایک گھونٹ بھر کر واپس رکھ دیا۔

"بیٹا یہ سب اصل میں کیا ہے؟اور کیا تم لوگوں کے پاس اس کے حوالے سے کوئی معلومات نہیں؟"وہ سوال کر رہی تھیں،مضطرب سا سوال۔

"میں سب بتاؤں گا،سب کچھ بتاؤں گا لیکن پہلے آپ دونوں مجھ سے وعدہ کریں کہ ریلیکس رہیں گے اور پوری تسلی سے،بنا کسی ری ایکشن کے میری بات سنیں گے۔"سِنان نے ان دونوں سے یقین دہانی چاہی۔دونوں نے فوراً سے گردن اثبات میں ہلائی کہ بات جاننے کی جلدی تھی۔اس نے بھی گہری سانس لی اور گردن اثبات میں جھلاتے ہوئے اپنا موقف بیان کرنا شروع کیا۔

"باخبر ذرائع سے رپورٹ ملی ہے کہ آج کل ایک گیم ہے دی اورکا جو ٹین ایجرز میں تیزی سے مقبول ہو رہا ہے۔اس گیم میں ٹاسک ملتے ہیں کری ایٹر کی طرف سے اور وہ آپ کو پورے کرنے ہوتے ہیں اور انہی ٹاسک کو پورا کرتے ہوئے آخر میں آپ کو سوسائیڈ کرنی ہوتی ہے۔"

"لیکن کوئی گیم کھیلتے ہوئے سوسائیڈ کیوں کرے گا؟اور گیم کے ذریعے سوسائیڈ؟"سنعیہ بیگم سے برداشت نہ ہوا تو وہ درمیان میں بول پڑیں۔احمد صاحب کے تاثرات میں بھی حیرانی تھی۔

سِنان نے شہادت کی انگلی سے ٹھوڑی سہلائی اور ان کے سوال کا جواب دینا شروع کیا۔

"کوئی بھی گیم کی وجہ سے سوسائیڈ نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی کسی سے گیم کھلوا کر سوسائیڈ کروا سکتا ہے لیکن کوئی کسی کے دماغ پر حاوی ہو کر،اسے اپنے بس میں کر کے ضرور اس سے یہ کام کروا سکتا ہے۔"بڑا سیدھا جواب تھا مگر الجھن نہ سلجھ سکی تھی۔

"مطلب کوئی جادو ٹونا؟"احمد صاحب کو اس بات سے یہی سمجھ آیا۔

"نہیں انکل ہر چیز جادو ٹونا نہیں ہوتی ہاں انسانی عقل میں نہیں سماتیں بعض چیزیں مگر ضروری نہیں کہ جو چیز عقل میں نہ آئے،وہ جادوئی ہو۔آپ کو پتہ ہے انسان کا دماغ زیادہ بڑا شیطان ہے خود شیطان کی عملیات سے۔"وہ سنسنی پھیلا رہا تھا۔اسے سنسنی پھیلانے کا شوق تھا۔

وہ ٹھہرا مگر وہ دونوں خاموش رہے گویا کوئی سحر تھا جو پھونک دیا گیا تھا۔ان دونوں کو پوری بات جاننی تھی۔اس نے پہلے کہا تھا کہ آپ دونوں چپ چاپ سنیے گا بات،بنا کسی مداخلت کے مگر اس کا اثر نہیں ہوا تھا اور اب بات ایسی تھی کہ وہ دونوں بنا ہدایت کے ہی صمُ بکمُ ہو گئے تھے۔ان دونوں کا دماغ اب سِنان کے حوالے تھا۔اس نے آنکھیں سامنے کیں اور گفتگو کا سلسلہ دراز کیا کہ اب سامعین سحر میں تھے۔

"انسان دنیا میں آتا ہے اور آزمائشوں میں گھری زندگی گزارتا ہے لیکن کیا آپ کو پتہ ہے کہ انسان اس دنیا میں اکیلا نہیں آتا بلکہ اس کا ساتھی بھی ہوتا ہے اس کے ہمراہ۔ہر ایک شخص کے ساتھ ایک ساتھی ہوتا ہے جسے ہم دیکھ نہیں پاتے مگر محسوس کر پاتے ہیں اور وہ ساتھی کون ہوتا ہے؟"وہ رکا۔

"کون؟"سحر زدہ نفوس کو ساحر کا رکنا برا لگا تھا سو میکانکی انداز میں بےساختہ بولے تھے۔

"قرین۔۔۔انسان کا ساتھی، قرآن کے مطابق انسان کا برا ساتھی۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ساتھی اچھا نہیں ہوتا۔اسی لیے ہر ساتھی کو وفا دار نہیں سمجھنا چاہیے اور نہ ہی اندھا بھروسہ کرنا چاہیے۔"وہ پھر رکا مگر سحر زدہ نفوس خاموش۔ساحر نے گہری سانس بھری پھر آگے بڑھا۔

"قرین جن ہے جو انسان کی پیدائش سے موت تک اس کے ساتھ رہتا ہے۔اسے برائی کیلیے اکساتا ہے اور اسے نیکیوں سے روکتا ہے۔عرفِ عام میں سمجھا جاتا ہے کہ انسان کے ساتھ محض فرشتے ہوتے ہیں جبکہ در حقیقت انسان کے ہمراہ شیطان بھی ہوتا ہے کیونکہ یہ خیر اور شر کی جنگ ہے۔ہاں فرشتے محض اس کے اعمال لکھتے ہیں مگر قرین انسان کا ساتھ دیتا ہے اور برائی پر اکساتا ہے اور برائی کا غلبہ ہمیشہ دماغ پر ہوتا ہے کیونکہ انسان کے دل نرم ہوتے ہیں اور بھٹکتا دماغ ہی ہے۔دماغ ہی جسم کو کنٹرول بھی کرتا ہے۔"وہ ٹھہرا۔

"لیکن ہر ایک کا دل تو نرم نہیں ہوتا۔"احمد صاحب کی تشفی نہیں ہوئی سو سحر ٹوٹا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"بالکل اور وہ دل وہی ہوتے ہیں جن پر مہریں لگ جاتی ہیں صرف مہر لگا دل ہی تاریک ہوتا ہے ورنہ چاہے انسان کتنا ہی برائی میں مبتلا کیوں نہ ہو،کسی نہ کسی کیلیے دل میں نرمی محسوس کرتا ہے اور یہ علامت ہوتی ہے اس بات کی کہ رب نے اس کے دل پر تالا نہیں لگایا ہے۔ہاں ایک بار اگر وہ پاک ذات تالا لگا دے تو پھر تاریکی چھا جاتی ہے اور وہ دل سخت ہو جاتا ہے۔تبھی تو کہا گیا ہے کہ یہ آنکھیں اور کان نہیں ہیں جو دیکھ اور سن نہیں پاتے بلکہ یہ دل ہے جو سمجھ نہیں پاتا،یہ عقلوں پر لگے تالے ہیں۔"سِنان کے پاس ہر بات کا بڑا سہل جواب تھا۔

احمد صاحب اپنی بیٹی کے مستقبل سے مطمئن ہوتے جا رہے تھے۔کیسا کوہِ نور تھا جو اللہ نے جھولی میں ڈالا تھا۔وہ کون سی نیکی کا انعام تھا،احمد صاحب اس کا اندازہ لگا رہے تھے۔

"اب یہ آسان انداز میں یوں سمجھ لیں کہ دماغ ہے اور ایک دل ہے۔دل انسان کے جسم میں زندگی کی نوید ہے اور دماغ جسم کا کنٹرولر جو ہر چیز پر قابض ہے سوائے دل کے۔آنکھیں اور کان اس دماغ کی مرہونِ منت ہیں تبھی جو چیز دماغ کہہ دے وہ حکم بجا لانا ہے،چاہے وہ گناہ ہو یا ثواب لیکن پھر ہے ایک دل کہ اگر اس پر مہر نہ لگی ہو تو وہ کام

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

کرتا ہے۔اب وہ کیا کام کرتا ہے؟وہ جو ایک مدھم سی آواز ہوتی ہے نا کہ آپ یہ کام نہ کریں،اس میں خطرہ ہے،یہ گناہ ہے،یہ مدھم آواز ہوتی ہے دل کی۔یوں دل و دماغ کی یہ جنگ ازل سے ابد تک جاری رہنے والی ہے بشرطیکہ دل مزاحمت کرنے والا ہو کیونکہ مزاحمت کرنے والا دل ہی روشن ہے۔"سِنان نے اب کچھ مزید آسان طریقہ اختیار کیا۔وہ دونوں بےساختہ گردن اثبات میں ہلانے لگے گویا اشارہ تھا کہ بات سمجھ آگئ تھی۔

"مگر ان ساری باتوں کا گیم سے اور خودکشی سے کیا تعلق ہے؟"احمد صاحب نے الجھ کر سوال کیا کیونکہ وہ بات تو اپنی جگہ جوں کی توں موجود تھی اور یہ گفتگو تو بالکل ہی موضوع سے الگ تھی۔سنعیہ بیگم بھی جز بز تھیں۔سحر اب پوری طرح ٹوٹ گیا تھا۔

"دماغ۔۔۔دماغ کے ذریعے کیا جا رہا ہے یہ کام۔بچے جو ابھی جوانی کی دہلیز پر ہی پہنچے ہیں،ان کے دماغوں کو کنٹرول کیا جا رہا ہے اور اس کے پیچھے عوامل انسانی ہیں۔یہ کسی جن بھوت کا یا جادو ٹونے کا کام نہیں۔یہ سمپلی ایک ٹِرک ہے کہ جس کے ذریعے ٹین ایجرز کو اپنے بس میں کیا جاتا ہے۔ان کو ٹاسک دیے جاتے ہیں،انہیں آہستہ آہستہ موت کیلیے تیار

کیا جاتا ہے پھر جب وہ بالکل تیار ہو جاتے ہیں تو انہیں اپنی جان لینے کا کہا جاتا ہے اور وہ اس شخص کی باتوں میں آکر اپنی جان دے دیتے ہیں لیکن۔۔۔"

"سوری بیٹا کہ آپ کی بات کاٹ رہا ہوں لیکن یہ کیا بات ہوئی کہ کسی کے بھی کہنے پر خودکشی کر لی۔جان لینے کیلیے ہمت چاہیے ہوتی ہے۔"احمد صاحب نے معذرت کرتے ہوئے درمیان میں اس کی بات کاٹی۔گفتگو کا کوئی سرا نہیں مل رہا تھا۔

سِنان نے اپنے گھٹنوں پر ٹکے ہاتھ اٹھائے اور انگلیاں کھول کر دائیں ہاتھ سے اپنی قمیض کی چاک نیچے کی پھر گویا ہوا۔

"نہیں انکل اپنی جان لینے کیلیے کوئی ہمت نہیں چاہیے ہوتی۔یہ بزدلی کا کام ہے،ہمت والے تو ہر طرح کے حالات کا سامنا کر کے زندگی گزارتے ہیں۔ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں حالات کا اور اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔اپنے ہاتھوں اپنی زندگی ڈرپوک لوگ لیتے ہیں اور یہ گیم یہی کرتی ہے۔انسان کی کمزوریوں کو اپنے ہاتھ میں لیتی ہے،انہیں خوف میں مبتلا کرتی ہے،ان کے اپنوں کے ذریعے انہیں بلیک میل کرتی ہے،ان کی عزت کا خوف دلاتی ہے انہیں،انسانوں میں بدنام کر دینے کی دھمکیاں دیتی ہے اور بس پھر انسانوں کا خوف رب

کے خوف پر حاوی آتا ہے،انسان رب کی رضا بھول کر اس کے غیض و غضب کو آواز دیتا ہے اور اپنی زندگی جو امانت تھی اس کا خائن ہو جاتا ہے پھر انسان کا خوف تو ختم ہو جاتا ہے مگر رب کی ناراضگی ختم نہیں ہوتی اور انسان کا خوف بہت برا ہوتا ہے۔اسی لیے انسان کو انسانوں کے خوف سے نکلنا چاہئیے۔کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا کسی کا،اگر اللہ نہ چاہے۔ہاں کچھ بگاڑ انسان اپنی بیوقوفیوں سے بھی اپنی زندگیوں میں لاتا ہے۔"بہت ہی وضاحت سے سمجھایا تھا اب کی بار اس نے اور ان دونوں کو ہی پوری گفتگو کا حاصل سمجھ آگیا تھا۔ساتھ ہی پچھلی باتوں کا ان باتوں سے جڑنا بھی عقل میں آگیا تھا۔

"جو کوئی بھی ہے اس گیم کے پیچھے وہ اسی طرح سے جان لے رہا ہے لوگوں کی۔انہیں اپنے دام میں پھنسا کر،انہیں دھمکیاں دے کر،ان کو انسانوں کے درمیان ذلیل ہونے کا خوف دلا کر۔اسی لیے وہ بچے جو ابھی ہی حقائق کی دنیا میں آئے ہیں،اس کا شکار ہو رہے ہیں۔"وہ اب کرسی سے ٹیک لگا کر آرام دہ انداز میں بیٹھ گیا۔احمد صاحب پرسوچ انداز میں گردن ہلا رہے تھے۔

"مطلب کہ کوئی بہت بڑا ماسٹر مائنڈ ہے اس کے پیچھے۔"پرسوچ نگاہیں اپنے داماد پر ٹکائیں۔

"نہیں انکل،بہت معذرت لیکن آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔اس کے پیچھے کوئی ماسٹر مائنڈ نہیں بلکہ ہمارے،آپ کے جیسا کوئی عام بندہ ہے۔آپ بتائیں اگر کوئی آپ کو کہے،میرے منہ میں خاک کہ ایک جانب آپ کی بیٹی کی عزت ہے اور ایک جانب آپ کی زندگی تو آپ کیا چنیں گے؟"دل پر ہاتھ پڑا تھا احمد صاحب اور ان کی بیگم کے۔بھلا بیٹی کی عزت سے بڑھ کر تھی کیا زندگی؟ان کی بیٹی ان کی عزت تھی،ایک کیا وہ تو کئی زندگیاں اپنی ناموس پر قربان کر سکتے تھے۔جان عزت سے بڑھ کر نہیں تھی۔

"اللہ نہ کرے بیٹا مگر جان عزت کے بعد آتی ہے۔ایک عزت ہی تو ہوتی ہے ہم شریفوں کے پاس،اگر وہ بھی کوئی چھین لے تو زندگی کا مقصد کیا۔"انہوں نے حسبِ توقع جواب دیا مگر سِنان کو یہ جواب اچھا نہیں لگا۔جان بوجھ کر نکالی تھی اس نے یہ بات اور افسوس ہوا تھا بہت۔

"کیا بحیثیت مرد ہم اتنے کمزور ہیں کہ اپنی عورت کی عزت کی حفاظت نہیں کر سکیں اور اگر کوئی بھول چوک ہو جائے کہ جس سے عزت پر حرف آئے تو ہم جان دے دیں گے،یہ جانتے ہوئے بھی کہ عزت و ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور جان اس کی امانت ہے

اور کیا میں نہیں جانتا کہ عزت اگر عورت کی جائے گی تو باپ بھائی جان بھی اسی کی لیں گے۔اذیت بھی وہی اٹھائے گی۔"سوچیں ہی سوچیں تھیں سِنان آفریدی کے ذہن میں مگر سامنے بیٹھا شخص جواب کا منتظر تھا سو زبان کھولی۔

"آپ کی زندگی کا مقصد عزت و ذلت کا بیلنس نہیں ہے۔ہاں اپنی عزت کی حفاظت آپ کی ذمہ داری ضرور ہے مگر یہ مقصد حیات نہیں ہے اور نہ ہی عزت کا چلے جانا یا مل جانا آپ کے ہاتھ میں ہے۔جب ہم یہ کہتے ہیں کہ عزت دینے والا بھی اللہ ہے اور ذلت دینے والا بھی اللہ ہے تو پھر ہم اس بات پر یقین کیوں نہیں کرتے؟اس کی دی گئی عزت کو اگر قبول کرتے ہیں تو پھر اس کی دی گئی ذلت کو کیوں قبول نہیں کرتے؟کیوں ذلت پر اس قدر غمزدہ ہو جاتے ہیں کہ اس کی نافرمانی کرتے ہوئے اپنی جان تک دے دیتے ہیں۔اگر اللہ نہ چاہتا تو کسی کی مجال تھی کہ آپ کو ذلیل کرتا۔اسی لیے اس کی دی گئی عزت بھی سر آنکھوں پر اور اس کی دی گئی ذلت بھی سر آنکھوں پر۔جو اس نے دیا ہے تو قبول ہے اور پھر ایسا ہی یقین مایوسی سے بچاتا ہے،پھر نہیں ہوتے آپ اتنے غمزدہ کہ اپنی جان لے لیں۔"اس کی باتوں نے پھر سے سحر طاری کر دیا تھا۔اب کی بار سننے والوں

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

کے رونگھٹے بھی کھڑے ہو گئے تھے۔آنکھیں ساکت تھیں اور سماعت اس کے الفاظ سننے پر مجبور۔کیسی پیاری باتیں تھیں اور کیسا یقین تھا اس ساحر کی آنکھوں میں جو دلوں کو تسکین دے رہا تھا کہ اللہ ہے نا تو پھر کیسی مایوسی اور کیسا خوف۔

احمد صاحب یکدم ہی اپنی نشست سے اٹھے۔وہ کھڑے ہوئے تو ادب میں بےساختہ سِنان بھی اٹھ کھڑا ہوا۔وہ اس کی طرف مڑے اور اسے سینے سے لگا لیا۔سِنان کیلیے یہ غیر متوقع تھا۔وہ پہلے ساکت ہوا پھر ان کی گرمی محسوس کر خود بھی ان کو تھپکنے لگا۔سنعیہ بیگم آنکھوں میں نمی لیے یہ نظارہ دیکھ رہی تھیں۔خوشی کی نمی تھی،اپنی بیٹی کے نصیبوں کیلیے مانگی گئی دعائیں مجسم ان کے سامنے کھڑی تھیں۔

"تمہاری باتوں نے نئے راستے کھول دیے ہیں سِنان۔بہت شکریہ بیٹا۔میں بھی آج تک زبان سے ہی یہ کہتا آیا تھا مگر اب سے یقین رکھوں گا اس بات پر اور اب سے اس گنہگار بندہ کو بھی رب کی جانب سے دی گئی عزت بھی قبول اور اس کی جانب سے ملی ذلت بھی قبول۔"احمد صاحب کی آواز لرز رہی تھی اور نمی سی گھلی ہوئی تھی اس لرزاہٹ

میں۔بھرپور انداز میں اس کے بغلگیر ہو کر وہ الگ ہوئے تو سِنان انہیں دیکھ مسکایا۔جواباً وہ بھی نم آنکھوں سے مسکرائے۔

"بیٹھیں۔"پھر پورے احترام سے اس نے اپنے سسر کو نشست سنبھالنے کا کہا۔

"ہماری سبین بہت نصیبوں والی ہے سنعیہ۔"پیار سے اسے دیکھتے ہوئے وہ اپنی بیگم سے مخاطب ہوئے۔

"الحمدللہ۔"جواباً سنعیہ بیگم بھی متفق ہو کر اللہ کی شکر گزار ہوئیں۔

"آپ لوگ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"سِنان نے عاجزی دکھائی اور اس عاجزی پر وہ دونوں مزید نہال ہوئے۔

"اب بات کی طرف آتے ہیں پھر سے۔"سِنان نے دوبارہ بات کا آغاز کیا کہ یہ وقت کی اہم ضرورت تھی۔

"بلکہ یوں کہہ لیں کہ گیم کی طرف آتے ہیں۔اب گیم میں عزت اور جان دونوں کا خطرہ دکھا اور ساتھ ہی اپنوں کی زندگیوں کا تو وسیم زرش نے گیم میں دی گئی ہدایت پر عمل کیا

اور اپنی جان دے دی۔یہ میرا مفروضہ ہے،ضروری نہیں کہ ان دونوں نے گیم ہی کی وجہ سے جان دی ہو مگر یہ بالکل درست ہے کہ اگر کوئی بھی گیم کی وجہ سے جان دے گا تو اس کی تین وجوہات ہوں گی۔ایک اپنوں کی زندگیوں کا ڈر،دوسرا اپنی عزت کا خوف اور تیسرا دماغ کا سرور اور سراب۔ابھی ہم دو عوامل پر ہی بات کرتے ہیں،تیسرے کو چھوڑیں۔"اس نے اہم نکات پر روشنی ڈالی پھر ایک نکتے کو خود ہی خارج کر دیا۔

"بلکہ ابھی صرف گیم کی بات کرتے ہیں۔"پھر تمام ہی باتوں کو رد کر کر نئ بات کا آغاز کیا۔احمد صاحب اور سنعیہ بیگم ہمہ تن گوش تھے۔

"گیم تیزی سے پھیل رہا ہے اور خطرناک بھی ہے اور اگر وسیم اور زرش کی موت کے پیچھے بھی یہی گیم ہے تو پھر کزن اور دوست ہونے کی نسبت اس بات کے چانسز بہت زیادہ ہیں کہ ہمارا احمر بھی اس گیم کے چنگل میں پھنسا ہوا ہو۔"اب جو بات اس نے کی تھی وہ بات نہیں دھماکہ تھا جو بیک وقت ان دونوں کی سماعتوں پر ہوا تھا۔وہ دونوں سن رہ گئے تھے۔آنکھیں پتھرائیں اور زبان گویائی سے محروم ہو گئ۔

"لیکن۔۔۔احمر۔۔۔"دو لفظ اٹک اٹک کر احمد صاحب کی زبان سے نکلے۔

"ضروری نہیں کہ یہ سب حقیقت ہو،یہ بس میرا تجزیہ ہے اور یہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کرنے کی وجہ حفاظت ہے۔آگاہی ہر بار عذاب نہیں ہوتی بعض اوقات بروقت آگاہی حادثات سے بچا لیتی ہے۔اسی لیے میں نے آپ دونوں کو یہ بات بتائی کہ ہم مل کر احمر کو بچا سکیں۔"وہ اپنی بات کی وضاحت کر رہا تھا مگر احمد صاحب اور سنعیہ بیگم بہت مایوس اور افسردہ نظر آ رہے تھے۔

"مجھے احمر سے یہ امید نہیں ہے۔ابھی اسے بلا کر پوچھتا ہوں۔"احمد صاحب کا تو ذہن ماؤف ہونے لگا تھا۔ساری باتیں ذہن سے نکل گئی تھیں اور بس ایک ہی فکر ستا رہی تھی کہ احمر کی جان چلی گئی تو۔۔۔وہ فوراً اٹھے مگر اس سے قبل کہ وہ احمر کو پکارتے یا اندر جاتے،سِنان نے اٹھ کر ان کا بازو پکڑا اور انہیں واپس نشست پر بٹھا دیا۔

"یہی نہیں کرنا ہے انکل۔آپ کو کیا لگتا ہے آپ بلا کر اس سے پوچھیں گے کہ تم گیم کھیل رہے ہو اور وہ ہامی بھرے گا؟اور چلیں اس نے گھبرا کر مان بھی لیا یا آپ کے دباؤ میں آکر قبول کر لیا تب بھی کیا ہو جائے گا؟آپ اس پر غصہ ہوں گا،اسے برا بھلا کہیں گے،اپنی تربیت کو کوسیں گے اور اس کو لعن طعن کریں گے اور اس کے جواب میں وہ

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

روئے گا،گڑگڑائے گا،معافی مانگے گا،شرمندہ ہو گا اور احساس کمتری میں چلا جائے گا پھر یہ احساس کمتری اسے باغی بنا دے گا،آپ سے دور کر دے گا یا شاید اس کی جان لے لے گا اور اگر یہ سب نہ بھی ہوا تو وہ آپ پر کبھی بھروسہ نہیں کرے گا،اسے لگے گا کہ آپ اس پر نظر رکھ رہے ہیں،اسے آزادی نہیں دے رہے۔"وہ بیٹھے اور اس کی بات سن کر مخمصے میں چلے گئے۔

"تو کیا کروں اسے اس کے حال پر چھوڑ دوں اور چپ چاپ بیٹھ کر تماشا دیکھوں؟"وہ اس سے سوال کر رہے تھے۔اب کے لہجے میں ترشی تھی۔

"نہیں۔تماشا بھی مت دیکھیں مگر جاسوسی مت کریں۔اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ہاں نگرانی کریں اولاد کی،نگرانی کرنے کی اجازت ہے والدین کو مگر جاسوسی اولاد کی بھی نہیں کر سکتے۔"بات کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔دونوں کی نگاہیں بھی اس کے ساتھ سفر کر رہی تھیں۔وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر میز کی جانب جھکا اور جگ سے پانی کا گلاس بھر کر اپنے سسر کی سمت مڑا۔

"پانی پی لیں۔"پانی کا گلاس ان کی جانب بڑھایا۔انہوں نے ایک نظر اپنے داماد پر ڈالی پھر پانی کا گلاس تھام کر لبوں سے لگا لیا۔

"ایک بات بتائیں انکل،آپ کو مجھ پر بھروسہ ہے؟"خالی گلاس ان کے ہاتھ سے لے کر سِنان نے میز پر رکھا اور واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"بالکل ہے۔"احمد صاحب نے گہری سانس خارج کر خود کو پر سکون کیا۔

"تو بس پھر اطمینان سے میری بات سنیں اور یقین رکھیں کہ میں کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جس میں احمر کا نقصان ہو۔وہ میرا چھوٹا بھائی ہے اور مجھے عزیز ہے۔میں بس چاہتا ہوں کہ وہ محفوظ رہے۔"سِنان کی جانب سے کرائی گئی یقین دہانی ان دونوں کو اطمینان بخش گئی۔

روشنی اب مدھم ہو رہی تھی۔وقت تیزی سے ڈھل رہا تھا۔معدوم ہوتی روشنی ہنوز سِنان کی پشت روشن کر رہی تھی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"آپ احمر کی نگرانی کریں،اس کا دھیان رکھیں مگر اس کی جاسوسی مت کریں۔اسے اپنی موجودگی کا،اپنے ساتھ کا یقین دلائیں،اسے یہ احساس نہ دلائیں کہ آپ اس پر نظر رکھے ہوئے ہیں،اس پر شک کر رہے ہیں۔ایسی باتیں والدین اور اولاد میں نفرت کا باعث بنتی ہیں اور یہ بات میں یونہی ہوا میں نہیں کہہ رہا،یہ دینِ فطرت یعنی اسلام کا طریقہ ہے۔والدین کو اولاد کی پرائیویسی کا خیال رکھنا چاہیے۔جب اولاد جوانی کی دہلیز پر آئے تو چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔"نوجوان اولاد کے والدین کو بہترین نصیحتیں کر رہا تھا وہ۔سنجیدہ انداز مگر نرم لہجہ دلوں پر اثر کر رہا تھا۔

"یہ پرائیویسی کا ہی تو نتیجہ ہے بیٹا جو کچھ پتہ ہی نہیں چلا کہ اولاد کیا کر رہی ہے؟دیکھ لو وسیم اور زرش کو۔"سنعیہ بیگم نے افسوس سے سر ہلایا۔

"پہلی بات تو یہ لازمی نہیں کہ سب ایسا ہی ہو۔یہ محض میرا ایک مفروضہ ہے مگر اگر یہ سب ایسا ہے بھی تو بہت معذرت آنٹی اس کی وجہ پرائیویسی نہیں بلکہ غفلت ہے۔والدین کی غفلت۔"ایک زور دار طمانچہ تھا جو بنا ہاتھ اٹھائے لگایا گیا تھا۔دونوں نے ایک شرمندہ سی

نظر ایک دوسرے پر ڈالی۔کیا وہ لوگ بحیثیت والدین شکست کھا گئے تھے۔یہی سوچ تھی جو ایک ساتھ دونوں کے ذہنوں میں آئی تھی۔

سِنان نے ہاتھ منہ کے آگے کر،ہنکارا بھرتے دونوں کو شرمندگی سے نکالنا چاہا۔کسی حد تک کامیاب بھی ہوا۔وہ لوگ دوبارہ اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"ایک بات جو مجھے لگتی ہے کہ والدین کو جس چیز کے بارے میں مکمل معلومات نہ ہو وہ چیز کبھی بھی اولاد کے حوالے نہ کریں جیسے موبائل اور فیس بک۔۔۔یہ نئے دور کی نئ ایجاد ہے جو آج کل کی نسل کیلیے بھی نئ ہے مگر دلچسپ ہے سو وہ اس میں غرق ہوتے جا رہے ہیں مگر انہی بچوں کے والدین اس فیس بک نامی بلا اور سمارٹ فون نامی شے سے انجان ہیں اور ان کی دلچسپی ان سب چیزوں میں زیرو ہے لیکن پھر بھی بچوں کو اس چیز کے حوالے کر دیا ہے۔"

"لیکن بیٹے یہ تو آج کل لازمی ہے۔دنیا میں اگر آگے بڑھنا ہے تو یہ سب تو اپنے بچوں کو سکھانا پڑے گا ورنہ تو وہ پیچھے رہ جائیں گے۔"احمد صاحب نے اس کی تفصیلی بات پر سوال اٹھایا جو کہ کچھ زیادہ غلط بھی نہ تھا۔

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ بچوں کو انہی چیزوں کے حوالے کر دیں اور خود بالکل آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیں۔میں جانتا ہوں والدین کیلیے یہ دلچسپی کی شے نہیں ہے مگر انہیں جنریشن کے اس گیپ کو مٹانا چاہیئے۔جو چیز ان کے بچوں کیلیے دلچسپی کا باعث ہے وہ انہیں سیکھنی چاہیے تا کہ وہ بھی انجان نہ ہوں اور اپنے بچوں کو محفوظ رکھ سکیں۔بچے امانت ہیں،ان کیلیے محنت اور کوشش کرنی پڑتی ہے تا کہ وہ زندگی میں صحیح سمت چلیں اور اس کیلیے لازمی ہے کہ والدین کو ہر سمت اچھے سے ازبر ہو پھر بچہ کسی بھی سمت مڑے والدین اس تک پہنچ سکتے ہیں،اسے گائیڈ کر سکتے ہیں،اسے پروٹیکٹ کر سکتے ہیں۔آپ بچوں کے نگران ہیں سو نگرانی کریں تا کہ وہ آپ پر بھروسہ کریں،نہ کہ جاسوس بن کر جاسوسی کریں کہ وہ باغی ہو جائیں،فیصلہ آپ کا ہے۔"وہ باتیں کر رہا تھا اور دل مطمئن ہو رہا تھا۔اس کے پاس ہر ہی مشکل کا حل موجود تھا کیونکہ وہ اس کتاب کی روشنی میں مشکلات کا تجزیہ کر رہا تھا کہ جو آفاقی تھی اور حق تھی سو ہر مشکل کا ہی حل نکلتا جا رہا تھا۔

"اب میں وہ بات کرنے لگا ہوں جو سب سے اہم ہے اور جس کیلیے یوں سمجھ لیں کہ میں نے اتنی لمبی تمہید باندھی ہے مطلب کہ ابھی تک کی گئی گفتگو اسی ایک بات کی بنیاد تھی۔"اس کی بات پر دونوں چوکنے ہو کر بیٹھ گئے۔یقیناً بہت اہم بات تھی جو وہ اب کرنے لگا تھا۔سورج اب ڈھلنے کے بالکل نزدیک تھا۔سِنان کی پشت سے روشنی غائب ہو چکی تھی۔مغرب کی اذانیں شروع ہوئی چاہتی تھیں۔

"اگر آپ کی اجازت ہو تو آپ کا بڑا بیٹا اور احمر کا بڑا بھائی ہونے کی حیثیت سے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کچھ دن کیلیے اسے میرے ہمراہ بھیج دیں۔میں اسے شہر کی اس ٹینشن بھری زندگی سے نکال کر کچھ عرصے کیلیے اپنے ساتھ وادیوں میں لے جانا چاہتا ہوں تا کہ وہ ان سب اذیتوں سے نکل سکے۔"وہ بڑے مان سے ان سے اجازت طلب کر رہا تھا۔احمد صاحب اور سنعیہ بیگم سوچ میں پڑ گئے۔

کچھ دیر یونہی سوچوں میں گھرے،ایک دوسرے کو کن انکھیوں سے دیکھنے کے بعد احمد صاحب نے گہری سانس ہوا میں چھوڑی۔سِنان ان کے بولنے کا منتظر تھا۔

"تم پر بھروسہ ہے اور تمہاری باتوں سے دل کو مزید تسلی بھی ہوئی ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اس کا خیال بہت اچھے سے رکھو گے مگر میرا دل ڈوب رہا ہے۔بار بار یہی سوچ آ رہی ہے کہ اگر احمر بھی گیم کھیل رہا ہوا اور اس نے اپنی جان دے دی تو پیچھے ہم تو ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔جوان اولاد کو قبر میں اتارنے کا حوصلہ نہیں ہے مجھ میں۔"احمد صاحب بولے تو آواز میں صدیوں کی تھکن تھی اور دل ڈوبا جا رہا تھا۔سنعیہ بیگم کی حالت بھی کچھ جدا نہ تھی۔

سِنان کرسی پر آگے کو کھسکا اور اپنے سسر کے ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے کر دبائے گویا اپنے ہونے کا احساس دلایا۔

"انکل میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی امانت کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا تو خیانت نہیں کروں گا بلکہ صحیح سلامت آپ کو واپس کروں گا۔میرے ہوتے ہوئے احمر کے ایک بال کو بھی کوئی نہیں کاٹ سکتا پھر جان لینا تو دور کی بات ہے۔"سِنان کے الفاظ انہیں ہمت دلا رہے تھے۔وہ اسے امید بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔مقابل کی نگاہوں میں بھی مان و احترام کی چمک تھی۔فیصلہ اب زیادہ دشوار نہ لگ رہا تھا۔

"فیصلہ آپ دونوں پر ہے۔اگر آپ کو مناسب نہ لگے تو نہ بھیجیں اسے میرے ساتھ مگر پھر بھی اس کی جاسوسی مت کیجیے گا اور میرے بتائے طریقے سے اسے ہینڈل کریے گا۔باقی میں ہر وقت ہر لمحہ اپنے چھوٹے بھائی کیلیے موجود رہوں گا۔"وہ احمر کی حفاظت کا بھرپور یقین دلا چکا تھا اور فیصلہ بھی ہو چکا تھا۔احمد صاحب نے ایک نظر اپنی بیگم کو دیکھا۔ان کے تاثرات بھی راضی بہ رضا لگ رہے تھے سو انہوں نے اپنے داماد کو اجازت سے نوازا۔

"ٹھیک ہے بیٹا تم احمر کو اپنے ساتھ لے جاؤ،ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"انہوں نے پیار سے اس کے ہاتھوں پر تھپکی دی۔سِنان مسکرایا اور ہلکا سا جھک کر ان کا شکر گزار ہوا۔دن اور رات اب باہم ملنے لگے تھے سو وقت قلیل ہو رہا تھا۔کچھ ہی دیر میں فضاؤں نے مغرب کی اذانوں سے معطر ہونا تھا اور سِنان کو اس سے قبل ہی بات سمیٹنی تھی۔

"ایک اور بات۔"پھر تمہید باندھی گئی۔

"ہاں کہو بیٹا۔"سنعیہ بیگم نے خوشدلی سے اجازت دی۔احمد صاحب بھی مطمئن سا مسکائے۔

"آپ اپنی امانت میرے حوالے کر ہی رہے ہیں تو ساتھ ہی میری امانت بھی میرے حوالے کر دیں۔"سِنان نے مسکراتے ہوئے اپنے ساس سسر کو دیکھا جو نا سمجھی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"مطلب کیسی امانت بیٹے؟"احمد صاحب نے اچھنبے سے دریافت کیا۔

"سبین۔۔"نام لبوں سے ادا ہوا تھا اور دل دھڑکا گیا تھا کیونکہ دل پر نقش تھا یہ نام۔

"میں سبین کو رخصت کروا کے لے جانا چاہتا ہوں اپنے ساتھ۔"پوری تفصیل واضح کی گئی۔

"لیکن یوں اچانک۔۔کیا سبین بھی گیم کا حصہ ہے یا تمہیں اس پر بھی شک ہے؟"احمد صاحب کی آواز میں ہچکچاہٹ تھی۔

"نہیں انکل مجھے اس پر شک نہیں بلکہ یقین ہے۔"وہ رکا اور ان دو نفوس کی سانس رکی۔

"یقین ہے کہ وہ اس طرح کی خرافات میں نہیں پڑ سکتی۔"بات مکمل ہوئی اور سانس بحال ہو گئی۔سِنان سبین کی بات چھپا گیا تھا۔وہ سبین کا شوہر تھا اس کا لباس اور لباس عیبوں کو

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

ڈھانپنے کیلیے ہوتے ہیں سو وہ کیسے اس کی غلطی کسی کے سامنے عیاں کر دیتا پھر چاہے اس کے والدین ہی مقابل کیوں نہ ہوں۔

"پھر اچانک رخصتی؟"سنعیہ بیگم کو اپنے داماد کی اچانک فرمائش کچھ سمجھ نہ آئی۔

"میں چاہتا ہوں کہ سبین بھی اس سوگ بھرے ماحول سے کچھ عرصے کیلیے باہر نکلے۔ابھی اس سے مل کے آیا ہوں،وہ اپنے کزنز کی ڈیتھ سے بہت اپ سیٹ ہے اور اب اگر میں احمر کو بھی لے جاؤں گا تو وہ اکیلی پڑ جائے گی۔اسی لیے اسے بھی ساتھ لے کر جانا چاہتا ہوں اور جب جانا ہی ٹھہرا تو رخصتی ہی کروالی جائے کیونکہ پھر کوئی تک نہیں بنتی نہ بنا رخصتی کے لے جانے کی۔"پوری تفصیل سن کر سبین کے والدین سر کو اثبات میں جنبش دے رہے تھے گویا بات عقل میں آگئی تھی۔

"ٹھیک ہے بیٹا۔ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔تم جب چاہو اپنی امانت لے جاؤ۔"احمد صاحب نے اجازت دی اور فضا میں مغرب کی اذانیں گونجنے لگیں۔سورج غروب ہو گیا تھا۔دن رات میں ضم ہو کر دنیا کو اندھیروں کے سپرد کر گیا تھا مگر کچھ گھنٹوں کیلیے۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"ٹھیک ہے پھر میں دو دن بعد آؤں گا اپنے والدین کو لے کر تب تک آپ نے میری اور اپنی دونوں کی امانتوں کا خیال رکھنا ہے۔اب میں چلتا ہوں اللہ حافظ۔"وہ بات کرتے کرتے ہی کھڑا ہو گیا تو ان دونوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

"بیٹا کچھ دیر تو بیٹھو، کھانا کھا کر چلے جانا۔"سنعیہ بیگم نے روکنا چاہا۔

"ہاں بیٹا۔"احمد صاحب نے بھی تائید کی مگر وہ سہولت سے انکار کر گیا۔

"بہت شکریہ۔کھانا پھر کبھی سہی،ابھی کچھ اہم کام ہے تو رک نہیں سکتا،معذرت۔"اسے نماز کیلیے جانا تھا تبھی فوراً اٹھ گیا۔

"چلو ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔اللہ حافظ۔"احمد صاحب نے مصافحہ کیلیے ہاتھ بڑھایا جسے اس نے گرم جوشی سے تھام کر اپنے سینے سے لگایا پھر اپنی ساس کو جھک کر سلام پیش کیا۔سنعیہ بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور وہ ان دونوں کو خیر باد کہہ کر گھر کے مرکزی دروازے کی سمت بڑھ گیا۔پیچھے کھڑے وہ دو وجود مطمئن انداز میں اسے جاتا دیکھ رہے تھے۔یہ اطمینان تھا اپنی بیٹی کے روشن مستقبل کا جو انہیں ابھی سے ہی صاف دکھائی دے رہا تھا۔

✼✼✼

گیٹ سے باہر نکل کر سِنان نے موبائل نکالا اور ایک نمبر ملا کر کان سے لگایا۔موبائل کان سے لگائے وہ اوپر کی جانب بنی ایک کھڑکی کو بغور دیکھ رہا تھا جس پر لگا پردہ لہرا رہا تھا۔اس کی نگاہیں وہیں ٹکی تھیں۔محبت پاش نگاہیں۔

"خانم ذرا کھڑکی پر آئیں گی۔"کال اٹھائی اور وہ گھمبیر آواز میں گویا ہوا پھر ایک سہانا سا منظر اس کی سبز آنکھوں نے دیکھا کہ سرمئی پردہ کھسکا اور ایک خوبصورت چہرہ پردے کی اوٹ سے نمودار ہوا گویا سرمئی بادل کے پیچھے سے چاند نے جھانکا ہو مگر وہ چاند سرخ تھا۔سِنان کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

وہ بالکل چپ کھڑی،شرماتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔

"تیار رہنا دو دن بعد تمہارا سِنان تمہیں لینے آئے گا۔اب چلتا ہوں نماز کو دیر ہو رہی ہے۔اللہ کی امان میں رہو خانم۔"مخمور آواز میں ملن کا پیغام دے کر وہ آنکھوں سے شرارت کرتا،اسے دیکھتے ہوئے ہی قدم پیچھے لینے لگا۔گلی کے کونے تک وہ اسی طرح گیا پھر ایک ہاتھ اٹھا کر اسے الوداع کہا اور مڑ کر آگے بڑھ گیا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

سبین نے نگاہوں سے اوجھل ہو جانے تک اسے دیکھا اور پھر سرمئی پردے کے پیچھے غائب ہو گئی۔

***

دو دن کا وقت دے کر گیا تھا سِنان مگر وہ دو دن تھے کہ سالوں پر محیط ہو گئے تھے، گزرنے میں ہی نہ آ رہے تھے۔ابھی تو محض چند گھنٹے ہی گزرے تھے۔ابھی تو اس شام کی رات آئی تھی اور احمد ولا کے مکینوں کی حالت زار عجیب تھی۔

رات آتی ہے پرسکون کرنے کیلیے کہ دن بھر کا تھکا ہارا بشر رات کے اندھیرے میں آرام پائے اور اگلے دن کیلیے تازہ دم ہو جائے مگر آج کی رات بے چینی لے کر آئی تھی۔سبین اور احمر اپنے اپنے کمروں میں تھے اور احمد صاحب اور سنعیہ بیگم اپنے کمرے میں لیکن سب کے سب جاگے ہوئے تھے گویا نیند حرام تھی آج کی رات۔

رات آدھی تو بیت چکی تھی بس اب آدھی اور گزارنی تھی جو کہ مشکل امر تھا۔سونے والوں نے آج جاگ کر سفر کرنا تھا سو مشکل تو پیش آنی ہی تھی۔جاگ بھی وہ کہ جس

میں کوئی جذبہ نہ تھا محض خوف تھا اور اسی خوف کے سایے دراز تھے احمد ولا کے مکینوں پر۔

احمر بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔جب سے گیم کھیلنا شروع کیا تھا،رات جاگنے کی عادت سی پڑگئی تھی اور پھر یکے بعد دیگرے بچپن کے ساتھیوں کو کھویا تھا تو نیند بالکل ہی اڑ گئی تھی۔اب اداسی تھی۔وہ کمبل میں لیٹا تھا۔چت لیٹا چھت کو گھور رہا تھا۔کمرے میں روشنی تھی جو آنکھوں کو چبھ رہی تھی۔اس نوجوان کی آنکھوں میں روشنی چبھنے لگی تھی،وہ اندھیروں کا عادی ہو گیا تھا۔رنگین بچپن کی منزل اندھیر نگری میں پھنسا لڑکپن کیسے ہوئی تھی؟یہ اس کی اپنی کوتاہی تھی یا پھر نا سمجھی یا پھر اس کے والدین کی بے فکری میں ڈوبی سنگین غفلت،جو بھی تھا مگر برا تھا بلکہ بھیانک۔

روشنی اس کے معصوم اور سہمے ہوئے چہرے پر پڑ رہی تھی۔آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور بھیگی ہوئی تھیں۔وہ کچھ بول رہا تھا۔کمرے میں مدھم سی آواز گونج رہی تھی۔رات کا سناٹا تھا سو خاموشی بھی سنائی پڑ رہی تھی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"یا اللہ مجھے وسیم اور زرش کی بہت یاد آتی ہے۔مجھ سے ان کے بنا نہیں رہا جاتا۔"سسکیاں اس کے الفاظ کھا رہی تھیں۔

"دو دن بعد آپی کی رخصتی ہے۔ہم لوگوں نے کتنے پلانز بنائے تھے،سب برباد ہو گئے اور اب آپی چپ چاپ یہاں سے چلی جائیں گی۔"اب ہچکیاں اور سسکیاں غالب آگئ تھیں۔اسے بے طرح یاد آ رہے تھے اپنے بچپن کے ساتھی۔

"یار میں تو شرارہ بناؤں گی آپی کی شادی میں۔"ماضی سے ایک آواز گونجی تھی۔زرش کی آواز،احمر پہچان گیا تھا۔

"ہم دونوں میچنگ کریں گے مزہ آئے گا۔دونوں شیروانی بنائیں گے وہ بھی بلیک کلر کی۔بلیک کلر بڑا اچھا لگتا ہے۔"وسیم کے منصوبے یہیں رہ گئے تھے اور وہ خود سناٹوں کی نذر ہو گیا تھا۔

کیسے ارمان تھے؟کیا خوب زمانہ تھا؟کتنا اچھا تھا سب کچھ جب تک کہ اس خونی گیم نے ان کی زندگیوں میں قدم نہیں رکھا تھا اور اب کیسا خوف چھا گیا تھا زندگیوں پر۔اگلے پل کیا ہوتا،کسی کو نہیں پتہ تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

سوچیں حاوی ہوئیں تو سانس گھٹنے لگا۔وہ فوراً سے اٹھ بیٹھا اور کمبل اتار کر کمرے میں رکھی سٹڈی ٹیبل کے پاس چلا آیا۔وہاں رکھا موبائل اٹھایا۔یہی تو تھی ہر مصیبت کی جڑ۔

"کاش میٹرک کے بعد ہم لوگوں کو موبائل ملا ہی نہیں ہوتا۔"ایک اور کاش۔۔۔زندگی میں کتنے کاش رہ گئے تھے اور سفر ان کاش کو پیچھے چھوڑ آگے بڑھ گیا تھا۔

اس نے گہری سانس بھری اور موبائل کھولا۔آنکھیں ہنوز نم تھیں بلکہ رخسار بھگو رہی تھیں۔کال ملا کر موبائل کان سے لگایا۔

"وسیم اور زرش تو ہمیں چھوڑ کر چلے گئے مگر میں فہد،ریحان اور ثمرہ کو نہیں مرنے دوں گا۔"یہی سوچ ذہن میں چل رہی تھی اور وہ کال اٹھائے جانے کا منتظر تھا۔

دوسری جانب اسی کمرے کے برابر والے کمرے کے مناظر تھے جو کچھ مختلف نہیں تھے۔وہی بیڈ پر لیٹا وجود،وہی غم و سوگ،وہی ڈر و خوف اور وہی چپ چاپ رخصت ہو جانے کا دکھ اور ٹوٹے ہوئے خواب۔بس ایک چیز مختلف تھی یہاں اور وہ تھی روشنی۔وہاں روشنی بھرپور تھی جبکہ یہاں مدھم تھی،مدھم ہری روشنی۔

"پرسوں میں اس گھر سے رخصت ہو جاؤں گی۔کس نے سوچا تھا کہ وہ لڑکی جس کا نکاح اتنی دھوم دھام سے ہوا تھا،اس کی رخصتی اتنی اچانک اور اتنے سوگوار عالم میں چپ چاپ سے ہو گی۔"سوچیں سبین کو جگا رہی تھیں۔سِنان نے منع کیا تھا سو وہ گیم کے ٹاسک پورے نہیں کر رہی تھی مگر ایک دھڑکا لگا ہوا تھا۔اپنی عزت اور سِنان کی زندگی کا دھڑکا مگر مجبور تھی پھر بھی کیونکہ اس نے مرد ہو کر اپنی وفائیں ثابت کر دی تھیں اور اب اس کی باری تھی اپنے شوہر کے بھروسے کو سنبھالنے کی۔

وہ بار بار انگلیوں کے پوروں سے آنسو صاف کر رہی تھی مگر آنسو تھے کہ بہے جا رہے تھے۔یوں محسوس ہو رہا تھا کہ آنسوؤں میں وجود ہی بہہ جائے گا مگر یہ کہاں اتنا آسان امر تھا!

"آپی آپ تو آج ہی تنی بیوٹیفل لگ رہی ہو پھر بارات کے ریڈ ڈریس میں تو بہت ہی پیاری لگو گی۔"وسیم کی شرارتی سی آواز سماعتوں میں گونجی تو آنسوؤں کی جھڑی سی لگ گئی۔وہ اٹھ بیٹھی اور منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی سسکیاں گھوٹنے لگی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"میں تو ایک ہفتے پہلے سے رکنے آجاؤں گی اور مزے کروں گی۔"زرش کی معصوم خواہشیں بھی یاد آنے لگی تھیں اور ان دونوں کے چہرے آنکھوں کے سامنے حرکت کرنے لگے تھے۔

کتنا سہل تھا ماضی میں ہوئی باتوں کو سننا مگر کتنی اذیت تھی ان جملوں کو سننے میں جو محض سنے ہی جا سکتے تھے اور ان کو کہنے والے اب کبھی کچھ نہیں بولنے والے تھے۔خاموشیوں کی آوازیں تنگ تھیں،دم نکال رہی تھیں۔

"زرش،وسیم۔۔اللہ۔۔۔یا اللہ۔۔۔کیسے ہنستے کھیلتے بچے تھے اور کیسے ایک جھٹکے میں مر گئے۔یا اللہ جس نے بھی یہ گیم بنایا ہے اسے برباد کر دے یا رب۔اسے آگ میں جھونک دے۔اسے برباد کر دے۔۔۔آہ۔۔۔اللہ۔۔۔"وہ سر کے بل نیچے جھکی ہوئی تھی۔دونوں ہاتھوں سے پیٹ کو پکڑا ہوا تھا۔آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بہہ رہی تھی اور زبان پر درد و بد دعائیں جاری تھیں۔درد تھا کہ بڑھتا جا رہا تھا۔رات رو رو کر ہی گزرنی تھی۔وہ دو معصوم چہرے ان آنکھوں کو ہر جگہ نظر آ رہے تھے۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

تیسرا کمرہ ان درد سے لڑتے والدین کا تھا مگر یہاں کے مناظر بالکل مختلف تھے۔درد ان کے دلوں میں بھی تھا مگر شام میں ہوئی باتیں اس درد پر غالب آگئی تھیں کیونکہ وہ باتیں ان کے اپنے بچوں کی حفاظت اور زندگی سے جڑی تھیں اور اولاد سے بڑھ کر بھی والدین کو کوئی پیارا ہوتا ہے کیا؟

وہ دونوں اپنے بیڈ پر نیم دراز تھے اور بالکل خاموش تھے۔دونوں ہی اپنی سوچوں میں گم تھے کہ احمد صاحب کی آواز نے خاموشی توڑی۔

"احمر کو دیکھ کر آؤں کہ وہ کیا کر رہا ہے؟"

"نہیں۔۔یاد نہیں سِنان نے کیا کہا تھا۔جوان ہوتے بچوں کی جاسوسی نہیں کرنی چاہیے ورنہ وہ باغی ہو جاتے ہیں اور اولاد اور والدین کے رشتے میں کھٹاس آجاتی ہے۔"سنعیہ بیگم نے اپنے شوہر کو دیکھا اور اپنے داماد کے الفاظ دہرائے۔وہ بھی سمجھ کر اثبات میں گردن ہلانے لگے۔

"ایسا کرتے ہیں کہ باہر لاؤنج میں چل کر بیٹھ جاتے ہیں۔ٹی وی پر کوئی مووی لگا لیں گے۔اس سے بچوں کی نگرانی بھی ہو جائے گی اور انہیں یہ بھی نہیں لگے گا کہ ہم ان کے سروں پر مسلط ہو رہے ہیں۔"وہ یکدم اٹھیں اور اپنے شوہر کو مشورہ سے نوازا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے پھر اگر ان دونوں میں سے کوئی کمرے سے نکلے گا تو ہمیں پتہ چل جائے گا یا اگر کمرے سے کوئی غیر معمولی آوازیں آئیں گی تو بھی پتہ چل جائے گا۔"انہیں یہ بات بہت پسند آئی تھی سو وہ دونوں فوراً اٹھے اور لاؤنج میں آکر براجمان ہو گئے۔سامنے لگی ایل ای ڈی کھولی اور بے حد پست آواز میں سکرین پر چلتے مناظر دیکھنے لگے۔نظریں سکرین پر تھیں مگر پورا دھیان اور سماعتیں ان دو دروازوں کے پار موجود وجودوں پر لگی ہوئی تھیں اور دل ان کی سلامتی کیلیے دعا گو تھا۔

❊ ❊ ❊

وقت ظالم تھا مگر گزر گیا تھا۔دو دن کی مسافت بالآخر طے ہو گئی تھی اور آن پہنچا تھا دن،اس عہد کی تکمیل کا جو سِنان نے سبین کے والدین سے لیا تھا۔اسی عہد کو مکمل کرنے

کیلیے وہ اپنے والد کے ہمراہ احمد ولا کے لاؤنج میں براجمان تھا۔دن کا وقت تھا سو روشنی چھائی ہوئی تھی اور لاؤنج کی دیوار میں اونچائی پر بنے روشن دان سے چھن کر آ رہی تھی۔

لاؤنج میں اس وقت چھ نفوس صوفوں پر براجمان تھے۔سِنان،اس کے والد،احمد صاحب،احمر،غفار صاحب(وسیم کے والد)،وجاہت صاحب(ثمرہ کے والد اور سبین کے پھوپھا)۔انہی چند لوگوں کی موجودگی میں رخصتی ہونا قرار پائی تھی کیونکہ خاندان بھر میں ہی غم کی شدت برقرار تھی۔یہ تو بس ایک فرض تھا جو احمد صاحب کے بلاوے پر وہ سب نبھانے آگئے تھے۔انہوں نے کسی سے بھی آمد کیلیے زیادہ اسرار نہیں کیا تھا بس سرسری سا دعوت نامہ بذریعہ کال بھیجا تھا اور یہ چند آدمی اپنی رضا سے شرکت کیلیے چلے آئے تھے۔خاندان کی عورتوں میں سے البتہ کوئی نہیں آیا تھا سو سبین اور سِنان کی والدہ ہی خواتین میں شامل تھیں جو کہ اس وقت اوپر سبین کے کمرے میں اس کے ہمراہ موجود تھیں۔

تیاری تو کچھ خاص کرنی نہیں تھی کیونکہ سادگی سے رخصتی قرار پائی تھی تبھی سِنان کے والدین ہی آئے تھے لیکن سِنان کی والدہ نے بے حد ادب کے ساتھ ایک فرمائش کی تھی جسے سبین کے والدین نے قبول کر لیا تھا کہ یہ کچھ اتنی بے جا خواہش بھی نہ تھی۔

"اس سادگی میں بھی امارا بہو کتنا پیارا لگ را اے۔"وہ جب سرخ رنگ کی پشواز جو سنہرے رنگ سے سجی تھی،زیب تن کیے سٹور نما کمرے سے باہر نکلی تو اس کی ساس نے بلائیں لے کر اس کی تعریف کی۔وہ مسکرائی۔ساتھ اس کی ماں کے چہرے پر بھی مسکان ٹھہری۔

یہی ایک بے ضرر سی خواہش کی تھی سِنان کی والدہ نے سبین کے والدین سے کہ بے شک رخصتی پر کچھ اہتمام نہ کیا جائے بس ان کی لائی گئی یہ پشواز ان کے سِنان کی دلہن کو پہنا دی جائے اور سبین کے والدین نے اپنی سمدھن کا بھرم رکھ کر اجازت دے دی تھی سو اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ سرخ رنگ کی پشواز پہنے ہوئے تھی البتہ زیور وغیرہ کوئی نہیں پہنا تھا اور نہ ہی کوئی میک اپ کیا تھا۔

"کہاں سوچا تھا کہ تمہیں ایسے وداع کروں گی۔"اس کی ماں نے اسے کندھوں سے تھاما اور پیار سے اس کی جانب دیکھنے لگیں۔آنکھیں نم تھیں۔

"یہ تو زندگی اے،انسان سوچتا کچ اے اور ہوتا کچ اے۔"پیچھے سے اس کی ساس آگے آئیں اور اپنی سمدھن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دلاسا دیا۔وہ نم آنکھوں سے انہیں دیکھ اثبات میں سر ہلانے لگیں۔ سبین کی اپنی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔خوابوں کی کرچیاں تھیں سو چبھن کا احساس بھی بڑھ رہا تھا۔

"ام نے ایسے ای تو آپ کا بیٹی کو پسند نئیں کیا تا۔دیکو کتنا پیارا لگ را اے ہمارا سِنان کا دُلن بالکل سنیرا،گندم کا کلی جیسا۔"سنعیہ بیگم ان کی بات پر مسکراتے ہوئے انہیں دیکھنے لگیں۔انہوں نے کتنے خوبصورت انداز میں بات پلٹی تھی کہ احساس بھی نہ ہوا تھا۔وہ سِنان کی والدہ تھیں،انہیں ایسا ہی ہونا تھا۔

"آؤ بیٹو ادر۔"اس کی تعریف کر انہوں نے اسے تھاما اور اپنے ساتھ لیے بیڈ کی جانب چل دیں۔ساتھ ہی سر کے اشارے سے اپنی سمدھن کو بھی آنے کا کہا سو وہ بھی آنکھ میں آیا آنسو پونچھ کر ان کے پیچھے ہو لیں۔

"آپ کو پتہ اے امارا سارا بہو پٹان اے اور صرف سبین ہی اردو بولنے والا اے۔اس کا ایک بڑا فائدہ اے کہ امارا سِنان کا بچہ سب سے الگ رنگ کا نکلے گا۔گندمی اور سرخی کا

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

ملاپ۔۔۔ام تو یہ سوچ سوچ کہ خوش ہوتا اے۔"اپنی بہو کی بلائیں لیتی ہوئی وہ اپنے جوش کا اظہار کر رہی تھیں اور سبین ان کی بات پر جھینپ کر سمٹی جا رہی تھی۔

"ان شاءاللہ بہن اللہ بہت سی خوشیاں دکھائے ہم سب کو۔"سبین کی ماں نے بھی ان کا ہاتھ تھام کر دعا سے نوازا۔

"آمین۔۔۔ام کو بوت سارا بچہ دیکنا اے اپنے سِنان کا۔"انہوں نے سبین کی شرماہٹ محسوس کر اسے شرارت سے مزید چھیڑا جس پر وہ مزید سرخ ہو گئی۔

اب کمرے کا ماحول کچھ بدل گیا تھا اور اس کی واحد وجہ تھیں سِنان کی مورے گلا لئی خانم۔

یونہی ادھر ادھر کی باتوں میں قریباً گھنٹہ بھر مزید سرک گیا تو سِنان کے والد نے گلا کھنکار کر اپنے سمدھی کو مخاطب کیا۔

"ایمد بائی اب بچی کو بلا لیں تا کہ ام اپنا امانت لے کر کھیریت سے واپس لوٹے۔"بنا تمہید کے انہوں نے رخصتی کا عندیہ دیا سو احمد صاحب بھی سر کو جنبش دے کر اپنے بیٹے کی

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

جانب مڑے جو اداس سا بیٹھا ہوا تھا۔یہ اداسی محض بہن کے رخصت ہونے کی سبب نہیں تھی،یہ اداسی گہری تھی،اس میں راز چھپے تھے۔

"بیٹا احمر جاؤ اپنی ماں کو بولو کہ آپی کو لے آئیں۔"باوجود کوشش کے بھی ان کا گلا رندھ گیا۔اپنے لختِ جگر کو الوداع کہنا آسان تو نہ تھا۔وہ بھی قبل از وقت اور حالت غم میں۔

"جی پاپا۔"احمر آواز پر خواب سے جاگا اور اوپر جانے والی سیڑھیوں کی جانب بھاگ کھڑا ہوا۔

پیچھے وہ لوگ منتظر بیٹھ گئے۔سِنان کی نگاہیں اب سیڑھیوں پر ہی ٹھہر گئی تھیں کہ جہاں سے ابھی اس کی بیوی نے نمودار ہونا تھا۔دو دن سے کال پر بھی بات نہ ہوئی تھی ان کی اور یہ سِنان نے جان بوجھ کر کیا تھا۔اس کی وجہ اس لڑکی کو آزمانا نہیں تھا لیکن اپنے عہد میں پکا رکھنا تھا اور وہ ثابت قدم رہی تھی۔وہ جانتا تھا کہ وہ وفادار ہے،وہ اپنا عہد نبھائے گی اور اس نے ثابت کر دیا تھا گو کہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔اس کے علاوہ کال نہ کرنے کی مزید کچھ وجوہات،مزید کچھ دوسرے معمولات تھے جن میں وہ بری طرح مصروف رہا تھا اور پھر سبین نے خود بھی اسے کال نہیں کی تھی تو یہ عذر بھی آن ٹھہرا تھا لیکن اب وہ

اسے لے کر جا رہا تھا۔اس گھٹن زدہ ماحول سے دور ایک خوبصورت جنت میں جو سِنان کی ملکیت تھی اور جس کی حور سبین تھی۔بھلا حور کے بنا بھی جنت ہوتی ہے سو اس کو لے جانا تو لازمی امر تھا۔

انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور ٹوپی والے سیاہ برقعہ میں ڈھکا نازک وجود دو عورتوں اور ایک لڑکے کے ہمراہ سیڑھیاں اترتے ہوئے دکھا۔وہ پوری طرح سے ڈھکی ہوئی تھی کہ کوئی بھی اس کو دیکھ نہ سکتا تھا اور سِنان اچھے سے جانتا تھا کہ یہ اس کی مورے کی کارستانی تھی۔خود اس کی مورے بھی چادر اوڑھے ہوئی تھیں اور چہرے کو پلو سے ڈھانپا ہوا تھا کہ ہر ایک کی نظر سے مخفی تھا۔وہ جب تک احمد صاحب کے گھر تھی تب تک ان کے رہن سہن کے حساب سے رہنے میں کوئی قباحت نہیں تھی مگر اب وہ سِنان کے گھر جا رہی تھی،اس کی بیوی کی حیثیت سے تو اب اسے ویسے ہی رہنا تھا کہ جس طرح ان کے گھر کی خواتین رہتی تھیں۔نیچے اس کے پھوپھا بھی موجود تھے سو پردہ لازم تھا۔

وہ سِنان کیلیے سجی تھی اور اس کا تمام حسن سِنان کیلیے ہی تھا سو کسی کو بھی حق نہ تھا کہ اس کی خوبصورتی تک رسائی پاتا۔وہ مسکراتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا،وہ جو سات پردوں میں ہونے کے باوجود اس کی نظروں میں عیاں تھی۔

یونہی سہج سہج چلتی وہ نیچے آئی اور لاؤنج میں داخل ہو کر دھیمی آواز میں سب کو سلام کیا۔بیک وقت کئی زبانوں کی جانب سے جواب آیا پھر وہ اپنی ماں اور ساس کے ہمراہ دوسرے صوفہ پر براجمان ہو گئی۔سِنان کی نظریں اس کے مدار میں گھومتی اس پر ٹک گئیں۔

"چلو بیگم اب بیٹی کو سپرد کرنے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔اب بیٹھنے کا وقت نہیں۔"احمد صاحب نے بھاری دل سے اپنی بیٹی کو دیکھتے ہوئے،اپنی بیگم سے کہا۔

وہ گردن کو جنبش دے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔دل ان کا بھی بھر آیا تھا۔

"چلو بیٹا اٹھو۔"اس کی ماں نے اسے تھاما اور وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

نکاح پہلے ہی ہو چکا تھا اور دعوت کیلیے ان لوگوں نے انکار کر دیا تھا۔ایک تو یہی کہ ان کے خاندان میں اتنے بڑے حادثات پے در پے رونما ہوئے تھے اور دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ وہ پٹھان تھے اور ان کے یہاں لڑکی والوں سے نکاح یا رخصتی کی دعوت نہیں لی جاتی بلکہ لڑکے کی جانب سے ولیمہ کھلایا جاتا ہے جو ان لوگوں نے اپنے آبائی علاقے میں کھلانا تھا۔نکاح والے دن کا کھانا بھی احمد صاحب کی رضامندی سے سِنان نے ہی کیا تھا اور آج ایسا موقع محل نہیں تھا کہ وہ لوگ بھی کھانا کرتے سو بس رخصتی ہی ہونا تھی۔

وہ احتیاط سے کھڑی ہوئی اور اپنی ماں سے لپٹ گئی۔سیاہ پردے کے پیچھے آنکھیں بہنے لگیں۔اس کی ماں بھی اسے تھپکتے ہوئے رو رہی تھی۔منظر دیکھ سبھی کا دل بھاری ہو گیا تھا۔غفار صاحب کو بے ساختہ اپنی بھتیجی زرش یاد آنے لگی تھی۔

"سِنان بہت اچھا لڑکا ہے۔مجھے پورا یقین ہے کہ وہ ہم سے بھی زیادہ تمہارا خیال رکھے گا۔"اس کی ماں بھیگی آواز میں اسے حوصلہ دے رہی تھی مگر اس وقت تو بس ماں باپ سے جدائی ہی نظر آ رہی تھی۔احمر اس کے نزدیک آ کھڑا ہوا۔بہن کی جدائی کا دکھ تھا کہ وہ رونے لگا تھا۔ساتھ ہی اپنے دوست، بچپن کے ساتھی یاد آ رہے تھے۔وہ بھی جو موجود

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

تھے مگر شریک نہ ہو سکے تھے اور وہ جو روٹھ ہی گئے تھے کہ پہنچ تک نہ تھی،ان کا دکھ تو بیان سے باہر تھا۔

سِنان اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔دونوں ہاتھ سینے پر باندھے۔سفید شلوار قمیض،سر پر سیاہ رنگ کی پشاوری ٹوپی اور کندھوں پر سیاہ شال پہنے،وہ جاذب نظر لگ رہا تھا۔دراز قد مزید نمایاں ہو رہا تھا۔اس نے ایک نظر روتے ہوئے احمر کو دیکھا پھر چند قدم کا فاصلہ طے کیا اور اس کے پاس آکر اپنا دایاں بازو اس کے کندھوں پر پھیلا کر اسے حصار میں لیا۔

"ارے میرا بچہ کیوں روتا ہے۔تمہاری بہن یہیں اسی شہر میں رہے گی جب دل چاہے ملنے چلے آنا اور ابھی تو تم نے بھی سِنان بھائی کے ساتھ جانا ہے پھر تمہارے سِنان بھائی تمہیں دکھائیں گے خوبصورت وادیاں،بہت مزے کریں گے ہم مل کر۔"وہ اسے دائیں جانب سے حصار میں لیے،اس کا سر اپنے سینے سے لگائے،بائیں ہاتھ سے اسے تھپک رہا تھا۔وہ اس کے ساتھ لگا اور رونے میں تیزی آگئی۔ہچکیاں بندھ گئیں۔

دوسری جانب سبین ہنوز اپنی ماں سے لپٹی ہوئی تھی۔

"سِنان بھائی مجھے وسیم اور زرش کی یاد آ رہی ہے۔"اس کے سینے سے لگے،احمر ہچکیوں کے درمیان بولا تو اس کی آواز میں درد تھا جو سِنان کو رنجیدہ کر گیا۔

مطلب کہ رونے کی وجہ محض بہن سے دوری نہیں تھی بلکہ وہ جو دغا دے گئے تھے ان کی یاد رلا رہی تھی۔

"صبر کرو بچے۔جو چلا جائے اس کیلیے بس دعا کر سکتے ہو تم باقی رونے سے مرحومین کو کوئی فیض نہیں پہنچتا۔ہاں میں یہ نہیں کہہ رہا کہ تم رو مت۔ظاہری بات ہے جانے والوں کیلیے رونا آتا ہے مگر زیادہ سے زیادہ دعا کیا کرو۔"اس کی پشت کو پیار سے سہلاتے ہوئے وہ پچکار رہا تھا،اسے تسلی دے رہا تھا۔

سبین اب ماں سے الگ ہوئی اور اپنے باپ کے سینے سے جا لگی۔بیٹی سینے سے لگی اور ان کی آنکھیں بہہ نکلیں۔اردگرد کھڑے لوگوں کی بھی آنکھیں نم تھیں۔سِنان کی والدہ اپنی سمدھن کے بغلگیر ہوئیں اور انہیں یقین دہانی کرائی۔

"بے فکر رہو۔امارا بیٹا تمارا بیٹی کو حفاظت سے رکے گا۔یہ وعدہ اے اس پٹانی کا۔"تسلی دینے کے بعد وہ سبین کی ماں سے الگ ہوئیں اور ان کے آنسو پونچھے۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"اللہ گواہ ہے بیٹی کہ تمہارے باپ نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ تمہیں یوں بیاہے گا لیکن نصیب کے آگے بھلا کب کس کی چلی ہے۔بس یہی دعا ہے اب کہ وہ پاک ذات تمہیں خوش رکھے۔"اس کے سر پر بوسہ دے کر انہوں نے پیار سے اسے ایک جانب کیا اور دوسرا ہاتھ سِنان کی سمت بڑھایا جو احمر کو ساتھ لگائے کھڑا تھا۔ان کا ہاتھ بڑھا اور اس نے احمر کو سہولت سے الگ کر ان کی جانب قدم بڑھائے۔

وہ آگے آیا تو احمد صاحب نے پیار سے اسے اپنی ایک جانب لگا لیا۔وہ بھی ان کے ساتھ لگ کر کھڑا ہوا اور سبین کے سراپے پر نگاہیں بھٹکنے لگیں مگر یہ عمل ہر ایک نظر سے مخفی تھا۔

"عمومی طور پر رخصتی کے وقت ایک باپ اپنی بیٹی کے شوہر سے یعنی اپنے داماد سے بڑی لمبی چوڑی درخواست کرتا ہے تا کہ اسے احساس ہو کہ اس باپ کیلیے وہ لڑکی جو وہ لیے جا رہاہے، کتنی اہم ہے مگر میں وہ خوش قسمت باپ ہوں جسے پہلے سے پتہ ہے کہ جو شخص میری بیٹی لیے جا رہا ہے وہ اس کی حفاظت مجھ سے بڑھ کر سکتا ہے۔اس شخص کا وجود فولاد ہے جو میری بیٹی کی ڈھال بن سکتا ہے اور اس کا دل زرخیز مٹی جس میں میری بیٹی

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

کی غلطیاں دفن ہو سکتی ہیں پھر بھی وہ گلشن کی مانند پھول کھلا سکتا ہے۔"احمد صاحب اسے ساتھ لگائے اپنے دل کی باتیں بیان کر رہے تھے۔دل سے الفاظ نکل رہے تھے اور دلوں پر اثر کر رہے تھے۔

"یہ آپ کی نوازش ہے ورنہ میں محض خطا کا پتلا ہوں اور اللہ نے عیبوں کو ڈھانپا ہوا ہے۔"اس میں انکساری بہت تھی اور یہی انکساری مزید اس کا گرویدہ بناتی تھی۔سبین ابھی اپنے باپ کی بات پر ہی شکر کا کلمہ پڑھ رہی تھی کہ سِنان کی نرم آواز میں کہا گیا جملہ اسے مزید جھکا گیا۔وہ کس کس بات کا شکر کرتی!نعمتوں کا شمار ہی کہاں تھا اور سب سے بڑھ کر نعمت تھی وہ آواز جو اخلاقیات سے پُر تھی اور وہ وجود جس پر عاجزی کے سایے تھے۔

باپ سے ملنے کے بعد وہ اپنے ماموں اور پھوپھا سے ملی اور پھر سب سے آخر میں سسکتے ہوئے احمر کو ساتھ لگایا۔دونوں بہن بھائی شدت گریہ سے بکھر گئے اور انہیں دیکھتے اردگرد کھڑے باقی نفوس سنبھالنے کی غرض سے نزدیک چلے آئے۔سِنان بالکل ساتھ ہی کھڑا تھا اور اپنے سالے کو تھپک رہا تھا۔

"بس میری جان اتنا روئے گا تو لے کر کیسے جاؤں گا تیری آپی کو۔"سِنان نے شرارت سے کہا تو آس پاس کھڑے لوگوں کے ساتھ احمر اور سبین بھی ہنس پڑے۔مسکراتے ہوئے احمر اس سے الگ ہوا اور سِنان کے گلے لگ گیا۔

"تھینک یو سِنان بھائی۔"اس کے ساتھ لگا وہ شکر گزار ہوا۔

"خوش رہو ہمیشہ۔سِنان بھائی تمہارے ساتھ ہیں یاد رکھنا۔ہر ایک کو بھرم دیا کرو کہ تمہارا بھائی ایف آئی اے کا آفیسر ہے تو دب کے رہیں سب۔"اسے الگ کر اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالوں میں تھامے وہ اسے پیار سے دیکھے گیا۔احمر نے بھی جوش سے گردن ہلائی۔

"شاباشے۔۔۔"اس کی پشت کو ذرا زور سے تھپک کر اس نے اپنے سالے کو شاباش دی۔احمر تھوڑا آگے کو ہو کر سنبھلا اور سبھی ہنس دیے۔

ماحول کچھ ہلکا ہوگیا تھا اور سبھی دلہن سے مل لیے تھے سو احمد صاحب نے اپنے بیٹے کو حکم دیا۔

"قرآن لے آؤ احمر۔"اس نے اثبات میں گردن ہلائی اور آگے بڑھنے کو ہی تھا کہ سِنان نے ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔

"رکو اس کی ضرورت نہیں۔"اس کے منہ سے الفاظ ادا ہوئے اور سبھی کے آنکھیں پھیل گئیں۔دل دھک سے رہ گئے۔بس اس کے والدین تھے جو ہنوز آرام سے کھڑے تھے۔

"پہلے ہی بہت معذرت انکل اگر آپ کو بری لگے میری بات مگر ایک درخواست ہے۔"انتہائی ملائمت سے گفتگو کا آغاز کیا۔

"ہاں۔۔۔کہو۔۔۔"اٹک اٹک کر دو لفظ نکلے اور وہ گویا ہوا۔

"میں ان سب باتوں کو اہمیت نہیں دیتا۔میرے ناقص علم کے حساب سے قرآن اپنے پاس سے گڑھی ہوئی رسومات ادا کرنے کیلیے نہیں اتارا گیا بلکہ اس لیے اتارا گیا ہے کہ ہم اسے پڑھیں، سمجھیں اور اس کے مطابق زندگی گزاریں۔اگر ہم اپنی بیٹی کو قرآن کے سایے میں رخصت کرنے کی بجائے، قرآنی تعلیمات دے کر رخصت کریں گے تو وہ زیادہ اچھے سے زندگی گزار سکے گی اور ہماری ایک نسل سنور جائے گی سو میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم قرآن کو ایسی رسم میں داخل کر کے اپنے ہی دین کا مذاق نہ بنائیں۔امید کرتا ہوں کہ

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

آپ میری بات سمجھیں گے۔"نہایت ہی ادب کے ساتھ اس نے اپنا موقف بیان کیا۔انتہائی موضوں الفاظ استعمال کیے تھے حالانکہ اس کے پاس فتوی تھا اس چیز کے غلط ہونے کا پھر بھی اس نے اپنی بات نہایت تمیز سے ان لوگوں تک پہنچائی تھی کہ اگر وہ آرام سے مان جائیں تو کیا ہی قباحت لیکن اگر نہ مانتے تب بھی وہ اپنی مرضی ہی کرتا اور کچھ سختی دکھاتا۔

"سِنان بیٹا ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے احمد،اتنا کیا سوچنا بیٹی کو وداع کرو۔"غفار صاحب نے اپنے بہنوئی کو سوچوں میں غرق دیکھا تو مداخلت کی۔یوں بھی وسیم کے انتقال والے دن جس طرح سِنان نے ان کی مدد اور دلجوئی کی تھی،وہ اس کے قائل ہو گئے تھے۔

"جی بھائی صاحب۔"احمد صاحب نے حکم مانا اور اپنی بیٹی کو لیے مرکزی دروازے کی سمت بڑھنے لگے۔دل میں بہت سا خوف لیے سبین بھی چلنے لگی۔سِنان کی جانب سے اسے کوئی خوف نہیں تھا،یہ ڈر تو اس خونی گیم کی سبب تھا جس نے اس کی،اس کے شوہر کی،اس کے بھائی کی اور باقی تمام گھر والوں کی زندگی خطرے میں ڈال دی تھی۔

تمام افراد بھی ان کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔سِنان بھی سبین کے ہمراہ چل رہا تھا۔دل میں مضبوط ارادے تھے اور آنکھیں ہر طرح کے خوف سے آزاد۔

وہ لوگ دروازے پر پہنچے اور سب سے باقاعدہ رخصت لی۔گھر والے اس پار رک گئے اور سبین نے دہلیز پار کرنے کو قدم بڑھایا،اسی پچ ایک مضبوط آہنی ہاتھ اس کی سمت بڑھا اور اس کے نازک کپکپاتے ہاتھ کو تھام لیا۔سبین کی نظریں بےساختہ اٹھیں۔آنکھوں کے آگے بنی جالی سے وہ شخص نظر آیا۔وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔آنکھوں میں نرمی ہی نرمی تھی اور یہ نرمی صرف اسی کیلیے مخصوص تھی۔وہ اپنے شوہر کا ہاتھ تھامے چلنے لگی۔ذات میں اعتماد شامل ہو گیا تھا،اس کے مرد کی جانب سے دیا گیا اعتماد۔۔۔

***

کچھ ہی وقت میں وہ رخصت ہو کر گھر پہنچ گئی تھی۔اپنے گھر جو اب مستقل طور پر اس کا ٹھکانہ تھا۔مورے نے اسے کمرے میں پہنچا دیا تھا اور اب وہ سیاہ برقعہ سے آزاد تھی۔بیڈ پر بیٹھی وہ اس کے کمرے کا جائزہ لی رہی تھی جو خوشبوؤں سے معطر تھا۔گلاب کی رومانوی خوشبو اور موتیا کی پاکیزہ خوشبو مل کر محبت و احترام کا خوبصورت امتزاج پیش کر رہی

تھی۔پھولوں سے سجی سیج کے درمیان بیٹھی وہ سِنان کی منتظر تھی۔مورے اسی کو لینے گئی تھیں۔

وقت قریباً تین کا تھا اور انہیں چھ بجے تک نکلنا تھا۔ان کی فلائٹ تھی اور سِنان کے والدین بھی رات تک واپس اپنے گھر لوٹنے والے تھے۔سبین کے غم کا احترام کرتے ہوئے مورے نے کوئی رسم وغیرہ بھی نہیں کی تھی اور کہہ دیا تھا کہ جب وہ سسرال آئے گی تب دھوم دھام سے اس کا استقبال کریں گی اور ساری رسومات ادا کریں گی بس ایک اہم رسم کیلیے اسے حجلۂ عروسی میں بھیج دیا تھا سو وہ تو ادا کرنی تھی۔آخر کو اس کے شوہر کا حق تھا۔

وہ سوچوں میں گھری تھی کہ تبھی کنڈی چڑھانے کی مخصوص آواز نے اس کا دھیان کھینچا۔کنڈی لگا کر وہ اس کی جانب مڑا اور مسکرایا۔وہ اندر کیسے آیا؟لاک کی آواز تک نہ آئی تھی سبین کو۔وہ حیرت زدہ تھی۔

"یا تو میں کچھ زیادہ ہی ماؤف دماغ لیے بیٹھی تھی یا پھر انہیں بنا آواز کے لاک کھولنا آتا ہے جو ذرا سی آواز بھی سنائی نہ دی تھی۔"سوچوں کو جھٹک کر وہ سنبھل گئی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

وہ اندر آیا اور گلاب کی لڑیوں کو دائیں ہاتھ سے ایک جانب کیا۔وہ سر جھکائے بیٹھی تھی اور وہ اسے دیکھ نہال ہو رہا تھا۔ہلکا سا گلا کھنکار کر وہ اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔سبین کا چہرہ ہنوز جھکا ہوا تھا۔سِنان نے دایاں ہاتھ اس کی ٹھوڑی پر رکھا اور اس کے چہرے کو اونچا کیا۔اس کی اڑی ہوائیوں پر بڑی مشکل سی ہنسی ضبط کی پھر بولا۔

"السلام علیکم خانم۔"مخمور آواز سبین کے کان سے ٹکرائی اور ریڑھ کی ہڈی سنسنا گئی۔

"جواب نہیں دو گی؟"وہ شریر ہو رہا تھا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔"سبین نے تھوک نگل کر بڑی دقت سے جواب دیا۔

"سانس لے لو سبین اور ریلیکس ہو کر بیٹھ جاؤ۔شوہر بھی تمہارا ہے اور کمرہ بھی تمہارا ہے۔"سِنان نے اب کی بار سادہ انداز اپنایا حالانکہ دل ہنوز شرارت پر اکسا رہا تھا۔

اس نے ایک نظر اٹھائی پھر گہری سانس ہوا کے سپرد کی اور دوبارہ نگاہیں جھکا لیں۔ظالم کی ہر ادا ہی جان لیوا تھی۔وہ سر جھٹک کر بال کھجانے لگا پھر خود بھی سانس چھوڑ کر پر سکون ہوا اور جیب سے سرخ رنگ کی مستطیل مخملیں ڈبیہ نکالی۔

سبین منتظر بیٹھی تھی۔سِنان نے ڈبیہ کھولی تو مقابل کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ڈبیہ میں ایک نازک سی سنہرے رنگ کی چین تھی جس میں چھوٹا سا گیند نما جامنی رنگ کا ہیرا لٹک رہا تھا۔اس نے محتاط انداز میں وہ چین اٹھائی اور سبین کی نظروں کے سامنے کی۔یوں کہ وہ چین سبین اور سِنان کی نظروں کے درمیان ٹھہر گئی۔سیاہی مائل بھوری آنکھیں اور کانچ سی سبز آنکھیں،اس جامنی ہیرے پر ٹک گئی تھیں۔کچھ دیر وہ یونہی ساکت رہا پھر چین نیچے کی،ہیرا درمیان سے ہٹا اور ان کی آنکھیں ایک دوسرے میں پیوست ہو گئیں۔

"ان آنکھوں کے درمیان یہ بے جان پتھر بھی گوارا نہیں اب۔"وہ اس کی جانب جھکا اور خمار میں ڈوبی آواز اس کے کان میں انڈیلی۔

سبین کی سانس تھم گئی اور چہرہ سرخ ہو گیا۔سِنان نے چین کا لاک لگایا اور سیدھا ہو بیٹھا۔دونوں کی نگاہیں پھر سے مل گئیں۔آس پاس پھیلی خوشبوئیں حواسوں پر غالب آنے لگیں مگر اس سے قبل کے حواس کھوتے سِنان نے نگاہیں ہٹا لیں۔ارتکاز ٹوٹا اور سحر ٹوٹ گیا۔سبین نے بھی نگاہیں جھکا لیں۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"تم آرام کرو، ہمیں نکلنا ہے اور بے فکر رہو۔میں جانتا ہوں ابھی تم سٹریس میں ہو اور یوں اچانک ہوئے اس فیصلے کو قبول کرنے کیلیے کچھ وقت درکار ہے تو اس لیے ٹینشن مت لو۔ہم نے پوری زندگی ساتھ گزارنی ہے تو وقت پڑا ہے سب چیزوں کیلیے۔ابھی فی الحال اس رسم کو بھی باقی رسموں کی طرح اٹھا رکھتے ہیں۔"اس نے تفصیل بتائی اور سبین مطمئن ہو گئی۔فی الوقت وہ واقعی منتشر تھی اور منتشر ذہن کے ساتھ اپنا رشتہ شروع نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"اور رہی بات یہ پھول وغیرہ سجانے کی تو یہ محض تمہاری اہمیت جتانے کیلیے سجائے ہیں تا کہ تمہیں پتہ چلے کہ تمہارا میری زندگی میں آنا میرے لیے اہمیت رکھتا ہے،اتنی اہمیت کہ میں نے کمرے کو پھولوں سے بھر دیا ہے۔"وہ مسکرایا۔سبین بھی مسکرانے لگی۔چہرہ سرخ گلابوں کے رنگ میں رنگا تھا۔

"تو یہ ملن کی رسم ادھار رہی خانم۔"اس کے ہاتھ کو تھام کر لبوں سے لگا کر سِنان نے گمبھیر آواز میں اس کے دل کے تار چھیڑے اور اٹھ کھڑا ہوا۔سبین کا سرخ چہرہ آنکھوں میں بسایا اور اپنے کمرے میں رکھی میز کی جانب بڑھ گیا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"سو جانا جاناں۔۔۔" جاتے ہوئے وہ بنا مڑے بولا۔پیچھے سبین دوپٹہ اتار کر دوسری کروٹ سے لیٹ گئی کہ اس میز کی جانب پشت تھی جبکہ سِنان کی کرسی بھی کچھ ایسے ہی رکھی تھی کہ اس کی پشت ہی تھی بیڈ کی سمت۔

نیند اب کہاں آنی تھی!وہ تو اس کے لبوں کا لمس اپنے ہاتھ پر محسوس کرتی،شاد ہو رہی تھی اور آنکھیں موندے سونے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس کا مسکراتا چہرہ اور مخمور آواز نیند میں رکاوٹ بن رہے تھے۔

***

شام ہوئی تو ان دونوں نے سِنان کے والدین سے رخصت لی اور سبین کے گھر جا پہنچے کیونکہ ایئرپورٹ کیلیے نکلنا تھا۔ان کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا سو وہ بیٹھے نہیں تھے اور احمر کو سِنان نے پہلے ہی سامان تیار رکھنے کا کہہ دیا تھا سو وہ لوگ جب پہنچے تو وہ تیار ہی ملا تھا۔

شروع سے ہی وہ ان لوگوں کے ہمراہ جانے سے انکاری تھا اور ابھی بھی دبی دبی مزاحمت کر رہا تھا مگر سِنان کے اصرار اور بہت سمجھانے کے بعد اور اپنے والد کے مسلسل دباؤ کے

باعث وہ جانے کیلیے راضی ہو گیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ ان لوگوں کی آمد پر تیار کھڑا تھا۔

سِنان نے اس کا سامان گاڑی میں رکھا پھر ان تینوں نے احمد صاحب اور سنعیہ بیگم سے الوداع لی اور گاڑی میں سوار ہو کر ایئر پورٹ کیلیے نکل گئے جہاں جہاز ان کا منتظر تھا۔ مسافر نکل گئے تھے اور پیچھے انتظار چھوڑ گئے تھے۔وہ دونوں منتظر سے،دعاگو تھے کہ سب کچھ ٹھیک رہے اور جو سِنان نے وعدہ لیا ہے وہ پورا ہو۔اب ان کا احمر سِنان کے حوالے تھا جس پر انہیں پورا بھروسہ تھا۔باقی آگے سب اللہ کی رضا تھی۔

***

سر سبز و شاداب وادیاں،اونچے پہاڑ،پہاڑوں سے بہتے جھرنے اور شفاف جھیلیں ابھی سرما کی لپیٹ میں تھے۔یخ بستہ ہوائیں لہو جما رہی تھیں۔پہاڑ برف کی چادر اوڑھے خاموش کھڑے تھے اور جھرنے،جھیلیں جم گئے تھے۔وادی بھی سبزے سے سفیدی میں ڈھل گئی تھی۔درختوں کے پتے بھی سفید برف کے بوجھ سے گر رہے تھے تو کچھ ہواؤں سے ٹکر لینے کی اپنی سی کوششوں میں مگن تھے۔

اس خوبصورت سفید سی وادی میں گھر فاصلوں سے بنے ہوئے تھے۔انہی میں سے ایک گھر کچھ وقت کیلیے سِنان کی آماجگاہ تھا۔وہ سبین اور احمر کو لیے یہاں چلا آیا تھا۔شہر کی بھاگتی دوڑتی زندگی سے دور کچھ وقت زندگی کو ٹھہر کر محسوس کرنے کیلیے مگر یہاں آنے کا مقصد محض زندگی کی رعنائیوں سے لطف اٹھانا نہیں تھا بلکہ ایک گہرے راز سے پردہ اٹھانا مقصود تھا کہ جو پچھلے کچھ وقت سے زندگیاں جما رہا تھا۔

زندگیوں پر چھائے اس موت کے جمود کو توڑنا اصل مقصد تھا لیکن اس جمود کو توڑنے کے ساتھ ساتھ ہی ایک اور اہم کام بھی تھا جو سِنان کو ان دنوں اس خوبصورت وادی میں سر انجام دینا تھا اور ہر صورت اس کام میں کامیابی حاصل کرنا تھی۔

آگے آنے والے دن اور رات اہم تھے کہ زندگی پر چھائی دھند چھٹ بھی سکتی تھی یا پھر زندگی اسی دھند میں غرق ہو کر فنا بھی ہو سکتی تھی۔وقت بے رحم تھا سو گزر رہا تھا اور گزر کر تیزی سے دھند کی جانب سفر کر رہا تھا۔

گہری دھند کہ جہاں سانس نہیں آتی،گہرا اندھیرا کہ جہاں مناظر آنکھوں میں نہیں سماتے،گہری خاموشی کہ جو سماعتوں میں گونجتی ہے،شور مچاتی ہے اور کان سائیں سائیں کرنے لگتے ہیں،کبھی کسی نے خاموشی کی آواز سنی ہے؟

بظاہر سبھی کچھ معمول کے مطابق ہی تھا مگر کہیں کوئی کمی،کچھ کجی سی تھی۔اس کی اہم وجہ وہی برف تھی جو ہری بھری زندگی پر جم گئی تھی،بالکل اسی طرح جیسے اس سر سبز و شاداب وادی پر آسمان سے گرے سفید برف کے گالے جم گئے تھے اور اب یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے یہ پوری وادی سفید ہی تھی جبکہ اس کا اصل تو ہریالی تھی،وہ ہریالی جو اب مفقود تھی۔

***

"چلتا ہوں خانم،گھنٹے تک لوٹ آؤں گا۔اللہ حافظ۔۔۔"اس کو ساتھ لگائے کھڑے سِنان نے اس کے بالوں پر بوسہ دے کر اسے الوداع کہا۔

"اللہ حافظ۔"اس نے سر اٹھا کر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اسے جانے کی اجازت دی۔

اس کو مسکراہٹ سے نواز کر وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھا اور تیزی سے سیڑھیاں پھلانگنے لگا۔سبین اپنی شال سنبھالتی، مسکراتی ہوئی اسے دور جاتا دیکھ رہی تھی۔

وہ نیچے اترا،مڑ کر ایک نظر پیچھے دیکھ مسکرایا۔سبین بھی جھٹکے سے ہنس دی پھر سِنان نے ہاتھ ہلا کر اس سے رخصت لی۔اس نے بھی ہاتھ ہلا کر اپنے شوہر کو اللہ کی امان میں دیا اور وہ مرکزی دروازے کے پار ہو گیا۔اب سبین تنہا رہ گئی تھی سو آس پاس نظر آتے نظارے دیکھنے لگی۔

سنہرا روپہلا سا دن نکلا تھا آج سفیدی کی وادی میں سورج نے ہلکی سی جھلک دکھلائی تھی۔اسی سبب گھر کے اوپری حصے میں کھڑے ہو کر مناظر کا لطف لینے کا بہترین موقع تھا۔آسمان صاف اور روشن تھا البتہ زمین اور پربت برف سے ڈھکے ہوئے تھے سو تاحد نگاہ سفیدی ہی سفیدی تھی مگر چمکتی ہوئی۔

سبین نے اونی شال کو اپنے گرد اچھے سے لپیٹا ہوا تھا اور سر اور کان ٹوپے سے جبکہ ہاتھ اور پیر،موزوں اور دستانوں سے ڈھانپے ہوئے تھے۔ہاتھ میں قہوے کا مگ بھی موجود تھا جو کہ خود ساختہ گرم ہونے کی صلاحیت رکھتا تھا سو اس میں پڑا مائع ٹھنڈ سے محفوظ

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

تھا۔یونہی آسمان کو دیکھتے ایک خیال کوندا سو وہ پیچھے پلٹی اور سیدھ میں قدم بڑھانے لگی۔یہاں سے کچھ دور ایک لکڑی کا دروازہ تھا۔وہ اسی پر نظر ٹکائے،اسی سمت میں بڑھ رہی تھی۔

دروازے کے عین سامنے پہنچ کر قدم تھمے اور اس نے مسکرا کر بائیں ہاتھ سے دروازہ کھولا۔سورج کی ہلکی سی کرن اندر کمرے میں گئی۔یہیں سے نظر آ گیا تھا کہ بیڈ پر لیٹا وجود خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا۔اس نے مطمئن سے گہری سانس خارج کی اور دروازہ احتیاط سے بند کر واپس مڑ گئی۔شال سنبھالتی وہ دوبارہ اپنی سابقہ جگہ پر آ کھڑی ہوئی۔

دائیں ہاتھ میں مگ اور بائیں ہاتھ کو اس نے منڈیر پر ٹکا کر ٹھوڑی اس پر رکھ دی تھی۔چہرہ مطمئن تھا گویا ہر فکر مٹ گئی ہو اور چین پڑ گیا ہو۔وہ یونہی سوچنا شروع ہوئی اور ماضی کے در کھلنے لگے۔

"پتہ بھی نہیں چلا کہ دس دن کب گزر گئے۔"وہ آسمان کو بغور دیکھ رہی تھی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"جب ہم لوگ یہاں آئے تھے تو کتنے مسائل تھے اور اب دیکھو تو سب ٹھیک ہو گیا ہے۔یوں لگتا ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔"مطمئن سوچیں زندگی کی نوید سنا رہی تھیں یعنی خطرات ٹل چکے تھے اور موت کا جمود ٹوٹ چکا تھا۔

"سِنان کتنے اچھے ہیں۔انہوں نے جو کہا وہ کر دکھایا۔"اپنے شوہر کیلیے پیار سا جاگا دل میں اور شرمیلی سی مسکان نے لبوں کا احاطہ کر لیا۔

"شروع شروع میں تو سب کچھ کتنا ڈسٹرب تھا۔احمر بھی چپ چپ،الگ تھلگ رہتا تھا اور میرا دل بھی ڈرا رہتا تھا۔۔۔"قہوے کا ایک گھونٹ بھر کر وہ اوائل دنوں کو سوچنے لگی۔ایک خوبصورت واقعہ ذہن کے دریچہ پر آن وارد ہوا۔ایک شخص کی موجودگی اس واقعہ کو خوبصورت بنا رہی تھی۔

"کراچی کے لوگ تو برف دیکھ کر پاگل ہو جاتے ہیں اور ایک تم ہو خانم جو یوں شکلیں بنا رہی ہو جیسے برف سے تمہاری کوئی دشمنی ہو۔"ایک جگہ ٹھہر کر وہ اس کی جانب جھکا اور سرگوشی کی۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں،وہ بس یونہی۔۔۔"وہ گڑبڑا کر صفائی دینے لگی۔

"ارے رے اتنا سا تو تمہارا دل ہے فوراً سے گھبرا جاتا ہے۔صفائی تھوڑی مانگی ہے میں نے جو تم یوں پریشان ہو رہی ہو۔"اسے اپنے سامنے کر دونوں کندھوں سے تھام کر سِنان نے اسے پاس موجود سنگی بینچ پر بٹھایا اور خود اس کے دونوں ہاتھ تھام کر گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"آپ نیچے کیوں بیٹھ رہے ہیں؟"وہ اسے برف پر بیٹھتا دیکھ پہلو بدلنے لگی۔

"ارے کوئی نہیں میری جان یہ ساری باتیں چھوڑو۔تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے حسین چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں جبکہ ابھی وقت تو دس ہوا ہے۔"وہ بڑے پیار سے گویا ہوا اور شرارتی انداز اپنایا۔

وہ مسکرانے لگی۔

"ہاں یہ ہوئی نہ بات۔اب دیکھو صحیح ٹائم ہو گیا۔دس بج کر دس منٹ۔"سِنان نے اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے مسکراتا ہوا چہرہ بنایا اور خود بھی مسکرایا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"دس بج کر دس منٹ؟"سبین کے بات پلے نہ پڑی تھی۔

"ہاں دس بج کر دس منٹ۔۔۔دیکھو یہ گھڑی۔"اس نے اپنی بات پر زور دے کر اپنی کلائی میں بندھی گھڑی دکھائی۔

وہ بغور دیکھنے لگی۔

"اس میں چھوٹی سوئی دس پر ہے اور بڑی سوئی دو پر تو دونوں سوئیاں اوپر کی جانب کھلی ہوئی ہیں جیسے سمائل کرتے ہوئے انسان کے ہونٹ اوپر کی جانب کھل جاتے ہیں بالکل ویسے ہی۔"اس نے اچھی طرح سے تفصیل سمجھا کر سبین کی جانب دیکھا جس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"کیا ہوا اب آنکھوں کو؟"اس نے سبین کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی۔وہ چونکی۔

"آپ کا کامن سینس اچھا ہے۔"وہ قائل ہوئی۔

"میرا پراپر سینس بھی اچھا ہے خانم۔"وہ ہنسا۔وہ بھی ہنسنے لگی۔چٹکیوں میں اس کا موڈ خوشگوار کر دیا تھا سِنان نے۔کچھ دیر کیلیے ہی سہی اورکا کا بھوت اتر گیا تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"چلو آؤ تمہیں مکئی کھلاؤں۔اس ڈھلوان سے نیچے جا کر دائیں طرف جو لمبی سے سڑک ہے نا جہاں سے ہم آئے تھے؟"وہ اس سے سوال کر رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔"اس نے یک لفظی جواب دیا۔

"تمہیں کہاں یاد ہو گا یارا،تم سو رہی تھیں جب ہم اس سڑک سے گزرے تھے۔"وہ ہنسنے لگا۔وہ ہنستا ہوا بہت پیارا لگ رہا تھا۔

"جب آپ کو پتہ ہے کہ میں سو رہی تھی تو کیوں پوچھا یہ سوال؟"سبین نے مصنوعی خفگی دکھائی اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر گردن دائیں طرف جھکائی۔

"ارے ایسے ہی پوچھ لیا،مزہ آتا ہے تمہیں تنگ کرنے میں۔"اس کی نظریں بدلیں اور مسکراہٹ سمٹ گئی۔

"چلیں پھر مکئی کھانے؟"سبین نے اس کا دھیان دوسری جانب کیا۔

"ارے فکر نہیں کرو یار،یہ کھلے آسمان کے نیچے نہیں بھکنے کا تمہارا مرد۔یہ دھندے بند کمروں میں ہی اچھے لگتے ہیں اور یہ نظریں نرمی کی تھیں،خماری کی نہیں۔تمہیں تو یہ بھی نہیں پتہ،چھوٹی ہو نا۔"اس نے اس کی چادر پر پیار سے چپت لگائی۔وہ بھی مسکرا دی۔

"چلو آؤ کھڑی ہو جاؤ۔"وہ کھڑا ہوا اور اس کے سامنے اپنی چوڑی ہتھیلی پھیلائی اور سبین نے ایک نظر ہتھیلی کو دیکھا پھر وہ ہاتھ تھام لیا۔

ہاتھ تھام کر نیچے تک گئے تھے وہ دونوں اور مکئی کھائی تھی۔

"کتنا مزہ آیا تھا اس دن۔۔۔"وہ حال میں لوٹی تو مسکان گہری تھی۔

"پھر جب ہم لوگ شاپنگ پر گئے تھے اس دن تو احمر بھی ہمارے ساتھ آیا تھا۔"ایک اور قصہ یاد آیا تھا۔آسمان پر اشکال واضح ہونے لگی تھیں۔

"اوئے پہاڑ کہاں دیکھ رہے ہو؟نیچے دیکھ کر چلو ورنہ منہ کے بل گرو گے۔"سِنان نے چلتے ہوئے احمر کو ڈانٹا جو گم صم سا ایک اونچے پہاڑ کو بغور دیکھ رہا تھا۔ڈانٹ پڑی تو کھسیانا سا ہو کر ہنس دیا اور نیچے دیکھ چلنے لگا۔

"اس دن تو واپسی پر برف پڑنے لگی تھی۔کتنی مشکل سے گھر کو لوٹے تھے ہم لوگ اور سِنان نے اس دن ضد کرنے پر آئس کریم بھی کھلائی تھی۔"ذہن و دل میں سِنان ہی سِنان تھا بس۔وہ اب ہنس رہی تھی۔ہنستے ہوئے ایک گھونٹ قہوے کا اتارا پھر چہرہ ہتھیلی سے اٹھا کر گہری سانس لی۔

"پڑ گئیں نا بیمار؟کہا بھی تھا کہ مت کھاؤ آئس کریم۔لو اب قہوہ پیو۔" صبح آئس کریم کھائی تھی اور شام میں وہ اس کی خدمت کر رہا تھا کیونکہ اسے نزلہ زکام ہو گیا تھا۔یہ ہونا لازمی تھا۔برفباری کا موسم،کراچی کی پیدائش اور ٹھنڈی آئس کریم،ان کا بھلا کیا جوڑ تھا!

"لائیں پیتی ہوں۔قہوہ پیو اور سب ٹھیک۔"سبین نے اس کے انداز میں کہا کیونکہ اس کے مطابق ہر چیز کا علاج تھا قہوے میں اور سبین اتنے سے دنوں میں ہی اس کا قہوے کیلیے لگاؤ سمجھ چکی تھی۔

"ہاں تو۔۔۔"اس نے آنکھیں دکھائیں گویا یہ بھی کوئی مذاق کی بات تھی۔

اس کی وہ سبز آنکھیں اس وقت بھی ساکت کر گئی تھیں اور ابھی حال میں بھی وہ ٹھہر گئی تھی پھر سر جھٹک کر دھیان بٹایا۔ایک اور صبح کا کچھ فکر میں ڈوبا وقت یاد آنے لگا تو اپنی ہی فکر میں گندھی آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔

"آپ خود احمر سے کہیں کہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھا کرے۔پورا دن کمرے میں ہی بند رہتا ہے،مجھے تو دھڑکا لگا رہتا ہے ہر وقت۔"سبین نے باتوں کے درمیان پریشانی ظاہر کی۔سِنان نے اسے تو منع کر دیا تھا کہ احمر کو نہ ٹوکے سو وہ اسی سے التجا کرنے لگی۔

"تم اتنا ہلکان کیوں ہوتی ہو سبین۔وہ بچہ ہے میں مانتا ہوں مگر وہ چھوٹا بچہ نہیں ہے جس پر ہم زبردستی کریں۔اسے کرنے دو جو وہ کر رہا ہے۔ابھی فی الحال صبر کرو،زبردستی معاملات خراب کر دے گی۔"سِنان نے وہی جواب دیا جو وہ کئی بار دے چکا تھا۔سبین نے سر جھٹک کر رخ موڑ لیا۔

"اچھا اب ناراض تو نہ ہو۔"وہ فوراً اس کی جانب کھسکا اور اس کا چہرہ اپنی جانب موڑا جو اترا ہوا تھا۔

"نہیں میں ناراض نہیں ہوں۔"وہ سرسری سے انداز میں گویا ہوئی مگر تاثرات چیخ چیخ کر گواہی دے رہے تھے کہ وہ ناراض تھی۔

"بس اوئے چہرہ دیکھ کر ہی پتہ چل رہا ہے۔چلو اٹھو۔"مذاقاً جواب دے کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اسے بھی ٹھوکا دیا۔وہ نا سمجھی سے اٹھ گئی اور اسے منتظر سی دیکھنے لگی۔

"جاؤ بلا کر لاؤ اپنے بھائی کو اسے باہر گھمانے لے کر چلتے ہیں۔برفباری ہو رہی ہے باہر مزے کریں گے۔"گو کہ اسے کام تھا مگر کام کچھ دیر بعد بھی کیا جا سکتا تھا۔بیگم کا موڈ البتہ ابھی ہی ٹھیک کرنا تھا۔اس نے کہا اور وہ حسبِ توقع خوش ہو گئی۔

"ابھی بلا کر لاتی ہوں۔"اسے پیار سے کہہ کر فوراً سیڑھیوں کی جانب دوڑی۔

"ہاہ۔۔۔پیار سے دیکھا بھی تو اپنے بھائی کی وجہ سے۔لڑکیوں کو بھی اپنے بھائیوں سے کچھ خاص قسم کا ہی لگاؤ ہوتا ہے۔"پیچھے وہ ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا۔

"سنبھل کر جانا۔"ساتھ زوردار آواز میں تاکید کرنا نہیں بھولا تھا۔

ماضی کی پریشانی یاد آئی تھی تو حال میں وہ پریشانی رفع کرنے والا بھی یاد آیا تھا۔

"خانم۔۔کتنا پیارا لگتا ہے اس کے لبوں سے یہ نام۔"وہ سوچتے ہوئے شرمائی پھر قہوے کو لبوں سے لگایا۔قہوہ پی کر بھی تو وہی ظالم یاد آ رہا تھا کیونکہ بنایا اسی نے تھا۔سبین کو قہوہ بالکل پسند نہیں تھا مگر سِنان کے ہاتھ کے قہوے میں الگ ہی ذائقہ ہوتا تھا،محبت کا ذائقہ سو وہ بڑے مزے سے پی لیتی تھی جیسے ابھی پی رہی تھی۔

تین سے چار دن ہو گئے تھے کہ احمر خوشگوار موڈ میں ہی ہوتا تھا جیسے پہلے ہوا کرتا تھا،اورکا سے پہلے۔وہ ان لوگوں کے ساتھ باہر جانے آنے لگا تھا۔ان کے درمیان بیٹھنے اور باتیں کرنے لگا تھا۔پچھلے دنوں ماما پاپا سے بھی بات ہوئی تھی۔ان سے بھی اچھے سے بات کی تھی احمر نے۔ماضی پھر سے درمیان آن ٹھہرا۔

"ٹھیک ہو نا تم؟سِنان بھائی کو تنگ تو نہیں کر رہے؟"سپیکر کے دوسری جانب سے سنعیہ بیگم سوال کر رہی تھیں۔

"جی ماما میں ٹھیک ہوں بلکہ اب تو بالکل ٹھیک ہوں۔"وہ خوشی سے جواب دے رہا تھا۔سبین کا دل مطمئن سا ہو گیا۔

"بس آپ دونوں کو مس کر رہا ہوں۔" اب کی بار اس کا لہجہ گلوگیر ہوا۔ سبین نے پیار سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیر کر اسے تسلی دی۔ وہ بھی تھوک نگل کر مسکایا۔

"بس چند دن کی ہی تو بات ہے پھر تو تم واپس گھر ہی آؤ گے۔ میں اور پاپا بھی تمہیں مس کر رہے ہیں۔" دوسری جانب سنعیہ بیگم کی مامتا بھی تڑپی تھی۔

"ہاں صحیح کہہ رہی ہیں آپ بس کچھ دن بعد میں واپس آجاؤں گا۔ سِنان بھائی اور آپی مجھے واپس کراچی لے جائیں گے آپ کے اور پاپا کے پاس۔" وہ سادہ سے انداز میں کہے گیا اور سبین مسکراتے ہوئے اسے دیکھے گئی۔

ابھی بھی اپنے بھائی کا معصوم چہرہ نظروں میں آیا اور دل رب کا شکر گزار ہوا کہ جس نے اس کے بھائی کی جان بچا لی تھی اور سِنان کو ان کا محافظ و مددگار بنا کر بھیج دیا تھا۔

"اگر سِنان نہیں ہوتے تو۔۔۔ "بس اس سے آگے وہ سوچ نہ پائی۔

"کیوں نہیں ہوتے۔۔۔ اگر وہ نہیں ہوتے تو ان کی خانم بھی نہیں ہوتی۔۔۔" دل میں محبت کے جذبات بڑھتے ہی جا رہے تھے اس شخص کیلیے جس نے اسے اور اس کے بھائی کو اس

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

خونی گیم سے بچا لیا تھا گو کہ کوئی باقاعدہ بات نہیں ہوئی تھی سبین کی اس بارے میں،نہ سِنان سے اور نہ ہی احمر سے مگر حالات دیکھتے ہوئے اور دونوں کے انداز و اطوار دیکھتے ہوئے اسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ گیم ان کی زندگیوں سے نکل چکا تھا۔یہی سوچ اسے مطمئن کر رہی تھی اور یہ اطمینان اسے سِنان کی محبت،رویے اور اس کی بدولت احمر کے بدلتے مزاج نے دلایا تھا۔

"اس پر دھونس نہیں جماؤ۔"

"اس پر سختی مت کرو۔"

"اس پر نظر مت رکھو۔"

"اسے آزاد چھوڑ دو۔"

"اس کے والدین نے مجھے اس کا نگران بنایا ہے سو میری صلاحیتوں پر بھروسہ رکھو۔۔۔"ان کے درمیان جب بھی احمر کو لے کر بات ہوتی،وہ انہی جملوں سے اس کی تشفی کرتا تھا۔جب بھی وہ احمر کو لے کر اپنی پریشانی ظاہر کرتی،وہ یونہی اسے اطمینان بخش

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

دیتا تھا اور یہ اسی کی شخصیت، صحبت اور تربیت کا اثر تھا کہ احمر بہتری کی جانب گامزن تھا۔

"جو شخص اپنے سالے کو اتنے اچھے سے سنبھال کر سیدھے راستے پر ڈال سکتا ہے تو پھر وہ اپنے بچوں کی تربیت تو کتنی اعلیٰ کرے گا۔"قہوے کا آخری گھونٹ بھر کر سبین نے گہری سانس بھری، مطمئن و مسرور سی سانس۔

اس کا دل بےساختہ وہ مناظر دیکھنے کیلیے ہمکنے لگا کہ جن میں وہ اپنے بچوں کو سمجھائے گا، جہاں وہ اپنے بچوں کی تربیت کرے گا، ان کے مسائل حل کرے گا۔

"کتنے خوش بخت ہوں گے میرے بچے جو سِنان جیسے اعلیٰ اقدار کی حامل شخصیت کے زیرِ سایہ پروان چڑھیں گے۔ سِنان ہوں گے ان کے فادر۔"وہ اب مسکراتے ہوئے ماضی کی بجائے مستقبل دیکھ رہی تھی۔ سنہرا، تابناک مستقبل اور اپنے ڈھیر سارے بچے کیونکہ بقول مورے کہ انہیں سِنان کا بہت سارا بچہ دیکھنا ہے۔۔۔

"بس اب جلدی سے بچے ہو جائیں تا کہ میں سِنان جیسے اور بھی پازیٹو لوگ دیکھ سکوں۔"اپنی ہی سوچ پر وہ شرم سے سرخ ہوئی۔

"باقی رسموں کی طرح یہ رسم بھی بعد کیلیے اٹھا رکھو خانم۔۔۔"سِنان کے جملے کی بازگشت کان میں گونجی اور لوئیں سرخ ہو گئیں۔

"اب وہ رسم ادا کرنے کا وقت آگیا ہے سِنان خاناں۔۔۔"وہ اب شرماتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔نظریں بظاہر آسمان پر ٹکی تھیں مگر دیکھ کچھ اور ہی مناظر رہی تھیں۔

دس دن جو گزرے تھے وہ تو اس کی سوچوں میں سما گئے تھے مگر اب رات نے ڈیرہ ڈالا تھا سوچوں کی زمین پر۔آج کی رات جو ان کے ملن کی رات ہونے والی تھی۔وہ اپنے خوبصورت شادی شدہ زندگی کے سفر کو آگے بڑھانے والی تھی آج کہ یہ اس کے شوہر کا حق تھا اور پھر اس نے بہت قربانی دے لی تھی،اب صبر کا میٹھا پھل ملنے کا وقت آیا چاہتا تھا۔

سبین کی حیا سے لرزتی پلکیں،سرخ ہوا چہرہ اور شرمیلی مسکان میں ڈھلے گلابی لب،الوہی سی داستان سنا رہے تھے کہ جو آج رات رقم ہونا تھی۔

***

رات نے خوبصورت وادی پر اپنے پر پھیلائے تو ہر سو سکوت چھا گیا۔لکڑی کے اس گھر کے نچلے حصے میں بنے کمرے میں دو نفوس بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے۔کمرے میں نیم اندھیرا تھا اور ماحول باہر کی سردی سے محفوظ،پرحدت تھا۔رات کے قریباً بارہ بجے کا وقت تھا اور سِنان سبین کے ساتھ نیم دراز،اسے سلانے کی کوشش میں تھا۔

سبین آنکھیں موندے لیٹی ہوئی تھی۔نیند کی وادیوں میں سفر کرنے کیلیے تیار۔۔۔

جب سے وہ لوگ یہاں آئے تھے،اس دن سے سِنان کا معمول تھا کہ وہ سبین کو سلا کر دوسرے کمرے میں اپنا کام کرنے کی غرض سے جاتا تھا اور اس بات کا سبین کو بھی علم تھا۔یہاں کام نہ کرنے کی وجہ یہی تھی کہ خواہ مخواہ میں پریشان رہتی تبھی وہ دوسرے کمرے میں کام نمٹایا کرتا تھا۔

آج بھی وہ معمول کے مطابق اس کا سر تھپکتے ہوئے اسے سلانے میں مصروف تھا کہ وہ سوئے تو وہ کام کو دوڑے۔وہ بھی آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔

کچھ دیر یونہی گزر گئی اور سبین کی گہری گہری سانسوں کی آواز سناٹے میں گونجنے لگی۔مدھم سانسیں سِنان کو زندگی بخش رہی تھیں۔وہ ٹھیک تھی،خیر و عافیت سے تھی اور اب تو مطمئن بھی تھی اور کیا ہی چاہیے تھا؟

"شب بخیر خانم۔۔۔"بہت دھیمی آواز میں کہہ کر اس نے سبین کی بےداغ پیشانی پر لب رکھے اور بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اس سے قبل کہ وہ باہر نکلتا سناٹا شور مچانے لگا اور دور جنگل سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں توجہ کھینچنے لگیں۔سِنان نے سر جھٹکا اور بیڈ پر لیٹے وجود پر نگاہ ڈالی۔حسبِ توقع حالات سامنے تھے۔وہ اٹھ بیٹھی تھی اور خوف زدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ اس کے نزدیک آکر بیٹھا اور اسے اپنے سینے سے لگایا۔

"سبین۔۔۔کیا ہوا ہے؟"اسے ہولے سے پکار کر سِنان نے اسے متوجہ کرنا چاہا۔وہ بنا کچھ کہے مزید اس میں سمٹ گئی۔اسے بہت خوف محسوس ہو رہا تھا۔کتے مسلسل بھونک رہے تھے اور شور تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"شش۔۔۔سبین میں سِنان۔۔۔کچھ نہیں ہوا۔ادھر دیکھو میری طرف۔"اس کی گرفت محسوس کر سِنان نے اس کا چہرہ اوپر کی جانب کیا تو اس ملگجے سے اندھیرے میں اسے امید کی کرن کی طرح روشن ہوا،وہ مسکراتا چہرہ نظر آیا اور وہ پرسکون ہو گئی۔

"یہ آوازیں کیسی ہیں؟"اب وہ پوری طرح حواسوں میں تھی اور کچھ خائف بھی۔اس وادی میں آکر سب کچھ اچھا ہو گیا تھا بس یہ کتوں کی آوازیں تھیں جو روز رات کو اسے ڈرا دیتی تھیں۔

"یہاں سے جنگل قریب ہے تو رات کے وقت جنگلی کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آتی ہیں لیکن تم فکر نہیں کرو جو بھونکتے ہیں وہ کاٹتے نہیں۔"اس نے ہر بار کہی جانے والی بات کہی اور وہ سر جھٹک کر اس پر گرفت مزید مضبوط کر گئی۔

"ارے تم سب چھوڑو اور سو جاؤ۔"اس نے اسے پیار سے پھسلایا۔اسے اپنا کام پورا کرنا تھا تبھی وہ چاہ رہا تھا کہ وہ جلد از جلد سو جائے۔

وہ بھی اثبات میں سر ہلا کر لیٹ گئی اور آنکھیں موند لیں۔کتوں کے بھونکنے کی آوازوں میں بھی کچھ کمی آگئی تھی مگر مکمل بند نہیں ہوئی تھیں اور یہ بات وہ دونوں ہی جانتے تھے کہ وقفے وقفے سے یہ آوازیں آتی رہیں گی سو اس کا کوئی حل نہیں تھا۔

"سِنان۔۔۔میرے پاس سے ابھی کہیں مت جائیں۔مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"کچھ دیر گزری اور جب اسے یقین ہو چلا کہ وہ سو گئی تو وہ اٹھنے لگا کہ اس کی سہمی سی آواز نے سِنان کے قدم جکڑے۔وہ اس کی کلائی کو مضبوط گرفت میں لیے ہوئی تھی۔

"نہیں جا رہا کہیں بھی۔یہیں ہوں،تم آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ۔"وہ ٹھہرا اور اسی کے برابر میں نیم دراز ہو گیا۔سبین کو اطمینان ہوا اور اس نے آنکھیں موند لیں۔

وہ اسے پیار بھری نگاہوں کے حصار میں لیے ہوئے تھا۔اس وقت سب بھول گیا تھا بس یاد تھا تو وہ نازک ڈرا ہوا وجود جسے اس کے ہونے سے ڈھارس تھی۔

***

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"شکر ہے سو گئی۔"وہ غنودگی میں چلی گئی تھی سو اس نے پھر سے الوداعی بوسہ اس کی پیشانی کی نذر کیا اور محتاط سے انداز میں بیڈ سے اترا۔پیروں میں چپل اڑسی اور ایک نظر پھر سے اس کے سراپے پر ڈالی گویا مزید اطمینان کیا اس کے سونے کا۔وہ سو چکی تھی اور اب آوازیں بھی معدوم ہو گئی تھیں سو وہ کمرے کے مرکزی دروازے کی سمت چل دیا۔

دروازے پر پہنچ کر ایک نگاہ پھر سے اس پر ڈالی اور مسکرایا۔

"چلو جی اب کام پہ لگیں۔۔۔"گہری سانس خارج کر کے اس نے ایک بھرپور انگڑائی لی اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔بے حد احتیاط سے دروازہ بند کیا اور دوسرے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

باوجود بہت احتیاط کے دروازے کے بند ہونے کی ہلکی سی مخصوص آواز ابھری اور اسی کے ساتھ کمبل ایک جھٹکے سے ہٹا۔نیم اندھیرے میں وہ سیدھی اٹھ بیٹھی۔ملگجی سی روشنی اس کے چہرے پر پڑ کر اسے نمایاں کر رہی تھی۔اس کے چہرے پر مسکان سجی تھی۔

کچھ کرنے کا عزم چہرے کے تاثرات سے عیاں ہو رہا تھا۔وہ اٹھی اور کمرے کو روشن کر دیا۔اب اس کا سراپا واضح ہوا تھا۔اس نے وائن کلر کا مخملیں نائٹ گاؤن پہنا ہوا تھا۔دراز زلفیں رات کی سیاہی کی مانند پشت پر پھیلی ہوئی تھیں۔

وہ یونہی مسکراتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آکھڑی ہوئی اور اپنے سراپے کو دیکھنے لگی۔کچھ دیر خود کو نہارا پھر وہاں رکھی وائن کلر کی ہی لپ سٹک اٹھائی اور گلابی لبوں کو رنگ لیا۔اس کے بعد کاجل اٹھایا اور آنکھوں کو اس سیاہی سے بھر لیا۔وہ بہت کم کاجل لگاتی تھی،کسی خاص موقع پر ہی مگر لگاتی ہمیشہ بھر بھر کر تھی کہ آنکھوں کے نیچے کے حصے میں بھی وہ سیاہی کھنچ جاتی تھی۔کاجل لگا کر اس نے آنکھیں کھولیں تو سیاہ مائل بھوری آنکھیں کاجل کی سیاہی سے مل کر غضب ڈھا رہی تھیں۔وہ تیار تھی کیونکہ اور کسی لوازمات کی ضرورت نہیں تھی بس ایک چیز اور تھی جو پہننی تھی۔وہی نکالنے کیلیے وہ نیچے جھکی۔بال چہرے کے پیچھے سے نیچے کی سمت لہرا گئے اور حسین چہرے پر بکھرنے لگے جیسے چودھویں کے چاند پر چھانے کیلیے کوشاں بادل۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

دراز کھول کر اس نے ایک مخملیں ڈبیہ نکال کر کھولی۔مطلوبہ چیز سامنے تھی۔اس نے وہ چوڑیاں نکالیں اور دونوں ہاتھوں میں باری باری پہن لیں۔سونے کی چوڑیوں سے کلائیاں سج گئیں۔یہ چوڑیاں سِنان نے اس کیلیے بنوائی تھیں سو آج کی رات کیلیے یہ بالکل موزوں تھیں۔

"کتنی خوبصورت لگ رہی ہیں۔"مخمور آواز میں کہہ کر اس نے وہ چوڑیاں آنکھوں کے سامنے کیے اپنی کلائیاں گھمائیں۔چوڑیاں اس کی کلائی میں پریشان ہو گئیں۔

وہ مسکرائی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ایک بار پھر اپنے وجود کا ناقدانہ جائزہ لیا پھر خود ہی شرما گئی۔

وہ اپنی تیاری سے مطمئن تھی سو اب منزل کی جانب روانہ ہونے کا وقت تھا۔اس نے ایک نظر دیوار گیر گھڑی پر ڈالی۔تین بجنے میں پندرہ منٹ تھے۔

"اوہو ابھی تو انہیں گئے پندرہ ہی منٹ گزرے ہیں۔ابھی تو وہ کام میں مصروف ہوں گے۔"گھڑی دیکھ کر سبین کا موڈ غارت ہو گیا مگر گہری سانس خارج کر خود کو پرسکون کیا۔

"کوئی بات نہیں کچھ دیر بعد چلی جاؤں گی۔۔۔"وہ خود سے ہی بولی اور بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔

کمرے کی دیواریں تکتے ہوئے وہ خاصی کوفت کا شکار تھی۔انتظار کی کوفت۔۔

"تب تک کیا کروں؟؟"سوچیں بکھرنے لگیں تو نظریں ایک دیوار پر ٹھہر گئیں۔آنکھیں روشن ہوئیں اور وہ اس سمت دوڑی۔وقت گزاری کیلیے مشغلہ مل گیا تھا۔

وہاں ایک بک شیلف لگا ہوا تھا جہاں کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔وہ مطالعہ کیلیے جنونی نہیں تھی مگر دلچسپی تھی کتابیں پڑھنے سے سو اس نے شیلف میں سے ایک کتاب نکالی۔اس کتاب کا موضوع انسان کی نفسیات تھا۔

"ہمم انٹرسٹنگ۔۔۔"اسے کور دیکھ اچھا لگا سو وہ پڑھنے بیٹھ گئی۔

اب کم از کم وہ بور نہیں ہو رہی تھی۔

***

اسی کمرے کے ساتھ بنے کمرے کے مناظر کچھ مختلف تھے۔سِنان لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا تھا۔سکرین پر میسنجر کا چیٹ گروپ کھلا ہوا تھا جہاں نیلے اور سفید ڈبوں میں مختلف مکالمے

لکھے تھے جو مختلف لوگوں نے کہے تھے۔لیپ ٹاپ ابھی کھلا تھا مگر اس کا دھیان سکرین کی جانب نہیں تھا بلکہ وہ ہاتھ میں پنسل لیے ایک رجسٹر کی جانب متوجہ تھا اور اس پر لکھے جملوں کے آگے ٹک لگا رہا تھا۔

"ٹاسک:اپنے ہاتھ پر بلیڈ کی مدد سے تین کٹ لگائیں مگر دھیان رہے کہ کٹ زیادہ گہرے نہ ہوں۔۔۔ٹاسک پورا کر کے تصویر بھیجیں۔"اس نے انگریزی میں لکھا پورا جملہ پڑھا اور ایک نظر اپنے ہاتھ پر ڈال کر اس جملے کے سامنے ٹک لگا دیا پھر آگے بڑھا۔

"ٹاسک:کاغذ پر پنسل کی مدد سے اورکا بنائیں اور تصویر کھینچ کر بھیجیں۔۔۔"زیر لب پڑھ کر اس نے وہیں رکھی ڈرائنگ بک پر نظر ڈالی جس میں اس کے مطابق اس پورے گیم کی سب سے خوبصورت اورکا بنی ہوئی تھی۔وہ مسکرایا اور اس ٹاسک کے سامنے بھی ٹک کر دیا۔

"ٹاسک:بھیجی گئی ویڈیوز اندھیرے کمرے میں،رات چار بج کر بیس منٹ پر اکیلے بیٹھ کر دیکھیں۔۔۔"عبارت پڑھی اور نگاہوں کے سامنے وہ عجیب و غریب اشکال گھومنے لگیں جو بے ہنگم طریقے سے حرکت کر رہی تھیں اور جن کے رنگ چیختے ہوئے تھے۔

"اکیلے بیٹھ کر وہ بھی رات میں ایسی ویڈیوز دیکھنا بڑا رسک ہے بھئ۔کوئی بھی شخص باآسانی ہیپاٹائٹس ہو سکتا ہے۔"سِنان نے خود سے کہا اور اس ٹاسک کے سامنے بھی ٹک کر دیا۔

"ٹاسک:کیا آپ اورکا بننے کیلیے تیار ہیں؟اگر ہاں تو اپنی ٹانگ پر yes لکھیں اور اگر نہیں تو بطور سزا اپنے جسم پر کہیں بھی بلیڈ سے کٹ لگائیں۔"نظر کرسی سے لٹکتے پیر سے ہو کر واپس لوٹی اور اس نے اس جملے کے سامنے بھی ٹک کر دیا۔

"ٹاسک:اپنا ہونٹ کاٹیں اور تصویر کھینچ کر بھیجیں۔"کسی کسی ٹاسک کے ساتھ خاص طور پر یہ درج تھا کہ تصویر کھینچ کر بھیجیں جبکہ عمومی طور پر ہر ٹاسک کی تصویر ارسال کرنی ہی ہوتی تھی۔اس نے ان لفظوں کو پڑھ کر وہاں بھی ٹک لگایا۔

"ٹاسک:اپنی کلائی پر اورکا بنانا شروع کریں اور ہر ٹاسک کے ساتھ اسے تھوڑا آگے بڑھا کر آخر تک مکمل کریں۔۔۔"کلائی پر ایک نظر ڈالی اور اس پر بھی ٹک کر دیا۔

"ٹاسک:رات چار بج کر بیس منٹ پر اکیلے بیٹھ کر کری ایٹر کی جانب سے بھیجا جانے والا میوزک سنیں۔۔۔"دماغ کی شریانیں پھٹیں اور اس کی رگیں ابھر گئیں۔گہری سانس خارج کر اس نے اس ٹاسک کے سامنے بھی ٹک لگا دیا۔

"ٹاسک:اپنے ہاتھ پر بار بار سوئی گھسائیں۔۔۔"پنسل تھامے دایاں ہاتھ اس نے نگاہوں کے سامنے کیا پھر اس جملے کے سامنے ٹک کر دیا۔

"ٹاسک:خود کو تکلیف پہنچائیں،خود کو بیمار کریں۔۔۔"سِنان کے دماغ میں ٹیس اٹھی اور اس نے اس عبارت کے آگے بھی ٹک کر دیا۔

"ٹاسک:دوسری اورکا سے ویڈیو کال پر بات کریں۔۔۔"اس نکتے پر آکر وہ ٹھہر گیا۔ماضی کی رات اس کمرے کے مناظر کو دھندلا کر گئی۔

"ہائے۔۔۔"گہری نیلی روشنی سکرین کی دوسری جانب میں واضح تھی جس میں کچھ بھی واضح نہ ہو رہا تھا۔وہ تیز روشنی کبھی جلتی تو کبھی بجھتی ہوئی منظر کو واضح ہونے سے روک رہی تھی۔اس نیلی روشنی میں بیٹھا وجود سیاہ رنگ کے لباس میں خود کو چھپائے ہوئے تھا کہ اس کی آنکھیں بھی ٹھیک سے نظر نہ آ رہی تھیں۔

"ہائے۔۔۔"سِنان بھی اندھیرے میں بیٹھا تھا اور چہرے کو سیاہ نقاب سے ڈھانپا ہوا تھا مگر اس کی کانچ سی سبز آنکھیں عیاں تھیں۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"کیا آپ گیم میں آگے بڑھنے کیلیے تیار ہیں؟"اس شخص نے سوال کیا۔سِنان کی نگاہیں سکرین پر ٹھہر گئیں۔آنکھوں میں نیلی روشنی جلنے بجھنے لگی۔وہ جز بز تھا۔آیا کہ سکرین کے پار بیٹھا شخص گیم کا خالق دمتری ہی تھا یا پھر کوئی اور!

"ہاں۔۔۔"کچھ دیر ساکت رہنے کے بعد اس نے جواب دیا۔

"ابھی تک کے ٹاسک پورے کر لیے؟"پھر سوال آیا۔اس کی آواز گہری تھی کہ گونج رہی تھی۔حالانکہ وہ بہت دھیما بول رہا تھا۔

"ہاں کر لیے۔۔۔"اس نے جواب دیا۔نظریں اس کے سراپے اور عقب میں نظر آتے مناظر کو ٹٹول رہی تھیں مگر نیلی روشنی اس میں رکاوٹ بن رہی تھی۔

"گڈ۔۔"اسے شاباشی سے نواز کر وہ ہنسا پھر کچھ دیر کسی اور جانب متوجہ ہوا۔

سِنان کی نظریں وہیں جمی تھیں۔وہ سیاہ وجود جب دوبارہ سکرین کی جانب پلٹا تو ایک مخصوص دھن پورے ماحول میں گونجنے لگی تھی اور وہ اس پر سر دھن رہا تھا۔غالباً وہ دھن اس کی پسندیدہ تھی لیکن سِنان کے کانوں میں چبھ رہی تھی۔

"خر۔۔۔"سِنان اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے تحمل کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"سِنان نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

جواباً وہ ہنسا پھر بولا۔

"کیوں جاننا ہے میرا نام؟"

"یونہی۔۔۔"سِنان نے بات کو سرسری سا رنگ دیا۔

"اورکا۔۔۔اورکا نام ہے میرا۔"وہ کچھ آگے کو ہو کر گویا ہوا۔سِنان کو اس کی آنکھیں کچھ نظر آئیں پھر وہ بےساختہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہو کر کرسی پر گھول گھول گھومنے لگا۔

"اب میں کیا اس خر کے کرتب دیکھوں؟"سِنان کوفت سے سوچ رہا تھا۔

وہ یونہی کچھ دیر گھومتا رہا اور سِنان اس پر غور کرتا رہا پھر اچانک سے کال منقطع ہو گئی۔

ایک سحر تھا جو یکدم ٹوٹ گیا۔دھن بند ہوئی تو سِنان کے کان سائیں سائیں کرنے لگے اور دماغ کی رگیں پھٹنے لگیں۔وہ میز پر سر رکھ کر آنکھیں موند گیا۔کبھی جلتی کبھی بجھتی نیلی

روشنی آنکھوں میں اس قدر بیٹھ گئی تھی کہ ہر جگہ دکھائی پڑ رہی تھی حتیٰ کہ بند آنکھوں میں بھی سما رہی تھی۔

یہ پچھلی رات کا واقعہ تھا۔وہ دوبارہ حال میں لوٹا اور سر جھٹک کر اس ٹاسک کے آگے بھی ٹک لگا دیا۔

دس راتیں مکمل ہوئی تھیں اور آج گیارہویں رات تھی۔ سبین کے دن بڑے ہی خوشگوار گزرے تھے جبکہ راتیں بے خبری کی نذر ہوئی تھیں۔اس کے برعکس سِنان کی راتیں اس خونی گیم کے پیچھے کالی ہوئی تھیں۔ سبین کو روک کر وہ خود اس گیم کو کھیل رہا تھا۔سارے ٹاسک بھی اس نے پورے کیے تھے۔اب کیا بچ گیا تھا؟

سِنان کی دس راتیں کھل کر سامنے آگئی تھیں اور بے چین کر گئی تھیں۔

سوال ہی سوال تھے اور جواب دینے والا کوئی نہیں تھا۔کیا سِنان مرنے والا تھا؟کیا وہ دوغلی شخصیت کا مالک تھا کہ جو دوسروں کو تو ہمت دے رہا تھا مگر خود اسی گیم میں غرق تھا؟یا پھر وہ خود بھی اس نفسیاتی گیم کے چنگل میں پھنس گیا تھا؟کیا اس کا دماغ بھی اس پر حاوی

آگیا تھا؟کیا وہ گیم اس قدر مضبوط تھا کہ سِنان جیسے قوی دماغ شخص پر بھی گرفت مضبوط کر چکا تھا؟

سوال بنا جواب کے پورے مناظر میں حرکت کر رہے تھے اور وہاں بیٹھا شخص مطمئن تھا۔تمام نشانات پورے ہو گئے تو وہ لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ ہوا۔گھڑی ساڑھے تین کا وقت بتا رہی تھی کہ تبھی سکرین پر انگریزی میں لکھا پیغام ابھرا۔

"آپ کی موت کی تاریخ پچیس دسمبر دو ہزار سولہ۔۔۔"سکرین پر لکھا پیغام پڑھ کر وہ ہنسا۔

"چلو جی مل گئی موت کی تاریخ۔۔۔ٹھیک ہے بھئی صاحب دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے پچیس دسمبر کو۔۔۔"اس نے سر کرسی کی پشت سے ٹکایا اور دونوں ہاتھ باہم پیوست کیے شہادت کی انگلیاں لبوں پر ٹکائیں۔آنکھیں سکرین پر مرکوز تھیں۔کمرہ روشن تھا جو کہ معمول کے برخلاف تھا۔وہ ہمیشہ روشنیاں گل کر کے اندھیرے میں کام کرتا تھا مگر آج لائٹ بند کرنے کا دھیان نہیں رہا تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"موت کی تاریخ۔۔۔"وہ سکرین دیکھے گیا پھر آگے ہو کر اس لنک پر کلک کر کے کھولا۔عمل شروع ہو گیا،کچھ وقت کا انتظار تھا کہ تبھی۔۔۔۔

"This site can't be reached..."

وہ ہڑبڑایا اور دوبارہ لنک کھولنا چاہا مگر۔۔۔

"This site can't be reached..."

"یہ کیا مسئلہ ہو گیا آخر؟یہ ویب سائٹ بند کیسے ہو گئی۔"اس نے کئی بار لنک کھولنا چاہا مگر بے سود۔۔۔وہ گیم،وہ خونی گیم دی اورکا رخصت ہو چکا تھا۔دنیا کی پہنچ سے دور چلا گیا تھا۔اپنی تاریکی میں لوٹ گیا تھا۔سِنان نے مطمئن سانس خارج کی لیکن اندر ہی اندر کچھ ہلچل سی تھی۔

وہ نشست سے اٹھا،لیپ ٹاپ کی سکرین بند کی،ایک نظر دیوار پر لٹکی گھڑی پر ڈالی اور کمرے میں بنے اٹیچ باتھ روم کی سمت بڑھ گیا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

چھوٹی سوئی تین سے چار کی سمت بڑھ گئی تھی اور بڑی سوئی چھ سے سات کی جانب گامزن تھی۔

***

"بس بہت ہو گیا انتظار۔۔۔" وہ کتاب بند کر کے بیڈ سے اٹھی اور گھڑی پر نظر ڈالی۔وقت ساڑھے تین سے آگے نکل رہا تھا۔اس نے اپنے گرد اچھے سے شال لپیٹی اور مسکراتی ہوئی اپنے کمرے سے باہر نکل گئی وہاں جانے کیلیے جہاں اس کا سِنان اس کا منتظر تھا۔

سہج سہج قدم بڑھاتی وہ دروازے تک پہنچی اور آہستگی سے اسے کھولا۔اندر جھانکنے پر سِنان کی میز خالی دکھی اور وہ کہیں نظر نہ آیا تو اس نے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔تین چار قدم آگے آکر اس کی نظر دائیں جانب بنے دروازے پر گئی۔

"واشروم گئے ہوں گے۔"غیر موجودگی کی وجہ سمجھ میں آئی سو اس نے اطمینان سے مرکزی دروازہ بند کر دیا اور سیدھ میں چلتی ہوئی اس کی میز کے نزدیک آکر رک گئی۔

"لیپ ٹاپ بند ہے یعنی کام ختم ہو گیا ہے۔"وہ لیپ ٹاپ دیکھ مسکائی پھر یونہی سرسری سی نگاہ لیپ ٹاپ کے ساتھ رکھے رجسٹر پر ڈالی۔وادی میں موجود ساری پر بتیں ایک ساتھ اس کے سر پر آن گریں اور وہ ان کے ملبے میں دفن ہو گئی۔ مسکراہٹ سمٹی اور آنکھیں ابل پڑیں۔چیخ حلق میں ہی پھنس گئی اور وہ ساکت ہو گئی۔وجود پر سکوت چھا گیا۔گہرا سکوت،سیاہ رات سے بھی زیادہ سیاہ اندھیرا آنکھوں کو ویران کرنے لگا۔

***

دور جنگل سے آتی کتوں کے بھونکنے کی آوازیں وقفے وقفے سے رات کے سناٹے کو چیر رہی تھیں مگر یہی آوازیں رات کی تاریکی اور ہیبت کو بڑھا رہی تھیں۔کھلے آسمان کے نیچے،تیز ہواؤں کے درمیان یہ تاریکی شدت سے محسوس کی جا سکتی تھی۔

وہ دونوں ہاتھ سیدھ میں لٹکائے،کھلے سیاہ آسمان کے نیچے بالکل سیدھا کھڑا ہوا تھا۔ہوا اس کے وجود سے ٹکرا کر گزرتی،اس کے لباس کو اڑا رہی تھی مگر وہ ساکت تھا۔چہرے پر بیک وقت خوف اور طمانیت درج تھی۔دل خالی تھا اور اسی طرح آنکھیں بھی۔کچھ وقت بچا تھا اور پھر اس کے جسم نے زندگی سے خالی ہو جانا تھا۔

اس ساکت وجود میں حرکت ہوئی اور اس نے ٹراؤزر کی جیب میں ہاتھ ڈال کر موبائل برآمد کیا۔اس موبائل کو اپنی نظروں کے سامنے کیا۔سکرین پر نظریں گردش کرنے لگیں جو تاریک تھی۔اب نظروں کے خالی پن کو افسردگی نے آن گھیرا تھا۔آنکھوں نے سکرین کو دھندلایا اور ذہن ماضی کے سفر پر نکل پڑا۔

دس رات قبل۔۔۔

پہلی رات۔۔۔

رات کی تنہائی میں سکرین پر موصول ہونے والا پیغام پڑھ کر اس کی آنکھیں پتھرائی تھیں گو کہ یہ طے تھا اور ہر حال میں اسے وقوع پذیر ہونا تھا مگر اس بارے میں اسے پہلے سے معلومات فراہم کر دی جائیں گی،اس بات سے وہ انجان تھا اور معلومات بھی کیا تھیں۔وہ تو محض ایک تاریخ تھی،ایک تاریخ جو اسے لرزا گئی تھی کیونکہ وہ اس کی موت کی تاریخ تھی۔

اس گیم نے احمر کو اس کی موت کی تاریخ بتائی تھی۔

"آپ کی موت کی تاریخ پندرہ دسمبر دو ہزار سولہ۔۔۔"انگریزی میں لکھی عبارت نے موت کا نقارہ بجا دیا تھا گو کہ ابھی اس تاریخ کے آنے میں دس دن تھے مگر اس کی ہیبت ابھی سے آگئ تھی۔اب بس اس تاریخ کیلیے خود کو تیار کرنا تھا۔

"میرے پاس بس دس دن ہیں اب۔۔۔"وہ خود سے گویا ہوا۔

"کاش مما پاپا یہاں ہوتے۔۔۔"پہلا خیال والدین کا ہی آیا تھا۔وہ جنہوں نے زندگی دی تھی اور اس زندگی کو رنگوں سے مزین کیا تھا۔ہمیشہ اسے ہر مصیبت سے بچا کر اپنے سایے میں چھپایا تھا اور اب یہ کیسا ستم تھا کہ اس پر گزری قیامت سے وہ انجان تھے اور وہ ان سے دور تھا۔

"یا اللہ مجھے معاف کر دے۔۔۔"بالآخر خالق کائنات کو پکارا کہ جس کے قبضہ قدرت میں ہر شے تھی۔چاہے پوری دنیا انجان تھی اور دور تھی مگر دنیا تخلیق کرنے والا سب جانتا تھا اور شہہ رگ سے بھی نزدیک تر تھا۔تڑپ اٹھی تھی دل میں اور عرش تک گئ تھی۔

وہ اندھیرے کمرے کے فرش پر بیٹھا وجود ہولے ہولے سر گراتا،فرش پر ڈھے گیا اور اس کی سسکیاں اندھیرے کو چیرنے لگیں۔

دوسری رات۔۔۔

کمرے کی وہی تاریکی اور دل کی وہی حالت۔۔۔نہ کسی کو کچھ بتا سکتا تھا نہ اپنی جان بچا سکتا تھا۔اب ہر صورت راتیں گزارتے ہوئے اس رات تک پہنچنا تھا کہ جس دن قصہ تمام ہونا تھا۔

"ٹاسک:آج سے اگلے دس دن کری ایٹر کی جانب سے بھیجی گئی ویڈیوز دیکھیں اور بھیجا گیا میوزک سنیں،ساتھ ہی اپنے جسم پر بلیڈ سے ایک کٹ لگائیں۔۔۔"انگریزی کے وہ جملے آج سے اگلے دس دن تک کی جانے والی سرگرمیاں بیان کر رہے تھے جو احمر نے اپنی موت کی رات تک جاری رکھنا تھیں۔

ایک لحظہ کو خیال آیا کہ جب مرنا ہی ٹھہرا تو یہ سب کیوں کرے؟سب چھوڑ چھاڑ بس اب انتظار کرے اور دسویں رات اپنی زندگی ختم کر ڈالے مگر پھر۔۔۔

"اگر ٹاسک پورے نہیں کیے تو وہ میرے گھر والوں میں سے کسی کو مار دیں گے۔"اس خیال نے آنکھوں میں آنسو بھر دیے۔وہ ہاتھوں سے گال رگڑنے لگا۔

"ٹاسک کمپلیٹ کرنے ہی ہوں گے تا کہ میں ہی مروں۔میری وجہ سے کسی اور کی جان خطرے میں نہیں آنی چاہیے۔"اس کی آواز بلند ہونے لگی تو دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر اس نے اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹا۔اب اسے یونہی گھٹ گھٹ کے مرنا تھا۔ایسا کہاں سوچا تھا کہ جو ہو رہا تھا۔

تیسری رات۔۔۔

کمرے کی سیاہی میں ڈوبا وہ آنکھیں سکرین پر مرکوز کیے بیٹھا تھا اور وہی روشنی تھی بس جو منظر پر پھیلی تھی۔اس کی آنکھوں میں الجھن تھی۔بظاہر وہ آنکھیں سکرین پر تھیں مگر ذہن اس طرف مائل نہیں تھا۔وہ تو کہیں اور ہی کھویا ہوا تھا۔خیالات گردش کر رہے تھے سو سکرین پر چلتی خوفناک مناظر کی ویڈیو بھی اسے ڈرا نہیں پا رہی تھی کیونکہ وہ اسے نظر انداز کیے ہوئے تھا۔

"وسیم اور زرش کو بھی پہلے سے موت کی ڈیٹ دی ہو گی لیکن ان دونوں میں سے کسی نے بھی بتایا نہیں۔۔۔"ذہن اپنے بچھڑے ہوئے کو یاد کر رہا تھا کہ جن کے پاس جانے کے دن قریب آ رہے تھے۔

"میں نے بھی تو فہد،ریحان اور ثمرہ کو نہیں بتایا نا۔"خود اپنا عمل یاد آیا۔

"کیا پتہ ان لوگوں کو بھی ڈیٹ مل گئی ہو۔۔۔کیا ان لوگوں سے پوچھوں؟"ایک سوال ذہن میں کوندا مگر اس نے سر جھٹک دیا۔

"نہیں۔۔۔اب کوئی فائدہ نہیں کچھ بھی پوچھنے یا بتانے کا۔۔۔اب بس مرنا ہے ایک ایک کر کے۔۔۔وسیم اور زرش مر چکے ہیں،دس دن بعد میری باری اور انہی دنوں میں فہد،ریحان اور ثمرہ کی باری۔۔۔"سوال کے جواب میں تفصیلی شکست تھی۔

کہاں اس نے سوچا تھا کہ کسی کو نہیں مرنے دے گا اور کہاں اب یہ سوچ تھی کہ سب ہی ایک ایک کر مر جائیں گے،اتنے سے دنوں میں وہ قسمت کی ستم ظریفی سے سمجھوتہ کر چکا تھا۔

چوتھی رات۔۔۔

اندھیرا کمرہ جس میں مدھم سی روشنی اور اس روشنی میں سہما ہوا وجود جس کے کانوں میں ہینڈ فری لگی تھی اور اس میں مخصوص قسم کی دھنیں بج رہی تھیں جو اس کے کانوں کو سیسے کی مانند پگھلا رہی تھیں۔

"احمر تم اتنے چینج کیوں ہو گئے ہو؟"وہ دھن سنتے ہوئے اسے آج دن کے وقت ہوئی گفتگو یاد آنے لگی۔اس کی بہن کی تفکر بھری آواز اس بے ہنگم دھن پر حاوی آئی تو اس کی آنکھیں بہنے لگیں۔یہ اب ہر رات کا معمول تھا۔وہ ٹاسک پورے کرتا جاتا تھا اور اپنے پیاروں کی باتیں اور اپنی نزدیک آتی موت کو سوچ کر روتا جاتا تھا۔

"میں تو ویسا ہی ہوں۔"اپنی پھیکی سی آواز سماعت میں گونجی۔

"نہیں۔۔۔تم بالکل ویسے نہیں رہے۔پہلے تم ہنس مکھ اور شرارتی تھے۔بہت ہنستے تھے اور رونق لگایا کرتے تھے اور اب تم بالکل خاموش اور سنجیدہ ہو گئے ہو،رونق لگانا تو دور کی بات اب تو محفل میں بیٹھتے بھی نہیں ہو۔"بہن کا لہجہ گلوگیر تھا۔احمر کو اپنا جواب بھی ازبر تھا۔وہ جواب جو تکلیف کی انتہا تھا۔

"اب میں بڑا ہو گیا ہوں نا۔۔۔"آہ کیسی تڑپ تھی اس ایک جملے میں کہ سبین کا دل چھلنی ہو گیا تھا۔

"آہ اتنا بڑا بھی نہیں ہونا تھا میرے بھائی۔۔۔"اس نے پیار سے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔وہ لمس احمر کو ابھی بھی محسوس ہو رہا تھا اور اسے آٹھ آٹھ آنسو رلا رہا تھا۔

"ہاں آپی مجھے بھی اتنا بڑا نہیں ہونا تھا۔نہیں ہونا تھا اتنا بڑا کہ ایک گیم کے چکر میں پھنس جاؤں،اپنے پیرنٹس اور بہن سے باتیں چھپاؤں،خود کو موت کے حوالے کر دوں۔۔۔نہیں ہونا تھا مجھے اتنا بڑا آپی۔۔۔مگر میں ہو گیا بڑا اور ہو گئیں مجھ سے غلطیاں۔۔مجھے یہ سب نہیں کرنا تھا۔۔۔"اس کی آواز بلند ہوئی اور سسکیوں میں ڈھل گئی۔وہ بری طرح رونے لگا۔وہ بڑا ہو گیا تھا،اب بچوں کی طرح رونے کیلیے تنہائی کی ضرورت پڑتی تھی۔ایک بچپن کا دور تھا کہ بنا بات کے بھی رو لیا کرتے تھے۔

"میں نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا،یہ سب غلطی سے ہوا ہے مگر میں جانتا ہوں کہ سب مجھے ہی غلط سمجھیں گے اس لیے خود ہی اپنے کیے کی سزا بھگت رہا ہوں۔۔۔مجھے معاف کر دیں۔۔"یہ رات بھی پچھلی دو راتوں کی مانند سسکیوں اور آہوں میں گزری تھی۔

پانچویں رات۔۔۔

وہی مناظر،وہی اندھیرا اور وہی عجیب و غریب حرکات کہ جو دن کی روشنی میں کرنا ناگزیر تھا۔وہ اپنے بیڈ پر بیٹھا تھا،آنکھیں خالی تھیں اور دائیں ہاتھ میں ایک تیز دھار بلیڈ موجود تھا۔بائیں ہاتھ کی آستین اس نے بازو تک اٹھا رکھی تھی۔اس کے بازو پر جگہ جگہ زخموں کے نشان تھے۔کچھ سوکھ کر کھرنڈ میں تبدیل ہو گئے تھے تو کچھ ابھی تازہ تھا۔

"آج گھومنے چلیں۔۔۔"اس کی بات پر سبین اور سِنان کے ناشتہ کرتے ہاتھ تھمے تھے اور دونوں نے ہی اسے ایک ساتھ دیکھا تھا۔سبین تو خوشگواریت میں گھر گئی تھی البتہ سِنان کی نظریں پرسوچ تھیں۔

"ہاں کیوں نہیں۔۔۔ضرور چلیں گے،ہے نا سِنان؟"سبین نے احمر کو پیار سے دیکھتے ہوئے سِنان پر ایک نظر ڈالی اور سوال کیا۔

سِنان جو احمر کو دیکھ رہا تھا،اس کی آواز پر اس کی جانب متوجہ ہوا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"ہاں بالکل۔۔۔"دو لفظی جواب دے کر اس نے پھر احمر کو جانچتی نظروں سے دیکھا اور نوالہ منہ میں ڈال لیا۔

"آپی اور سِنان بھائی کو اب تنگ نہیں کروں گا۔دن میں سب کے ساتھ اچھے سے رہوں گا۔ویسے بھی بس پانچ دن ہیں میرے پاس تو اچھے سے گزار لوں۔کاش مما پاپا بھی ہوتے تو ان کے ساتھ بھی ٹائم سپینڈ کرتا مگر اب۔۔۔"آج دن کا واقعہ یاد آیا پھر اپنے والدین کی یاد ستائی اور آنکھیں بھیگ گئیں۔اس نے پلکیں جھپک جھپک کر آنسو دھکیلے اور اپنا کام شروع کیا۔

بلیڈ اپنے بازو پر ہولے سے رکھا اور آنکھیں میچ لیں پھر آہستگی سے بلیڈ کو چلایا اور بازو سرخ رنگ میں رنگ گیا۔

"سس۔۔۔"منہ سے سسکاری اور آنکھ سے پانی ایک ساتھ نکلا اور عمل مکمل ہو گیا۔

چھٹی رات۔۔۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

آج کا دن قہقہوں میں گزرا تھا سو رات آنسوؤں میں کٹ رہی تھی۔وہ بیڈ پر لیٹا کمبل سے خود کو ڈھانپے،اندھیرے کمرے میں موبائل کی سکرین پر چلتی خوفناک اشکال دیکھتا ہوا روئے جا رہا تھا۔اسے اب ان سب چیزوں سے تکلیف نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی ڈر لگتا تھا بلکہ اب اس کا دماغ ان سب ٹاسک کو پورا کرتے ہوئے غیر حاضر رہا کرتا تھا یا یوں کہنا زیادہ مناسب تھا کہ اس کا دماغ خوشگوار واقعات کو سوچتا رہتا تھا۔

اس کی زندگی کے حسین وقت کو سوچتا رہتا تھا۔یوں وہ انہی میں غرق رہتا تھا مگر اب وہ حسین یادیں ہنسانے کی بجائے رلاتی تھیں اور وہ چپ چاپ روتا جاتا تھا۔

ماضی چاہے حسین ہو یا تلخ حال میں رلاتا ہے۔تلخ ہو تو ستم یاد آتے ہیں اور آنسو بہتے ہیں اور اگر حسین ہو تو اس کے گزرنے پر پچھتاوا ہوتا ہے اور دل ان لمحات کو پھر سے جینے کی خواہش میں روتا ہے سو ثابت ہوا کہ یہ شعر کہ یاد ماضی عذاب ہے یا رب،ہر صورت ماضی پر صادق آ سکتا ہے،چاہے حسین یادیں وابستہ ہوں ماضی سے یا تلخ تجربات،آنسو لازم۔۔۔

ساتویں رات۔۔۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"سِنان بھائی۔۔۔"کانوں میں دھنیں رقص کر رہی تھیں کہ انہی کے درمیان اپنی آواز ابھر کر آئی۔

"ہاں کہو بچے۔۔۔"اس نے پیار سے مخاطب کیا۔

"مجھے ڈر لگتا ہے۔۔۔"اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"کس سے؟"سِنان بھرپور متوجہ ہوا اور پیار سے پوچھا۔سبین آس پاس کہیں نہیں تھی۔

"رات سے۔۔۔"احمر نے تھوک نگلا۔

"رات سے کیسا ڈر؟"اسے تشویش ہوئی۔

"اندھیرا ہوتا ہے نا۔۔۔"آنکھیں سہمیں۔

"تو روشنی کر لیا کرو۔۔۔"امید تھمائی۔

"کیسے؟"سوال۔

"آنکھیں بند کر کے۔۔۔"مطمئن مسکان لبوں پر ٹھہری۔

"لیکن آنکھیں بند کر کے تو اور اندھیرا ہو جاتا ہے۔"وہ الجھا۔

"آنکھیں بند کرو پھر دل کو منور کرو،روشنی چہار سو پھیلنے لگے گی۔اللہ کو پکارو اور نیند کی وادیوں میں چلے جاؤ،جب روشن خواب نظر آنے لگیں گے تو اندھیرا چھٹ جائے گا اور پلک جھپکنے سے بھی کم وقت میں صبح کی روشنی پھیل جائے گی پھر تم آنکھ کھولو گے اور روشنی کو پا لو گے۔"متانت سے تفصیل دی گئی۔کچھ اطمینان نصیب ہوا مگر ڈر کی کیفیت حاوی تھی۔

"راتوں کو سویا کرو احمر۔راتیں سونے اور عبادت کرنے کیلیے بنائی گئی ہیں۔اگر رات کو جاگو گے تو اندھیرے تمہیں نگل لیں گے۔رات سے ڈرو نہیں بلکہ رات کو رب کا ذکر کرتے ہوئے گزارو پھر دیکھنا یہ ڈرانے کی بجائے امید دلائے گی،روشنی کی آمد کی امید۔۔۔"نصیحت کر رہا تھا وہ اسے اور اس کا دل غمگین ہو رہا تھا۔ظاہری بات تھی کہ اب تو سب خراب کر دیا تھا اس نے۔

"اب کچھ ٹھیک نہیں ہو سکتا سِنان بھائی۔"دن میں صرف دل کو درد ہوا تھا اور رات میں آنسو بہہ رہے تھے۔

"جی بھائی۔۔۔"اس نے بدقت مسکرا کر جواب دیا۔

"رات میں جب بیڈ پر لیٹو تو موبائل دور رکھ دیا کرو اور پھر آنکھیں بند کر کے یا اللہ یا رحمن یا رحیم پڑھا کرو، تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا اور تم پرسکون نیند سو جاؤ گے پھر روشنی ہی روشنی ہو گی۔خواب میں بھی اور حقیقت میں بھی۔"سِنان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نصیحت کی۔وہ بے ساختہ دل سے مسکرایا۔

وہ یونہی ہینڈز فری لگائے لیٹا، آنکھیں بند کیں۔کمرے میں چھایا اندھیرا غائب ہو گیا گو کہ سماعتوں میں ہنوز وہ دھن گونج رہی تھی مگر اسے جیسے سنائی ہی نہ دے رہی تھی کیونکہ اس کا دماغ کسی اور سمت چل پڑا تھا۔

"یا اللہ یا رحمن یارحیم۔۔۔"اس کے لب مدھم آواز میں حرکت کرنے لگے۔ذہن پرسکون ہونے لگا۔دھن پیچھے چھوٹنے لگی۔اندھیرا چھٹنے لگا اور نگاہوں کے سامنے روشن مناظر ابھرنے لگے۔

اللہ کے نام کی برکت تھی کہ وہ کئی راتوں بعد آج نیند کی روشن وادیوں میں اترا تھا۔

آٹھویں رات۔۔۔

بازو سے بلیڈ پر سیدھا نشان مارا اور خون بہنے لگا۔کراہ لبوں سے نکلی اور آنسو بہنے لگے۔تکلیف بڑھتی جا رہی تھی مگر برداشت کرنا تھی اور تنہا ہی کرنا تھی۔

"بس آج کے بعد دو راتیں اور پھر میں چلا جاؤں گا سب کو چھوڑ کر۔۔۔"تکلیف میں مزید تکلیف شامل ہوئی۔اپنوں سے بچھڑنے کی تکلیف۔اللہ کی نافرمانی کی تکلیف۔۔۔

اس نے بچپن سے سنا تھا کہ خودکشی حرام ہے،گناہ ہے اور وہ بھی اسے گناہ سمجھتا آیا تھا۔پہلے تو بچپن میں خودکشی کا مطلب ہی سمجھ نہیں آتا تھا مگر کچھ سال سے سمجھ آنے لگا تھا کہ خودکشی کا مطلب اپنے ہاتھوں سے خود کو مارنا لیکن کوئی کیوں خود ہی خود کو مارے گا!یہ بات احمر کو سمجھ نہ آتی تھی۔

"زندگی تو بڑی پیاری ہوتی ہے سب کو تو پھر لوگ اپنے آپ کو خود کیوں مار لیتے ہیں؟"پچھلے سال کی تھی یہ بات جو اس کے اور اس کے باپ کے درمیان ہوئی تھی،آج اچانک سے یاد آگئی تھی۔

"بیٹا جو گنہگار ہوتے ہیں وہ مارتے ہیں خود کو۔اچھے اور نیک لوگ خود کو نہیں مارتے۔"باپ کا جواب ذہن میں آیا تو رونے میں شدت گئی۔

"مطلب میں گنہگار ہوں۔۔۔"اس نے چہرہ ہاتھوں پر گرایا اور سسکنے لگا۔

"اور گنہگار کون ہوتا ہے؟"سوال پوچھا تھا۔غالباً تشفی نہیں ہوئی تھی۔

"گنہگار وہ ہوتا ہے جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔"ایک جملے میں بات سمیٹنی چاہی۔

"مطلب میں نافرمان ہوں۔۔۔"پھر سے دل دہلا۔

"مگر پاپا یہ سب آپ کو کیسے پتہ؟کیا پتہ کسی کی سوسائیڈ کی وجہ کچھ اور ہوتی ہو۔آپ نے کیا کبھی کسی سوسائیڈ کرنے والے کی سٹوری سنی ہے؟"وہ لڑکپن میں داخل ہو گیا تھا سو اب آسانی سے نہیں ٹل سکتا تھا۔

"مجھے پتہ ہے بس۔۔میں نے نہیں سنی کسی کی سٹوری مگر کوئی ایسے ہی سوسائیڈ نہیں کرتا۔اللہ ناراض ہوتا ہے سوسائیڈ کرنے والے سے تو کوئی جان بوجھ کر اللہ کو ناراض کیوں کرے گا؟ہاں برا شخص ایسا کر سکتا ہے۔"وہ کچھ جھنجلائے اور اپنے تیئں جواب دیا۔

"ہمارے سکول کے سامنے والے گھر میں ایک انکل نے سوسائیڈ کر لی ہے اور ان کے پاس سے ایک لیٹر ملا ہے جس میں لکھا تھا کہ میرے پاس کھانے کو پیسے نہیں ہیں اور قرض دار بہت ہیں۔میں نے بہت دعائیں کی مگر اللہ نے میری دعائیں نہیں سنیں،اسی لیے میں اسی کے پاس جا رہا ہوں۔اسے بتاؤں گا کہ تیری دنیا میں تیری مخلوق کی وجہ سے جینا مشکل ہے۔مجھے معاف کر دینا۔"اس نے پوری تفصیل بتائی جو سوال پوچھنے کی اصل وجہ تھی اور جس نے اس کے معصوم ذہن کو منتشر کیا تھا۔

احمد صاحب ٹھہر گئے تھے پھر کچھ دیر میں بولنے کے قابل ہوئے تو گویا ہوئے۔

"اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔چاہے کیسے بھی حالات تھے مگر اپنی جان نہیں لینی چاہیے تھی۔وہ یقیناً گنہگار ہو گا تبھی تو اللہ سے شکوہ کر رہا تھا اور پھر الزام لگا کر اپنی جان بھی لے لی ورنہ نیک بندے تو آزمائشوں کا سامنا کرتے ہیں۔"احمد صاحب نے چند جملوں سے اس شخص کے پورے ایمان پر سوال اٹھایا۔

"وہ پانچ وقت کے نمازی تھے اور بہت اچھے انسان تھے۔وہ جھوٹ بھی نہیں بولتے تھے اور نہ گالیاں دیتے تھے۔وہ سب سے پیار کرتے تھے۔ایک دن پہلے کچھ لوگوں نے آکر

انہیں مارا پیٹا بھی تھا۔"احمر نے ان کی بولتی بند کر دی تھی۔اب بھلا کیا جواب دیتے وہ؟ایک نیک شخص نے خودکشی کیوں کی؟

"تم جا کر پڑھو۔۔۔"جواب نہیں سوجھا سو اسے بھگا دیا۔وہ سر جھٹک کر مایوس سا وہاں سے چل دیا۔

"پاپا میں بھی تو گنہگار نہیں ہوں۔میں بھی نماز پڑھتا ہوں مگر پھر بھی اپنی جان لے لوں گا کیونکہ حالات ایسے ہو گئے ہیں۔میں مجبور ہوں اور مجھے نہیں آتا ان حالات کا سامنا کرنا۔"وہ رو رہا تھا بنا آواز کے اور اپنے والد سے مخاطب تھا۔

نویں رات۔۔۔

"آج میں کچھ نہیں کروں گا بس سو جاؤں گا ویڈیو لگا کر۔"اس نے ویڈیو لگائی اور آنکھیں موند لیں۔اندھیرے میں روشنی پھیل گئی۔

"یا اللہ یا رحمن یا رحیم۔۔۔"لب ہلنے لگے اور سکون پہنچنے لگا۔

"آج کتنا مزہ آیا،ہے نا؟"سبین نے اس سے سوال کیا۔

"ہاں بہت۔۔۔کل بھی چلیں گے۔"اس نے جوش سے ہنستے ہوئے کل کی بھی پیشگی منصوبہ بندی کی۔یوں بھی اب دو ہی دن تھے سو وہ چاہتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ وقت سبین اور سِنان کے ہمراہ گزار لے،وہ بھی خوشی اور مسرت سے بھرپور تا کہ اس کے جانے کے بعد وہ لوگ اس کی خوبصورت یادوں کو جی سکیں۔

"ضرور چلیں گے بھئی۔۔۔"سِنان نے اسے ساتھ لگا کر ہامی بھری تو وہ مزید خوش ہو کر اس سے لپٹ گیا۔اسے سِنان کے وجود سے اپنے والد کی خوشبو آتی تھی۔اس کی موجودگی احمر کو ہمت دیتی تھی اور اس کا حصار اسے تحفظ فراہم کرتا تھا۔سِنان کے حصار میں یوں لگتا تھا جیسے اس تک کوئی بھی خطرہ نہیں پہنچ سکتا۔

آنکھیں موندے،لبوں سے ذکر کرتے اور آج کے دن کی روشن یادوں کو سوچتے وہ کب غنودگی میں گیا،پتہ ہی نہ چلا۔روشنی کی سمت سفر تیز ہوا۔

دسویں رات۔۔۔

"بس اب کل سب ختم۔۔۔"سوچ کے زاویے اندھیرے میں سفر کرنے لگے۔کچھ عرصہ پہلے شروع ہونے والا خونی سفر کل اپنی منزل پر پہنچ کر تمام ہونے والا تھا۔آج کی رات طویل تھی۔وہ آج سونا نہیں چاہتا تھا۔آج وہ بس سوچنا چاہتا تھا۔

اس نے ہینڈ فری کانوں میں لگایا اور دھنیں سماعتوں کو نقصان پہنچانے لگیں۔وہ بیڈ پر دراز تھا اور ذہن پر یادوں کے پردے لہرا رہے تھے مگر اس سے قبل کہ وہ یادوں میں کھوتا،نیند مہربان ہوئی اور اسے اپنی آغوش میں لینے لگی۔

احمر کوشش کرتا رہا کہ جاگے اور اپنے پیاروں کی پیاری باتوں کو یاد کرے مگر نیند نے اس کوشش کو ناکام بنایا اور اسے اپنے ساتھ خوابوں کے سفر پر لے گئی۔

"یا اللہ یا رحمن یا رحیم۔۔۔"آخری الفاظ تھے یہ جو لبوں کی جنبش سے ظاہر ہو رہے تھے۔وہ اندھیروں کو چھوڑ روشنی کی سمت چل دیا۔ہر ایک پریشانی اور اضطراب سے دور رب کی نعمتوں میں گم۔۔۔

ماضی کا سفر تمام ہوا اور احمر حال میں لوٹا۔یہ بند کمرہ نہیں،کھلی فضا تھی اور اس کا بیڈ نہیں بلکہ ایک اونچی چوٹی تھی اور اس کے نیچے تھی گہری کھائی کہ جس میں سے آواز نہ لوٹتی تھی۔آج اس نے بھی یہاں سے نہیں لوٹنا تھا۔

وہ جو سبین کی سوچوں میں تھے وہ احمر کے روشن دن تھے مگر یہ جو ابھی احمر کے خیالوں میں اجاگر ہوئی تھیں وہ اس کی راتیں تھیں جو اس کا اصل تھیں۔

احمر نے تاریک سکرین روشن کی۔

"ڈیٹ ففٹین دسمبر ٹو تھاؤزنڈ سکسٹین،ٹائم فور اے ایم۔۔۔"احمر نے آنسوؤں بھری پھیکی مسکراہٹ سکرین پر ڈالی۔وقت آگیا تھا۔

وہ دھیرے دھیرے قدم سرکانے لگا،بنا اٹھائے بس گھسٹنے لگا اور سرے پر پہنچ گیا۔

"پاپا سوسائیڈ کرنے والے گنہگار نہیں ہوتے۔نیک لوگ بھی سوسائیڈ کرتے ہیں۔۔۔"اتنا کہہ کر اس نے آنکھیں بند کیں اور دایاں پیر ہوا میں کھائی کی سمت لہرایا۔

***

وہ ہاتھ دھو کر رومال سے پونچھتا ہوا نیچے نگاہیں کیے باہر نکلا پھر رخ دائیں جانب رکھی اپنی میز کی سمت موڑا تو ٹھٹک گیا کیونکہ وہاں سبین کھڑی تھی۔یہاں سے وہ اس کی پشت دیکھ پا رہا تھا۔

"وہ تو سوگئی تھی نا؟پھر یہاں اس پہر اس طرح کھڑی وہ کیا کر رہی ہے؟"سِنان کی چھٹی حس بہت کچھ غلط ہونے کا اعلان کر رہی تھی۔

وہ ہولے ہولے اس کی جانب قدم بڑھاتا اس کے نزدیک پہنچا اور اس کو کندھوں سے تھاما۔وہ پھر بھی ساکت رہی تو سِنان یونہی اسے تھامے اس کے برابر کھڑا ہوا اور نگاہیں اس کی نگاہوں کے تعاقب میں ڈالیں گو کہ اسے پہلے سے پتہ تھا کہ کیا ہوا ہوگا!

"یا اللہ۔۔۔"وہی ہوا تھا جس کا ڈر تھا۔سبین نے اس کی جانب آہستگی سے رخ موڑا۔اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور ان آنکھوں میں سوال تھے۔وہ سوال جن کے جواب وہ فی الحال نہیں دینا چاہتا تھا۔وہ شکستہ سی اسے دیکھ رہی تھی،بالکل خاموش جیسے بولنے کی حس کھو چکی ہو اور سِنان کو یہ چپی برداشت نہ ہو رہی تھی۔وہ ہنوز اسے کندھوں سے تھاما ہوا تھا۔اس نے کچھ دیر اسے یونہی دیکھا۔وہ بھی اسے دیکھتا رہا پھر ایک جھٹکے سے سبین نے اپنا وجود

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

اس کے ہاتھوں سے آزاد کیا۔اس کے ہاتھ کسی خزاں رسیدہ پتے کی مانند گر پڑے۔بد ترین خدشات درست ثابت ہو گئے تھے۔

"کیا ضرورت تھی آخر اس رجسٹر کو کھول کر جانے کی؟"وہ خود ہی سے سوال کر رہا تھا۔جواب تو کوئی تھا نہیں اور نہ جواب آنے کا موقع ملا۔

سبین اس کی جانب مڑی۔اب وہ دونوں مقابل کھڑے تھے۔کمرہ روشن تھا سو پورا منظر واضح تھا۔آج سِنان نے ہر کام ہی معمول کے برخلاف کیا تھا اور پھر آج اتنی بڑی تبدیلی رونما ہو گئی تھی۔وہ سوال کرتی اس سے قبل ہی وہ جواب سوچنے لگا مگر پھر سے مہلت نہ ملی اور وہ مدھم آواز میں بولی۔

"یہ آپ کے اوپر والے ہونٹ پر کیا ہوا ہے سِنان؟"اس نے جو سوال کیا تھا وہ بجلی بن کر گرا تھا۔وہ تو کچھ اور ہی پوچھ رہی تھی۔اس سوال کی تو سِنان نے تیاری ہی نہیں کی تھی۔

"اوہ تیری خیر۔۔ساری مصیبتیں ایک ساتھ ہی آنی ہیں!"اس نے اشارہ کیا تو سِنان نے اپنے لب چھوئے مگر اب کیا ہی فائدہ تھا!

"کچھ نہیں۔۔۔منہ سے سوفٹ ڈرنک کی بوتل کھول رہا تھا تو لگ گئی تھی۔"بر وقت بہانہ سوجھ گیا تھا۔

"اچھا۔۔۔"سبین نے یقین نہیں کیا۔استہزایہ انداز میں اسے دیکھا پھر اس کا بایاں ہاتھ پکڑ کر اپنے سامنے کیا اور آستین اوپر چڑھا دی۔

"اللہ۔۔۔"سِنان نے زبان کاٹی۔ایک اور کارستانی سامنے تھی اور سبین کی آنکھوں میں شعلے لپک رہے تھے۔

"ایسا کچھ نہیں ہے جیسا تم سوچ رہی ہو سبین۔۔۔"کچھ تو صفائی دینی ہی تھی۔وہ جامد تو کھڑا رہ نہیں سکتا تھا۔

"اچھا۔۔۔"اتنا کہہ کر وہ اس کے قدموں میں بیٹھ گئی۔وہ کچھ پیچھے کھسکا پھر سر اوپر کر اپنا ماتھا پیٹا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا کرنے جا رہی تھی۔

سبین نے اس کی پنڈلی کی جانب اشارہ کیا جو کھلی ہوئی تھی اور اس کا ٹراؤزر پہلے ہی گھٹنوں تک چڑھا ہوا تھا۔

"یہ کیا ہے؟؟؟"وہ پھر سے سوال کرنے لگی۔

اب کی بار بنا کوئی جواب دیے سِنان نیچے بیٹھا اور اسے دونوں کندھوں سے پکڑ کر اٹھایا۔وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور خود کو اس کی گرفت سے آزاد کروایا۔سِنان کے ہاتھ یونہی ساکت رہ گئے۔اسے کچھ دکھ ہوا مگر پھر ان ہاتھوں کو دل گرفتہ سا نیچے کر لیا۔سبین ابھی بھی غصے میں تھی۔

"یہ سب کیا ہے اور یہ کیا ہے؟"اب اس نے وہ رجسٹر اٹھا کر اس کی نظروں کے سامنے کیا اور ایک سطر پر انگلی رکھی۔

"پچیس دسمبر دو ہزار سولہ۔۔۔ڈیٹ آف یور ڈیتھ۔"وہاں لکھے الفاظ سِنان کو ازبر تھے۔

"اب بتاؤ یہ سب کیا ہے؟؟مجھے منع کر کے،احمر کو منع کر کے تم خود گیم کھیل رہے تھے؟؟بولو جواب دو۔۔۔"سبین نے رجسٹر اس کے سینے کی جانب اچھالا۔وہ اس کے سینے سے لگ کر نیچے گرا۔سِنان نے جھک کر وہ رجسٹر اٹھایا اور اوپر رکھ دیا پھر اسے دیکھنے لگا۔

"سبین پلیز میری بات سنو۔۔۔جانم جیسا تم سمجھ رہی ہو ویسا کچھ نہیں ہے۔۔۔"وہ آگے بڑھا کہ اسے پکڑ سکے مگر اس نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"پلیز سِنان مجھ سے دور رہو۔"وہ رو رہی تھی۔

"غصہ آیا تو میں آپ سے تم ہو گیا۔واہ سبین بیگم۔۔۔"وہ دل ہی دل میں سوچ کر ہنسا مگر چہرے پر کچھ ظاہر نہ ہونے دیا۔

"تم ایک بار مجھے صفائی دینے کا موقع تو دو۔"پھر سے اس نے اپنی سی کوشش کی۔

"کیا صفائی دو گے تم؟؟کیا صفائی دو گے؟؟؟یہ ہونٹ کیوں کٹا ہوا ہے؟یہ بازو پر نشان کیسے ہیں؟یہ بازو پر ادھوری اورکا کیوں بنی ہے؟یا پھر پنڈلی پر لیس کیوں لکھا ہے؟؟بولو۔۔۔"وہ آگے آئی اور اس کے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے ہذیانی انداز میں پوچھے گئی۔اس کی دونوں کلائیاں چوڑیوں سے بھری ہوئی تھیں اور اس کے سینے اور گردن پر لگ رہی تھیں۔

"خانم یہ سونے کی چوڑیاں ہیں۔ٹوٹ کر تمہارے ہاتھ میں تو لگیں گی نہیں لیکن میرے لگ رہی ہیں۔"سِنان نے اس کے دونوں ہاتھ کلائی سے تھامے اور اسے روک کر اپنے نزدیک کیا پھر اس کی کمر کے گرد اپنی گرفت مضبوط کی۔وہ اس کے حصار میں مچلنے لگی۔

"سِنان مجھے چھوڑ دو۔"وہ دھاڑی۔

"نہیں چھوڑوں گا۔کیا کر لو گی؟"وہ سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

"مجھے چھوڑو۔نہیں تو میں شور مچا دوں گی۔"جو منہ میں آیا وہ بول گئی۔خود بھی احساس نہیں تھا بات کا،ابھی غصے میں جو تھی۔

"کوئی نہیں آئے گا تمہاری چیخ پکار سن کر بھی۔کبھی بیوی کو شوہر سے بچانے کیلیے بھی کوئی آتا ہے کیا؟"سِنان متحمل تھا۔

"چھوڑ دو مجھے۔۔۔"اس کی بات کا جواب دیے بنا سبین نے ایک جھٹکے سے اس کی گرفت سے خود کو آزاد کیا۔سِنان نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔

"سبین دیکھو بیٹھ کر آرام سے بات کرتے ہیں جیسا تم سمجھ رہی ہو ویسا کچھ نہیں ہے۔"اب وہ اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا مگر وہ کچھ بھی سننے کو تیار نہ تھی۔

غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھتی وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔آنسو بنا کسی مشقت کے بہے چلے جا رہے تھے اور دل تو صدمے کی کیفیت میں تھا۔وہ شدید غصے میں تھی اور اس حالت میں اسے کچھ بھی سمجھانا بیکار تھا پھر بھی سِنان اپنی سی کوشش میں مصروف تھا۔

"جیسا تم سمجھ رہی ہو ویسا کچھ نہیں ہے۔تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"غلط فہمی۔۔۔"اس کی بات کاٹ کر وہ چلائی اور پھر رجسٹر اٹھا کر دوبارہ اس کے سینے پر مارا۔

"اس میں جو سب لکھا ہے وہ غلط فہمی ہے؟یا تمہارے جسم پر جو جگہ جگہ نقش بنے ہوئے ہیں وہ غلط فہمی ہے،ہاں بتاؤ؟"نزدیک آکر اس نے سِنان کی شرٹ کو اوپر سے پکڑ کر جھنجوڑا۔

"وہ کچھ بھی غلط فہمی نہیں ہے۔۔۔"سِنان کی آواز کھائی میں سے آتی محسوس ہوئی اور سبین کی گرفت چھوٹ گئی۔آنکھوں کے آگے اندھیرا چھایا اور ذہن میں انہی لفظوں کی گونج سنائی دینے لگی۔اس نے میز پکڑ کر خود کو گرنے سے بچایا۔

"سبین۔۔۔"سِنان نے آگے بڑھ کر اسے تھامنا چاہا مگر اس کے اٹھے ہاتھ نے اسے روک دیا۔اس نے ہاتھ نیچے کیا اور اسے کندھوں سے تھام کر بیڈ پر لا بٹھایا۔

وہ خونخوار نظروں سے اسے دیکھنے لگی جبکہ وہ ہنوز متحمل تھا۔

"ہر بار تمہاری مرضی نہیں چلے گی۔"اس کے جملے نے سبین کو بےبسی کا احساس کرایا۔

"اور اب سنو میری بات۔۔"وہ بولنا شروع ہوا اور سبین نے نظریں پھیر لیں مگر وہ پھر بھی گویا ہوا۔

"گیم بند ہو چکا ہے۔۔"بات ایسی تھی کہ سبین کا سر بےساختہ اوپر کی جانب اٹھا اور سِنان کے سراپے پر نگاہیں ٹک گئیں۔وہ کھڑا ہوا تھا تو سبین کو گردن اونچی اٹھانی پڑی تھی لیکن ابھی بات اہم تھی۔

"اور کتنا جھوٹ بولیں گے سِنان۔۔۔"

"میں جھوٹ نہیں بولتا،آئی سمجھ۔"وہ ایک جھٹکے سے بیٹھا اور اس کے بازوؤں پر گرفت مضبوط کر اسے اپنی جانب جھکایا۔وہ اس اچانک افتاد پر سنبھل نہ پائی اور ایک جھٹکے سے اس کی جانب گر گئی۔سِنان کی سبز آنکھوں میں ترشی دیکھ سبین کی نگاہوں میں ڈر اتر آیا۔

سِنان نے اسے چھوڑا اور گہری سانس خارج کر اپنے غصہ کو دبایا۔

"دیکھو سبین میں جھوٹ نہیں کہہ رہا۔گیم بیچ میں بند ہو گیا ہے اور اب سب سیف ہیں۔"اس کا چہرہ تھام کر اس نے پیار سے اسے مخاطب کیا۔

اس کا ردعمل فطری تھا۔وہ جانتا تھا کہ وہ اس کی زندگی کو لے کر پریشان تھی اور تبھی اس سے جھگڑ رہی تھی۔اسی لیے بجائے اس پر غصہ کرنے یا چیخنے چلانے کے،اس نے سبین کو پیار سے سمجھایا کیونکہ یہاں وہ بے قصور تھی،ہاں وہ الگ بات تھی کہ قصوروار سِنان بھی نہیں تھا مگر وہ اس وقت انجان تھی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

ذرا سی نرمی ملی تو سبین کی آنکھیں بہنے لگیں اور ساتھ ہی ان میں غصہ بھی عود کر آیا۔سارا خوف زائل ہو گیا اور وہ پھر سے جذباتی ہو اٹھی۔

"عورت۔۔۔یہی کرے گی۔۔۔نرمی سے فائدہ اٹھانا تو لازمی ہے۔۔۔"وہ دل میں سوچتے ہوئے اندر ہی اندر مسکرایا اور اپنی بپھری ہوئی بیوی کو دیکھنے لگا جو اس کے سینے تک بمشکل آتی تھی مگر اس پر دھونس جما رہی تھی۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔آپ کو جو کرنا ہے کریں۔میں نے آپ کی بات مانی اور گیم نہیں کھیلا اور آپ نے نہ صرف گیم کھیلا بلکہ مجھ سے چھپایا بھی۔۔۔"وہ اب پھر سے اس کے سینے پر اپنے چوڑیوں سے بھری کلائیاں مار رہی تھی اور روئے جا رہی تھی۔سِنان چپ چاپ یہ ہلکے پھلکے ظلم سہہ رہا تھا اور اس کی کارروائی پر چپ تھا۔

اچانک کچھ بات ذہن میں آئی اور اس نے سبین کے ہاتھ پکڑے۔اس نے خاموش نظروں سے اس پر وار کیے مگر ابھی وقت نہیں تھا۔وہ یونہی ہاتھ پکڑے کھڑا ہو گیا۔سبین بیٹھی رہی البتہ نظروں نے اس کے ساتھ سفر کیا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

کھڑے ہو کر سِنان نے اس کے ہاتھ نیچے کیے پھر اس کا چہرہ تھاما۔سبین اس کو بغور دیکھ رہی تھی۔

"سوری خانم۔۔۔"اس نے سبین کی زلفوں پر لب رکھے۔وہ پر سکون ہو کر آنکھیں موند گئی۔گویا سِنان کو غلطی کا احساس ہو گیا تھا مگر اگلے ہی پل اس نے جھکا چہرہ اٹھایا اور اسے وہیں چھوڑ تیزی سے پلٹ کر دروازے کی سمت بھاگا۔

اس کے پیچھے ہٹنے پر سبین نے کچھ الجھتے ہوئے چہرہ اٹھایا تو اسے باہر کھڑا پایا۔اس نے تیزی سے اٹھنا چاہا مگر جب تک وہ اس پر ایک شرمندہ نظر ڈال،دروازہ باہر سے بند کر،وہاں سے جا چکا تھا۔

سبین اتنی حیرت میں تھی کہ اپنی جگہ سے نہ ہل سکی۔بس آنکھیں اندر کی کیفیت بیان کر رہی تھیں۔لمحہ بھر بعد وہ دروازے کی سمت بھاگی اور بری طرح بند دروازہ پیٹنے لگی۔

"سِنان۔۔۔سِنان۔۔۔دروازہ کھولو۔۔تم۔میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہو؟؟تمہیں شرم نہیں آئی اپنی بیوی کو یوں قید کر کے بھاگتے ہوئے۔۔۔ایک تو غلط کام بھی خود کیا اور اب سزا مجھے دے رہے ہو۔۔۔میں چھوڑوں گی نہیں تمہیں۔۔۔کبھی معاف نہیں کروں

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

گی۔۔۔"وہ دروازہ پیٹتی،ہذیانی انداز میں چلا رہی تھی مگر دوسری جانب سننے کیلیے کوئی موجود ہی نہیں تھا۔وہ جسے پکار رہی تھی وہ تو کب کا اسے پیچھے چھوڑ آگے بڑھ چکا تھا۔

"وہ مجھے قید کر کے چلا گیا۔۔"کرب سا کرب تھا مگر پھر بھی وہ دروازہ بجانے میں مگن تھی۔

***

پیروں میں جوتوں کی بجائے گھر کی عام چپل پہنے وہ بھاگتا ہوا گھر کے مرکزی دروازے سے باہر تو باآسانی نکل گیا مگر اب برف پر بھاگتے ہوئے دقت کا سامنا تھا۔وہ پھر بھی بھاگ رہا تھا کیونکہ رک نہیں سکتا تھا۔رات اندھیری تھی اور اگر وہ تھم جاتا تو یہ اندھیرا ان لوگوں کی زندگیوں پر سکوت بے کراں کی مانند ٹھہر جاتا سو وہ پوری جان لگا کر دوڑ رہا تھا۔اس کی رفتار تیز تھی،نظام تنفس بھی تیز ہو رہا تھا۔

"تم پر بھروسہ ہے اور تمہاری باتوں سے دل کو مزید تسلی بھی ہوئی ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اس کا خیال بہت اچھے سے رکھو گے مگر میرا دل ڈوب رہا ہے۔بار بار یہی سوچ آ رہی ہے کہ اگر احمر بھی گیم کھیل رہا ہوا اور اس نے اپنی جان دے دی تو پیچھے ہم

تو ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔جوان اولاد کو قبر میں اتارنے کا حوصلہ نہیں ہے مجھ میں۔"بھاگتے ہوئے ایک آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔اس کے قدم بھاری ہونے لگے۔

"تم پر بھروسہ ہے۔۔۔"

"تم پر بھروسہ ہے۔۔۔"

"میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اس کا خیال اچھے سے رکھو گے مگر میرا دل ڈوب رہا ہے۔۔۔"آواز سنتے ہوئے اس کا دل ڈوبنے لگا۔

"جوان اولاد کو قبر میں اتارنے کا حوصلہ نہیں ہے مجھ میں۔۔۔"آوازوں نے اس کے قدموں کو مزید طاقت بخشی مگر وہ تیز رفتاری کے باعث گر پڑا چونکہ برف زیادہ تھی اس لیے اس چپل میں بھاگنا تو دور چلنا بھی مشکل تھا۔

"جوان اولاد کو قبر میں اتارنے کا حوصلہ نہیں ہے مجھ میں۔۔۔"آواز گونجی اور سِنان اٹھا۔پیروں میں پہنی ہوئی چپل پھینکی اور برف پر بھاگنے لگا۔اس کے پیر ہنوز جم نہ پا رہے تھے مگر اسے رکنا نہیں تھا،اسے احمر کے پاس پہنچنا تھا۔

"انکل میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی امانت کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا تو خیانت نہیں کروں گا بلکہ صحیح سلامت آپ کو واپس کروں گا۔میرے ہوتے ہوئے احمر کے ایک بال کو بھی کوئی نہیں کاٹ سکتا پھر جان لینا تو دور کی بات ہے۔"پاؤں سن ہو رہے تھے مگر اپنے ہی کہے الفاظ دل کو چھلنی کر رہے تھے۔

"مجھے ہر صورت اپنا وعدہ نبھانا ہے۔۔۔انکل کو ان کے جوان بیٹے کی لاش نہیں سونپنی بلکہ جیسے اسے لایا تھا ویسے صحیح سلامت واپس سونپنا ہے۔"وہ دل میں خود کو باور کرا رہا تھا۔دوڑ مشکل تھی مگر جیتنی تھی۔

"میں امانت میں خیانت نہیں کر سکتا۔میں منافق نہیں ہوں۔۔"تیز تیز دوڑتے بالآخر چوٹی نظروں میں آئی اور اس پر کھڑا وجود بھی دکھائی دیا جو کسی بھی لمحے گہری کھائی کی نذر ہونے والا تھا۔

٭٭٭

دایاں پیر ہوا میں لہرایا مگر خوفزدہ ہو کر یکدم پیچھے کر لیا۔اس میں یوں چھلانگ لگانے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔کچھ لمحات پھر سے یونہی صرف کیے پھر ہمت کر آگے بڑھا کہ کودنا تو تھا ہی۔

"یا اللہ مجھے معاف کر دینا۔سوری ماما،سوری پاپا،سوری آپی،سوری سِنان بھائی۔۔۔"ایک ہی سانس میں خالق و مخلوق سے معافی مانگ کر اس نے آنکھیں بند کیں اور اپنے ہاتھوں کو سیدھ میں کر اپنا اوپری دھڑ نیچے کو گرا دیا۔منہ کھلا مگر وزن سا محسوس ہوا۔اسے تو ہلکا ہو جانا چاہیے تھا مگر یہ کھنچاؤ سا کیوں محسوس ہو رہا تھا؟وہ سوچنے لگا مگر آنکھیں بند ہی رکھیں۔جب اوپر سے مزید کھنچاؤ کا احساس ہوا تو اس نے آنکھیں کھولیں اور نیچے نظر آتا منظر دیکھ چیخ اٹھا۔وہ لٹکا ہوا تھا اور نیچے کھائی دکھائی پڑ رہی تھی مگر وہ گرا کیوں نہیں؟یہ سوچ ذہن میں آئی پھر شرٹ پر کسی کی گرفت اور کھنچاؤ محسوس ہوا تو چہرہ پیچھے کی سمت موڑ کر دیکھا۔

"سِنان بھائی۔۔۔"بنا آواز کیے اس کے لبوں نے پکارا۔

"ہاں خر دماغ۔۔۔"سِنان نے اسے کھینچا اور اوپر اٹھا لیا۔وہ زیادہ وزنی بچہ نہیں تھا۔اس کے مقابلے سِنان ایک ہٹا کٹا پہلوان نما جوان تھا سو اس کیلیے احمر کو کھینچ کر اٹھانا کچھ مشکل نہ تھا۔

وہ اوپر آیا تو یقین نہ ہو سکا کہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لوٹ آیا ہے،وہ بھی صحیح سلامت۔چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔سِنان بھی مطمئن سا اسے دیکھے گیا۔گہری سانس خارج کر اللہ کا شکر ادا کیا کہ جس نے امانت کی حفاظت کرنے کی طاقت دی۔

اسی بیچ احمر کو اچانک کچھ یاد آیا اور وہ ڈر کر آگے بڑھنے لگا کہ سِنان نے اسے پیچھے سے پکڑ کر زور سے اپنی جانب کھینچا۔

"سِنان بھائی مجھے مرنے دیں پلیز۔۔۔پلیز مجھے مرنے دیں۔۔۔مجھے مت روکیں۔۔۔وہ لوگ میرے گھر والوں کو مار دیں گے۔۔۔"وہ اس کی گرفت میں جھٹپٹانے لگا اور کھائی کی سمت دوڑنے کیلیے مچلنے لگا۔

"خر دماغ اتنا مشکل سے بچا ہے پھر مرنا چاہتا ہے۔۔۔"وہ ذرا کرختگی سے گویا ہوا۔

"دونوں بہن بھائی ایک جیسا ہے۔۔۔"سِنان نے دل میں سوچا۔

"ہاں مرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ سب لوگ بچ جائیں۔۔"وہ چلایا۔

"چپ۔۔۔"سِنان بھی چیخا اور رات کے سناٹے میں آواز گونجی کہ احمر سہم گیا۔وہ اب سیدھا چپ کھڑا تھا۔

"گیم بند ہو گیا ہے اب کوئی نہیں مرے گا،آئی سمجھ اور کوئی کسی کو نہیں مار سکتا سوائے اللہ کے۔بیوقوفوں جیسی حرکتیں کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے سب گھر والوں کا۔تمہیں کیا لگتا ہے تمہارے مرنے سے سب ٹھیک ہو جاتا؟"سِنان بول رہا تھا تبھی اچانک احمر اس کے سینے سے لگا اور سسکنے لگا۔

"تھینک یو سو مچ سِنان بھائی۔"وہ مدھم آواز میں شکر گزار ہوا۔

"کوئی بات نہیں میرے بچے۔۔۔"وہ بھی بات ادھوری چھوڑ اس کی پشت تھپکنے لگا۔

"آئی ایم سوری۔۔۔"معذرت کی گئی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"شکر ہے تم بچ گئے یہی کافی ہے اور کچھ نہیں چاہیے ہم میں سے کسی کو بھی۔"وہ پیار سے اسے پچکارنے لگا اور وہ اس کے ساتھ لگا کھڑا رہا۔

"چلو اب ہٹو بہت دیر ہو گئی ہے۔وہاں تمہاری بہن پریشان ہو گی۔گھر چلو جلدی۔"سِنان نے مصنوعی خفگی دکھا کر اسے دور ہٹایا اور پھر اس کے سر پر چپت لگائی کہ یہ اس وقت کی اہم ضرورت تھی۔

وہ کھسیانا ہو کر اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"سِنان بھائی ایک بات پوچھوں؟"پیچھے چلتے ہوئے وہ ہچکچایا تو سِنان نے ایک تیز نگاہ اس کے سراپے پر ڈال،سر کے اشارے سے اجازت دی۔اسے اس پر غصہ آ رہا تھا جو کہ کچھ غلط بھی نہ تھا۔

احمر نے تھوک نگلا اور گویا ہوا۔

"آپ یہاں کس وقت آئے؟"

"جب تم چوٹی کے کنارے کھڑے پاؤں آگے پیچھے کر کے کھائی کی گہرائی ناپ رہے تھے۔"اس نے طنزیہ جواب دیا اور تیز قدم بڑھائے تو احمر بھی چپ چاپ تقلید کرنے لگا۔بنا کوئی بات کیے کہ اس میں خطرہ تھا۔

***

وہ دونوں گھر کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوئے اور سِنان باوجود سن ہوئے پیروں کے،تیزی سے کمرے کی جانب دوڑا۔احمر بھی اس کے پیچھے بھاگا۔ٹھنڈ کے مارے پیر اکڑ گئے تھے مگر اندر جو وجود تھا وہ زندگی کا سرمایہ تھا۔جلد از جلد اس تک پہنچ کر اسے تحفظ دینا تھا۔

"اتنی سی دیر میں لڑکی نے پتہ نہیں کیا کیا سوچ لیا ہوگا۔"سوچتا ہوا وہ دروازے تک پہنچا اور ایک جھٹکے سے کنڈی کھولی۔اس سے قبل کہ وہ دروازے کو احتیاط سے کھولتا،دوسری جانب موجود شخص نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور اسے دیکھتے ہی اس کی شرٹ کا گلا پکڑ لیا۔

"کہاں گئے تھے آپ مجھے کمرے میں بند کر کے؟خودکشی کرنے گئے تھے نا؟پھر کی کیوں نہیں؟"وہ پاگلوں کی طرح اس پر چیخ رہی تھی اور چوڑیوں بھری کلائی اس کے سینے پر مارے جا رہی تھی۔اس سب میں اسے پیچھے کھڑے احمر کا بھی ہوش نہیں تھا مگر سِنان پورے حواسوں میں تھا سو اس کی کلائیاں اپنے مضبوط ہاتھوں میں لیں اور تھوڑی اونچی آواز میں بولا۔

"خودکشی کرنے نہیں گیا تھا۔تمہارے بھائی کو خودکشی کرنے سے روکنے گیا تھا۔اگر تمہیں بند کر کے وقت پر نہیں پہنچتا تو آج تمہارا بھائی زندہ نہیں ہوتا۔کھائی میں کود کر اپنی جان دینے والا تھا یہ خر۔"اس کی بات پوری ہوتی گئی اور سبین کی گرفت اور مزاحمت اور چیخ و پکار مدھم پڑتی گئی۔

اس نے سِنان کے ہاتھ سے کلائیاں آہستگی سے چھڑائیں اور پیچھے کھڑے احمر پر غور کیا۔خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورتی وہ تیزی سے اس کے نزدیک پہنچی۔سِنان نے بھی رخ اس کی سمت میں موڑا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

احمر کے قریب پہنچ کر اس نے ایک زور دار تھپڑ اس کے چہرے پر رسید کیا۔احمر اور سِنان دونوں ہی بھونچکا رہ گئے کہ اس ردعمل کی ان دونوں میں سے کسی کو بھی امید نہیں تھی۔سبین اب اسے ڈانٹ رہی تھی۔وہ بڑی بہن تھی اس کی،وجود قیامت کے زلزلے میں آیا محسوس ہوا تھا سِنان کی بات سن اور کان سائیں سائیں کرنے لگے تھے۔

"اگر اسے کچھ ہو جاتا تو۔۔۔"سوچیں یہاں منجمد ہو رہی تھیں۔

"تمہیں شرم نہیں آئی سب کو دھوکہ دے کر ایسا بڑا قدم اٹھاتے ہوئے؟ تم نے سوچا کہ اگر سِنان وقت پر نہ پہنچتے تو میں مما پاپا کو کیا جواب دیتی۔"سِنان کو اپنا ذکر اس وقت بڑا اچھا لگا تھا۔وہ مسکرانے لگا۔

"سوری آپی۔۔۔میں ڈر گیا تھا۔"وہ چہرے پر ہاتھ رکھے، شرمندگی سے سر جھکا گیا تو سبین نے ایک جھٹکے سے اسے خود سے لگا لیا۔اب وہ دونوں ایک ساتھ لگے بری طرح رو رہے تھے۔کتنے دنوں کا اور وسوسوں کا غبار تھا جو آنسوؤں کی صورت دل کو ہلکا کر رہا تھا۔

سِنان دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ان دونوں کو پیار سے دیکھ رہا تھا۔

"آنسو ہر بار پونچھنے کیلیے نہیں ہوتے، کبھی کبھار انہیں بہنے دینا چاہیے تا کہ دل کا حبس برس جائے اور موسم خوشگوار ہو جائے۔"وہ ان دونوں پر نرم نگاہیں ٹکائے،سوچنے لگا۔

کچھ دیر تو یہ برسات دور کھڑے رہ کر دیکھی پھر خود بھی ہاتھ کھول کر آگے آیا اور ان دونوں کو یونہی اپنے حصار میں لے لیا۔

ان دونوں کے وجودوں میں بھی جنبش ہوئی۔ایک نظر اسے دیکھا پھر اس کے سینے سے لگ گئے۔منظر خوبصورت اور مکمل تھا اور ہر ڈر سے آزاد تھا۔

"چلو اب بس بہت ہو گیا تم دونوں کا۔ذرا وقت دیکھو اور چلو سونے کی تیاری پکڑو۔"سِنان نے کچھ لمحات بعد ان دونوں کو خود سے الگ کیا اور حکم جاری کیا۔وہ خود بھی تھک گیا تھا۔پیر اکڑ رہے تھے سو کھڑا رہنا محال ہوتا جا رہا تھا گو کہ یہاں لگے آتش دان کی سبب اب تھوڑی گرمائش بھی آگئی تھی مگر ہنوز پاؤں مکمل ٹھیک نہیں ہوئے تھے۔

"جی۔۔۔"دونوں الگ ہوئے ایک دوسرے سے بھی اور اس سے بھی پھر آنسو پونچھے ایک دوسرے کے۔

سِنان دونوں کو دیکھتا ہنسی روکتا رہا اور ان کے محبت بھرے ملن کا مشاہدہ کرتا رہا۔

"دونوں بہن بھائی ہی ڈرامہ ہیں۔۔۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو پیار، محبت اور تسلی دی پھر احمر سیڑھیوں کی جانب مڑا کہ سِنان نے اسے پکارا۔

"رکو احمر۔۔۔"

"جی بھائی۔۔۔"وہ رک کر اس کی سمت مڑا۔

"تم اندر جاؤ خانم۔"اگلا حکم سبین کو دیا گیا۔دونوں بہن بھائیوں نے ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا پھر سبین ایک الجھتی نگاہ سِنان پر ڈال کر کمرے کے اندر چلی گئی۔ابھی اس کی بات ماننے میں ہی عافیت تھی۔یوں بھی وہ اس سے شرمندہ تھی۔

"گل خاناں دلتہ راشہ۔۔۔"

(گل خاناں ادھر آؤ)اس نے آواز لگائی اور گل خان جن کی مانند حاضر ہوا۔

"جی صاب۔۔"تابعداری سے کہا گیا۔

احمر نے سِنان اور گل خان کو دیکھا۔سبین بھی دروازے کے جھروکے سے جھانکتی باہر کا منظر دیکھ رہی تھی۔

"اس کا کمرہ میں جا کر رکو اور نظر رکھنا اس پر کہ یہ کہیں جائے نہ۔سمہ دہ(آئی سمجھ)"اس نے حکم صادر کیا اور گل خان نے ہامی بھری۔

"سمجھ گئے احمر؟"اپنے سالے سے سوال کیا تو اس نے کندھے اچکا کر گویا ہامی بھری۔اسے کیا ہی اعتراض ہونا تھا؟

"نہ ہی اب اس نے ٹاسک پورے کرنے تھے اور نہ ہی رات کو جاگنا تھا۔اب تو بس سِنان بھائی کے طریقہ کے مطابق یا اللہ یا رحمن یا رحیم پڑھتے پڑھتے سونا تھا۔"وہ خوش ہو کر سوچتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ساتھ ہی گل خان بھی آگے بڑھ گیا۔

اب پیچھے بس سِنان بچا تھا۔اس نے ان دونوں کے سیڑھیاں چڑھنے تک دیکھا پھر پیچھے کو مڑا۔

سبین جو جھروکے سے منظر دیکھ رہی تھی،اس کے مڑتے ہی دروازہ بند کر تھوڑا آگے بڑھ کر کھڑی ہو گئی۔دروازہ کھلا، سبین کی سانس تھمی۔دروازہ بند ہوا، سبین کا دل تھم گیا اور اب قدموں کی چاپ خاموش فضا میں گونجنے لگی۔وہ محتاط سے قدم اٹھاتا اس کے نزدیک آکھڑا ہوا۔سبین کی پشت اس کی طرف تھی،اس نے آنکھیں میچ لیں۔

سِنان نے کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی جانب کیا تو اس کی بند آنکھیں دیکھ ہنسی چھوٹ گئی مگر ضبط کیا اور اسے پکارا۔

"خانم آپ کا غصہ وہ کیا ہوا؟"سوال مدھم آواز میں کیا تھا۔نگاہیں اس کی نازک گردن میں لٹکتی نازک سی چین پر ٹھہر گئی تھیں جس پر اب اس کی نظر پڑی تھی۔

سبین نے بدقت پلکیں اٹھائیں جو لرز رہی تھیں۔وہ اتنے نزدیک کھڑا تھا سو وہ سرخ ہو گئی تھی۔پتہ نہیں یہ سرخی شرم کی تھی یا شرمندگی کی۔

"آؤ میرے ساتھ۔"اس نے کہا اور وہ اس کا ہاتھ تھامے بنا کسی مزاحمت کے چل پڑی۔وہ اس کو لیے بیڈ کے پاس آکر ٹھہرا اور اسے بٹھا کر خود بھی اس کے بالکل نزدیک بیٹھ گیا۔سبین کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔

"اب پوچھو جو بھی پوچھنا ہے۔سب بتاؤں گا اب آرام سے۔"دونوں ہاتھوں کی کہنیاں گھٹنوں پر ٹکا کر انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کیے وہ نیچے کو جھکا تا کہ اس کا چہرہ دیکھ سکے۔

"مجھے آپ کے کٹس اور اورکا دیکھ کر پھر رجسٹر پر ٹاسک کے آگے ٹک لگا دیکھ کر غصہ آگیا تھا تبھی۔۔۔"وہ ہاتھوں کی انگلیاں مسلتی ہوئی نظریں انہی ہاتھوں پر ٹکائے اپنی صفائی دینا شروع ہوئی۔

"اوں ہوں۔۔صفائی کس نے مانگی ہے خانم؟سوال کرو تم،میں جوابدہ ہوں۔"سِنان نے درمیان میں ٹوکا اور پیار سے کہا۔سبین کا دل مطمئن ہو گیا۔اس نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور مسکرائی پھر گہری سانس بھری۔

"پوچھو سوال۔"پھر زور دیا گیا اور وہ شروع ہوئی۔

"آپ کے ہاتھ پیر پر یہ کٹس کیسے لگے اور وہ ادھوری اورکا؟اور وہ رجسٹر میں لکھے ٹاسک؟اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ آپ گیم کھیل رہے تھے مگر کیوں؟"وہ مدھم آواز میں سوال کرنے لگی۔

"پہلی بات تو یہ کہ ہاں میں گیم کھیل رہا تھا اور جو ڈیٹ تم نے دیکھی وہ میری ہی موت کی تاریخ تھی۔"اس نے تحمل سے جواب دیا اور سبین کا کلیجہ منہ کو آیا۔

"مطلب اگر گیم بند نہیں ہوتا تو آپ؟؟؟"اب کی بار آنکھوں میں واضح ناراضگی تھی۔

"ارے نہیں میری ماں۔جب میں نے تمہارے بھائی کو نہیں کرنی دی سوسائیڈ تو خود کیوں ہی کرتا؟"وہ ہنسا۔

"مجھے کیا پتہ؟"سبین کو یہ بےوقت کی ہنسی بری لگی تھی۔

"یہ سچ ہے کہ میں گیم کھیل رہا تھا مگر یہ سب،کچھ بھی بلیڈ سے نہیں بنایا میں نے اور نہ ہی میں سوسائیڈ کرتا۔میں بس گیم کے راز جاننا چاہتا تھا تبھی گیم کھیلا مگر خود کو اذیت نہیں دی کیونکہ میں اس کا قائل نہیں۔لیکن ان لوگوں کو پکچرز سینڈ کرنی ہوتی تھیں سو اس لیے یہ سب کرنا تو ضروری تھا۔"وہ وضاحت سے سمجھانے لگا۔

"تو پھر آپ نے یہ سب کیسے کیا؟"سبین کو ہنوز یقین نہیں آیا تھا۔

وہ بنا کچھ کہے اٹھا اور میز کی دراز میں سے ایک شیشی نکال کر واپس اپنی نشست پر براجمان ہوا۔ سبین نے ساری کارروائی نا سمجھی سے دیکھی۔

"یہ دیکھو۔" سِنان نے یہ کہہ کر اس شیشی سے ادھوری اورکا پر چھڑکاؤ کیا۔ وہ محلول ڈلنے کی دیر تھی کہ وہ اورکا بھنے لگی۔

"یہ کیا تھا؟" سبین نے آنکھوں میں خوشگوار حیرت لیے سِنان کو دیکھا۔

"یہ پینٹ تھا اور اس سپرے سے چھوٹ گیا۔ سمپل۔ میں نے بلیڈ سے نہیں برش سے بنائی تھی یہ اورکا۔" سِنان اسے دیکھ مسکرایا۔

"آپ نے تو بہت خوبصورت بنائی تھی جیسے کوئی آرٹسٹ بناتا ہے۔" وہ تعریف کرنے لگی۔

"ہاں تو تمہارا مرد آرٹسٹ ہی تو ہے۔ بچپن سے ہی پینٹنگ کرتا آیا ہوں، ہاں کبھی جانور یا انسان نہیں پینٹ کیے لیکن آج ضرورت پڑی تو بنا لی یہ اورکا۔" اس نے فرضی کالر اچکا کر تعریف وصول کی۔ سبین ہنسنے لگی۔

"مطلب وہ رجسٹر میں لگے ٹک بھی اسی وجہ سے تھے اور آپ نے یہ پینٹ سے بنایا تا کہ اس گیم کو چیٹ کر سکیں؟"وہ اب پرجوش ہو رہی تھی۔

"ہاں نا۔۔"سِنان نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"واہ سِنان وہ گیم پوری دنیا کو فول بنا رہا تھا اور آپ اسے فول بنا رہے تھے۔"اس نے خوش ہوتے ہوئے بچوں کی طرح تالیاں بجائیں پھر سِنان کی پشت تھپکی۔

"ہاں دیکھ لو بس۔"اسے اس طرح خوش ہوتا دیکھ سِنان اپنے آپ میں اٹھلایا۔اس کی بیوی اس کی تعریف کر رہی تھی اترانا تو بنتا تھا۔

"ہمم یہ تو ہے مگر آپ نے یہ ہونٹ پر کٹ کیسے لگایا؟"ہچکچاتے ہوئے اس نے سوال کیا۔

"آہم۔۔۔لڑکی بس یہ بتا دیا کافی ہے۔اتنا بتا دیتا ہوں کہ یہ بھی فیک ہے۔"سِنان نے شرارت سے اسے دیکھا تو وہ نگاہیں چرا گئی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔"اس نے بات ادھوری چھوڑی اور شرمانے لگی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"اچھا اور کوئی سوال ہے تو پوچھو۔"سِنان نے بات کا رخ پھر سے اسی جانب موڑا تا کہ سبین کے دل میں کوئی بات نہ رہے۔

"ہاں وہ ویڈیو کال کا پوچھنا تھا۔آپ نے ویڈیو کال پر گیم کے کری ایٹر سے بات کی تھی؟"یہ بات بھی تو ذہن میں اٹکی ہوئی تھی۔

"یہ تو نہیں پتہ چلا لیکن ہاں ایک چیز پتہ چلی ہے۔"سِنان نے وقفہ کیا۔

"کیا؟"سبین سے انتظار نہ ہوا۔

"یہی کہ یہ گیم کب شروع ہوا تھا اور اس کو کس نے بنایا تھا۔"وہ پھر ٹھہرا۔

"کس نے؟"وہ پھر مضطرب ہوئی۔

"یہ دو ہزار تیرہ سے ہے۔ہاں پاکستان میں اسی سال آیا ہے۔اس کے علاوہ گیم کے کری ایٹر کا نام دمتری ہے۔اس نے پہلے فیس بک گروپ بنایا اور وہاں لوگوں کو اکھٹا کیا پھر انہی لوگوں کو میسنجر کے چیٹ گروپ میں ایڈ کر کے ان سے یہ گیم کھلوایا۔"اس نے تفصیل بتائی۔

"چچ چچ۔۔بیچارے لوگ جو اسے دوست سمجھ رہے تھے انہیں بھی مار دیا۔"وہ افسوس سے گویا ہوئی۔

"نہیں خانم۔ان لوگوں کو اس نے نہیں مارا۔"سِنان نے اس کی بات کی نفی کی۔

"پھر؟"وہ حیران ہوئی۔

"پھر یہ کہ وہ لوگ خود مرے ہیں اپنی خوشی سے،اپنی رضا سے۔اس نے کوئی دھمکی نہیں دی اور نہ ہی کوئی زبردستی کی۔وہ سب لوگ مایوس تھے اور مایوس لوگوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔"حیران کن انکشاف کیا تھا سِنان نے جو سبین کو مزید حیرت میں ڈال گیا تھا۔

"جبھی ہمارے دین میں مایوسی کو کفر سے تشبیہہ دی گئی ہے تا کہ مسلمان سمجھیں کہ مایوسی کتنی خطرناک شے ہے۔ہر حال میں رب کا شکر گزار رہنا چاہیے اور مایوسی کے قریب بھی نہیں پھٹکنا چاہیے۔"وہ اب اسے نصیحت کر رہا تھا۔وہ اس کی آنے والی نسل کی امین تھی۔اس کی گود پہلی درس گاہ تھی سو سِنان کو اپنی نسل کی درس گاہ کی تربیت کرنی تھی۔

"لیکن کبھی نہ کبھی تو ہر کوئی اداس ہو جاتا ہے نا؟"اس نے دل پر ہاتھ رکھ کر سوال کیا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"اداسی الگ شے ہے میری جان۔"اس نے پیار سے اسے ساتھ لگایا۔وہ پرسکون ہو گئی۔وہ اس کی کیفیات کو بنا کہے سمجھ لیتا تھا۔

"لیکن مایوسی الگ۔مایوسی دنیا کو اپنے اوپر حاوی کرنے سے آتی ہے۔میری جاب نہیں لگ رہی،میری شادی نہیں ہو رہی،میرے بچے نہیں ہو رہے،بچوں کی شادیاں نہیں ہو رہیں،لائف میں اچیومنٹ کے انبار لگائے ہوئے ہیں ہم نے اور جب یہ سب حاصل نہ ہو تو ہم مایوس ہو جاتے ہیں۔مسلمان کو تو مایوس ہونا ہی نہیں چاہیئے۔جو بھی ہے جیسا بھی فانی ہے،جب اس پر ایمان ہے کہ اصل آخرت ہے تو پھر فنا ہو جانے والی زندگی کی وجہ سے مایوسی کیوں طاری کریں۔جو چل رہا ہے چلنے دو اور مزے کرو۔"جامع انداز میں اپنی بات مکمل کر اس نے آخر میں مزاح کا تڑکہ لگایا تو سبین نے مسکراتے ہوئے،اسے سر اٹھا کر دیکھا۔

"پتہ ہے ایک اور مزے کی بات بتاؤں۔"وہ اس کی جانب جھک کر رازداری سے بولا۔

"ہمم۔۔۔"وہ منتظر ہوئی۔یوں بھی وہ بہت اچھی باتیں کرتا تھا۔میٹھے بول بولتا تھا جو سماعتوں میں مٹھاس گھول دیتے تھے۔

"میرے خاندان بلکہ قبیلے میں بھی لڑکوں کی شادیاں حد سے حد سولہ سے سترہ سال کی عمر تک ہو جاتی ہیں اور ایک میں ہوں جس نے چھتیس سال تک شادی نہیں کی اور ابھی بھی نہ کرتا اگر تم نہ ملتیں۔"اس نے اس کے سر پر ہلکی سی ٹکر لگائی پھر آگے بڑھا۔

"اور مجھے طعنے بھی بہت ملتے تھے۔اماں بہنیں،بھائی اور خاندان والے سب ہی کہتے تھے شادی کر لے،بڈھا ہو گیا ہے مگر میں نے سب کی ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دی۔شادی کا جب وقت آیا تب پتہ بھی نہیں چلا اور سب خود بخود ہو گیا کیونکہ اللہ کے پلینز کے آگے آپ کی پلاننگ فیل ہے۔"اس نے بات کے اختتام پر نرم سی نگاہیں اس کے سراپے پر ٹھہرائیں۔

"ایک بات اور پوچھوں؟"اس نے اجازت چاہی۔

"سو پوچھو۔"شان بے نیازی سے اجازت دی گئی۔

"آپ کو فیس بک گروپ اور چیٹ گروپ کا کیسے پتہ چلا؟"

"میں نے وہ گروپ اور چیٹ گروپ ہیک کیا تھا۔"اس نے جواب دیا تو وہ حیران ہوئی۔

"ہیں۔۔۔واہ آپ نے اس کو ہی ہیک کر لیا جس نے سب کو ہیک کیا تھا۔"وہ اس کی بچکانہ بات پر ہنسا۔

"میری جان تمہارا شوہر ایف آئی اے کے سائبر کرائم ونگ کا آفیسر ہے اور تم اس بات پر حیران ہو کہ میں نے ڈیٹا ہیک کر لیا۔یہ آسان ہے میرے لیے۔ہاں اس کیلیے ہمارے پاس ایتھیکل ہیکرز ہوتے ہیں مگر ایسا چھوٹا موٹا کام میں بھی کر لیتا ہوں۔زیادہ مشکل پیش آتی تو پھر مدد لیتا اور میں نے تو تمہارا اور احمر کا سارا ڈیٹا بھی ری کور کر لیا۔"وضاحت دے کر اس نے آخر میں انکشاف کیا۔

"اچھا۔۔۔"سبین پھر سے خوش ہوئی۔شکر تھا کہ اس کا اور اس کے بھائی کا مواد بھی محفوظ ہو گیا تھا۔

"ہاں میں نے پہلے دن ہی یہ کام کر لیا تھا۔میں نے تمہیں کہا تھا نا کہ مجھ پر بھروسہ کرو اور تم نے کیا بھی پھر میں کیسے تمہارا بھروسہ توڑتا!بس تمہیں یہ سب بتایا اس لیے نہیں کہ میں چاہتا تھا کہ مجھے سونپ کر تم اس ٹینشن سے کوسوں دور ہو جاؤ اور۔۔۔"

"اور آپ نے مجھے ہر ٹینشن سے دور کر بھی دیا،تھینک یو سِنان۔"اس کی بات اچک کر سبین پیار سے بولی اور اس کے مضبوط ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیا۔

"Anything for you my lady."

سِنان نے ان ہاتھوں پر عقیدت بھرا بوسہ دیا اور مسکرایا۔

"ایک بات سمجھ نہیں آئی پھر آپ نے گیم کیوں کھیلا اگر آپ کو سب کچھ ویسے ہی پتہ چل گیا تھا۔"سبین کے ذہن میں سوال کوندا۔

"مجھے سب نہیں پتہ چلا تھا تبھی اینٹر ہوا تھا گیم میں تا کہ تہہ تک پہنچ سکوں۔"جواب حاضر تھا۔

"اچھا۔۔۔"وہ مطمئن ہو گئی۔

"اور یہ گیم بند کیسے ہوا؟"پھر سوال اٹھا۔

"یہ مجھے نہیں معلوم۔گیم اچانک ہی چلتے چلتے بند ہوا اور لنکس ناکارہ ہو گئے۔اب اس کے پیچھے کیا راز ہے یہ میں نہیں جانتا۔"سِنان نے لاعلمی کا اظہار کر کندھے اچکائے۔

"خیر ہمیں کیا۔"سبین نے بھی لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

"بس گیم بند ہو گیا اور سب کی جان بچ گئی کافی ہے۔"پرسکون ہوئی کہ تبھی کچھ نفوس کا خیال آیا۔

"لیکن ثمرہ،فہد اور ریحان کا کیا؟وہ لوگ بھی تو گیم کھیل رہے تھے،اگر انہوں نے سوسائیڈ کر لی تو؟"وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی کہ سِنان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر تسلی سے بٹھایا۔وہ پریشان نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔آنکھوں میں سوال تھے۔

"ریلیکس سبین۔میں کوئی اناڑی نہیں ہوں۔احمر کو پہلے ہی انہیں اطلاع کرنے کا بول دیا تھا۔گھر واپسی کے راستے میں ہی اس نے ان لوگوں کو میسج کر دیا تھا سو وہ لوگ بھی سیف ہیں۔یو ڈونٹ وری۔"سِنان کی بات سن یک گونہ سکون پورے وجود میں اتر گیا اور وہ اس سے لپٹ گئی۔سِنان نے بھی کمر کے گرد حصار بنایا۔

"اور کچھ پوچھنا ہے؟"اس نے سبین کے کان میں سرگوشی کی۔مدھم آواز میں۔

"نہیں۔۔"سبین کی آواز بھی مدھم تھی۔

"تو ٹھیک ہے پھر وہ رسم نبھا لیتے ہیں کہ جس کیلیے اتنا صبر کیا۔آخر کو انسان ہی ہوں میں اور پھر بڈھا ہو رہا ہوں۔ایسا نہ ہو کہ شب عروسی سے پہلے ہی دنیا سے کوچ کر جاؤں۔"خمار آلود آواز میں کہہ کر اس نے آخر میں شرارت کی تو سبین نے اس کی پشت پر مکا جڑا۔وہ ہنسنے لگا اور وہ بھی اس کا ساتھ دینے لگی۔

ہنستے ہوئے سِنان نے اس کے گرد اپنا حصار تنگ کیا اور وہ سرخ ہوئی۔

کمرہ ان دونوں کی زندگی سے بھرپور ہنسی سے گونجا پھر ان کی محبتوں کا امین بننے لگا۔

***

اوپر والے کمرے کا منظر یکسر مختلف تھا۔احمر بیڈ پر چت لیٹا تھا اور گل خان اس نیم اندھیرے کمرے میں باقاعدہ احمر کے وجود کے نزدیک ٹہل رہا تھا۔نظریں بھی اسی کے وجود پر تھیں۔

"آپ نہیں سوئیں گے؟"احمر نے سوال کیا۔

"نئیں ام جاگ را ہے۔صاب نے منع کیا ہے سونے سے۔"گل خان نے رک کر جواب دیا اور پھر ٹہلنے لگا۔

احمر نے سر جھٹک کر چھت کو گھورا پھر وہیں نگاہیں ٹکا دیں۔

کچھ وقت مزید سرکا تو گل خان ٹھہرا اور احمر کو مخاطب کیا۔

"تمیں نین نئیں آ را؟"

احمر چھت سے نگاہیں ہٹا کر اسے دیکھنے لگا۔

"اگر نین نئیں آ را تو چلو اٹو لیڈو کیلتے ہیں۔"جب اس نے کوئی جواب نہ دیا تو گل خان نے اسے لڈو کھیلنے کی پیشکش کی جس پر اس نے فوراً سے آنکھیں موند لیں۔

"مجھے نہیں کھیلنی آپ کے ساتھ لڈو۔اس سے اچھا سو ہی جاؤں۔"وہ بدمزہ ہو کر سوچنے لگا۔آنکھیں بند ہی تھیں۔

اسے اچانک نیند میں جاتا دیکھ گل خان کا منہ بن گیا۔

"ھر ٘ہ چ ٘ غوا ٘ ٘ ھغہ وکا ٘ہ۔"

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

(جو چاہو کرو)گل خان نے پشتو میں کہا اور سر جھٹک کر ٹہلنے لگا۔

احمر کو کچھ سمجھ نہ آیا سو وہ بھی اسے چھوڑ اپنے خیالوں میں کھو گیا۔

اس کے اور گیم کے مطابق آج اس کی زندگی کی آخری رات تھی مگر کاتبِ تقدیر کو یہ منظور نہ تھا سو اس کی زندگی محفوظ ہو گئی تھی ورنہ وہ تو کھائی میں گرنے ہی والا تھا۔

یہ معجزہ ہی تو تھا کہ سِنان اچانک سے اسے بچانے آن پہنچا تھا۔یہ معجزہ ہی تو تھا کہ عین وقت پر آج ہی کی رات گیم بند ہو گیا تھا۔یہ معجزہ ہی تو تھا کہ وہ وقت جو اس نے کھائی میں غرق ہو کر آخری سانسیں بھرتے ہوئے گزارنا تھا،وہ وقت وہ اپنے بستر پر آرام کرتے ہوئے پر سکون نیند میں ڈوبے ہوئے گزار رہا تھا۔کون کہتا ہے کہ آج کے زمانے میں معجزے نہیں ہوتے؟معجزے ہر زمانوں میں ہوتے ہیں کیونکہ معجزوں کے رب کو بقا ہے،وہ فنا سے پاک ہے۔

اسی لیے معجزے ماضی میں بھی ہوتے آئے ہیں،حال میں بھی ہوتے رہے ہیں اور مستقبل میں بھی ہوتے رہیں گے اور کسی کے ساتھ بھی ہو سکتے ہیں پھر چاہے وہ معجزوں کے ہونے پر یقین رکھتا ہو یا نہیں کیونکہ معجزے تو منکروں کیلیے بھی ہو جاتے ہیں جو سرے سے اللہ

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

پر ہی یقین نہیں رکھتے۔قرآن ایک معجزہ ہی تو ہے جو قریش کے منکروں کیلیے ہوا تھا۔اسی لیے کوئی یقین کرے یا نہ کرے،معجزوں کا مالک معجزے کرتا رہے گا کہ یہ اس کی شان ہے۔

***

اگلی صبح خوشگوار تھی۔ہر طرح سے ہی خوشگوار گو کہ ابھی بھی سفیدی کے ڈیرے تھے بلکہ آج تو فلک سے بھی سفیدی کا نزول جاری تھا مگر زندگیوں پر چھایا موت کا جمود ٹوٹ چکا تھا۔زندگی میں ہریالی اور حرارت لوٹ آئی تھی۔گیم بند ہو چکا تھا اور اب سب ٹھیک تھا۔

سِنان بے حد خوش تھا کہ اس نے اپنے سسر سے کیا وعدہ نبھا لیا تھا۔احمر کو دیکھتے ہوئے وہ مسکرایا پھر نظر اس کے ساتھ کھڑی سبین پر ٹہری اور کل رات کے خوبصورت مناظر سبز آنکھوں میں سمانے لگے۔شوخ سی مسکان ان خماری میں ڈوبے لمحوں کو یاد کر لبوں کا احاطہ کر گئی۔وہ لوگ اس وقت کھلے آسمان تلے کھڑے تھے اور برفباری کے مزے لوٹ رہے تھے لیکن وہ لوگ باہر نہیں بلکہ گھر کے اندرونی حصے میں کھڑے تھے،وہی لان کا حصہ جو عموماً اوپر سے بند ہوتا تھا،آج کھلا ہوا تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

احمر کے ساتھ برف کے گولے بناتی سبین کی نگاہ سِنان پر اٹھی۔اس کی نگاہیں شوخ ہوئیں اور سبین کی آنکھوں میں شرمساری نے ڈیرہ جمایا۔دونوں کی نظروں کا حسین تصادم ہوا پھر اس کی نگاہوں کی تپش سے گھبرا کر سبین نے نگاہیں چرا لیں۔وہ بھی مسکراتے ہوئے سر کھجانے لگا۔

"آپی میں اندر جا رہا ہوں۔تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"وہ لوگ کافی دیر سے برف میں تھے سو احمر نے منہ سے دھواں چھوڑ کر برف ہاتھوں سے جھاڑی اور اپنی بہن کو مخاطب کیا۔

"کیوں اندر جا رہے ہو؟"سبین نے سوال کیا۔

"قہوہ پی کر آ رہا ہوں۔"سِنان نے بھر کر قہوہ بنا رکھا تھا کہ سردی میں وہ لوگ پی سکیں اور احمر کو وہی چسکے لگے ہوئے تھے تبھی وہ جواب دے کر اور سِنان کو ہاتھ ہلا کر اندر بھاگ کھڑا ہوا۔

وہ اندر گیا تو سِنان چلتا ہوا سبین کے بالکل نزدیک آن ٹھہرا۔وہ حیا سے سمٹی۔سِنان نے اسے حصار میں لیا اور اس کا سرخ چہرہ اپنے ہاتھ سے اوپر کو اٹھایا۔چہرہ اٹھا مگر پلکیں گری رہیں۔

"اب خوش ہو؟"پیار سے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔"وہ مسکرائی اور نگاہیں اس کے چہرے پر ٹکائیں۔وہ بھی اسے دیکھے گیا۔

"یوں دیکھتی ہو تو لگتا ہے دل نکال لو گی۔"مخمور لہجے میں کہتے ہوئے اس نے دل پر ہاتھ دھرا۔وہ شرما کر ہولے سے ہنسی اور سفید سی وادی میں قوس قزح بکھر گئی۔

"میں کوئی ڈائن ہوں؟بس باتیں بناتے رہیں آپ۔"سبین نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور مزید ہنسی۔

وہ بھی ہنسنے لگا۔

"زمہ تا سرہ مینہ دہ۔"

(میں تم سے محبت کرتا ہوں)ہنسی روک کر وہ اچانک سے سرگوشی کے انداز میں بولا تو سبین کی ہنسی بھی رک گئی۔

یوں تو اسے پشتو بالکل نہیں آتی تھی مگر اس جملے کا مطلب پتہ تھا۔

"زہ تا سرہ مینہ لرم۔"

(میں تم سے محبت کرتا ہوں)وہ پھر سے بولا اور وہ سر جھکا کر ہنس دی۔

منظر مزید خوبصورت ہو گیا۔برف کی سفیدی میں سِنان کی میٹھی سی سرگوشیاں اور سبین کی سرخیاں مل کر نکھار پیدا کرنے لگیں۔

***

شہرِ قائد پر رات نے سایے لمبے کیے اور پورا شہر سردی کی دھند میں لپٹی رات کے اثر سے خاموش ہو گیا۔سرد رات تھی اور وقت تین کے آس پاس کا تھا۔شہر کا شہر سویا ہوا تھا مگر کہیں کہیں کچھ نفوس جاگے ہوئے بھی تھی۔انہی جیسے لوگوں میں سے ایک وجود ایسا بھی تھا جو لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھا تھا۔آنکھوں میں اضطراب واضح دکھ رہا تھا اور انگلیوں کی حرکت بھی مضطرب تھی۔وہ بار بار ایک لنک پر جا رہی تھی مگر لنک کام نہیں کر رہا تھا۔

"This site can't be reached..."

ہر بار یہی الفاظ سکرین پر نمودار ہو کر اسے منہ چڑا رہے تھے۔وہ ازحد غصہ تھی۔

"کیا ہو گیا ہے آخر؟میں گیم کھول کیوں نہیں پا رہی!"اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دنیا تہس نہس کر دے۔کئی بار لنک دبانے پر بھی جب کام نہ بنا تو اس نے لیپ ٹاپ جھٹکے سے بند کر دیا۔

"تین چار دن ہو گئے ہیں اور گیم ابھی تک اوپن نہیں ہوا۔پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔کہیں دمتری کو کچھ ہو تو نہیں گیا نہ!"وہ جھنجلا رہی تھی کہ تبھی گیم بنانے والے کا خیال ذہن میں آیا اور وہ گھبرا کر ٹہلنے لگی۔وہ اس کیلیے فکرمند تھی مگر کیوں؟وہ اس کا کیا لگتا تھا آخر؟

اس نے اپنی میز پر رکھا موبائل اٹھایا اور کھولا۔سکرین پر ایک نوجوان لڑکے کی تصویر ابھری۔کھڑے نقوش،سرخی مائل گوری رنگت،ستواں ناک،سرخی مائل لب،خم دار ٹھوڑی اور خوبصورت دراز پلکوں سے سجی سیاہ آنکھیں۔یہ تھے تمام لوازمات جو اس نوجوان لڑکے کی تصویر میں موجود تھے۔وہ خوبصورت تھا،بے حد خوبصورت کہ دیکھنے والا محو ہو جائے پر سب سے خوبصورت تھے اس کے ریشمی بال جو ماتھے پر بے ترتیب ڈھلکے ہوئے تھے۔اس کا چہرہ معصومیت کا پیکر تھا۔اس کی تصویر پر ایک نام بھی درج تھا۔

"Dimitri."

جو کہ یقیناً اسی کا نام تھا۔وہ لڑکی اس کی تصویر دیکھے گئ پھر موبائل کو سینے سے لگا کر لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھی۔

"اب کچھ نہیں ہو سکتا دمتری۔"اتنا کہا اور انگلیوں کو حرکت دی۔ تیزی سے چلتی انگلیاں سکرین پر سیاہ حروف بکھیر رہی تھیں۔

اس نے پورا صفحہ سیاہ کیا اور ایک پتے پر ارسال کر دیا۔اس کے بعد گہری سانس خارج کی اور موبائل کو قیمتی متاع کی مانند تھامے اٹھ کھڑی ہوئی۔

قدموں کو حرکت دی اور بالکونی میں جا کر کھڑی ہو گئ۔سیاہ رات ہواؤں سے بھری تھی۔چلتے ہوئے جھکڑ سردی کو بڑھا رہے تھے مگر اس لڑکی کو محسوس نہ ہو رہا تھا۔اس کی کھلی زلفیں اس کے معصوم چہرے پر بکھر رہی تھیں۔اس کے چہرے سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ سولہ سے سترہ سالہ لڑکی تھی کہ جس نے ابھی ہی لڑکپن میں قدم رکھا تھا لیکن غلط سمت چل پڑی تھی غالباً تبھی تو رات کی تنہائی میں سب سے چھپ کر سرگرمیاں انجام دے رہی تھی۔

یہ عمر ہی ایسی بغاوت لے کر آتی ہے۔والدین کو بچپن سے زیادہ لڑکپن پر توجہ دینی چاہیے کہ بلوغت کی عمر کو پہنچتے بچوں کے جذبات میں ہیجان ہوتا ہے۔وہ باآسانی بھٹک جاتے ہیں اور شیطان کے ہاتھوں کھلونا بن جاتے ہیں۔انہیں بچانے کیلیے نگرانی اور تربیت ضروری ہے۔یہ عمر ڈانٹ ڈپٹ کرنے کی نہیں بلکہ بچے کو سمجھ کر اس کا ساتھ دینے کی ہے۔اس کو اپنی موجودگی کا احساس دلا کر اس کا تحفظ بننے کی۔اسے یہ بتانے کی ہے کہ یہ جو جذبات اندر ہی اندر بھڑک رہے ہیں وہ قدرتی ہیں اور ان سے کس طرح نمٹنا ہے اس بات کو سکھانے کی ہے۔نازک دور میں بہت حساسیت سے چلنے کی ہے۔اگر اس عمر میں روک تھام اور احتیاط نہ کی گئی تو بچے کی زندگی تجربات کی نذر ہو کر برباد ہو جاتی ہے جیسے ابھی ہونے والی تھی۔

اس لڑکی نے موبائل کی سکرین پھر کھولی۔چہرہ سامنے آیا اور اس نے اپنے لب اس تصویر پر رکھے پھر۔۔

"I miss you Dimitri."

پست آواز میں جملہ مکمل کر اس لڑکی نے موبائل بھی پستی کے حوالے کر دیا۔وہ تیسری منزل سے نیچے گرا اور ٹوٹ گیا۔اب وہ مطمئن تھی۔

تیزی سے کمرے میں آئی کہ آگے کے منصوبے پر عمل کرے۔بیڈ کے نزدیک آکر اس نے سائیڈ ٹیبل سے ایک شیشی نکالی۔بھورے رنگ کی شیشی کو نگاہوں کے سامنے کیا۔وہ اس کام کی پوری تیاری دن میں ہی کر چکی تھی بس اب انجام تک پہنچانا تھا۔ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑی مگر پھر وہ خوبرو چہرہ نظروں کے سامنے آیا۔

فیصلہ ہو گیا۔والدین،بہن بھائی،خاندان سب لوگوں کی محبت پر ایک تصویر کو دیکھ پیدا ہوئی کشش حاوی آئی اور اس نے کانپتے ہاتھوں سے وہ شیشی کھولی۔آنسو آنکھوں سے ٹپ ٹپ بہنے لگے مگر کچھ حل نہیں تھا اب۔

اس نے شیشی کھولی اور اندر موجود گولیاں ہتھیلی پر نکالیں پھر پانی کا بھرا گلاس اٹھایا۔

جلدی جلدی گولیاں حلق میں ایک ایک کر ڈالیں اور پانی سے نیچے اتاریں۔وہ کافی ساری گولیاں اپنے وجود میں اتار چکی تھی کہ اب اس کا سر بھاری سا ہونے لگا تھا۔اسے نیند آنے لگی تھی،گہری پر سکون نیند جو اسے ابد میں بے چین رکھنے والی تھی مگر وہ اس سب

سے بے نیاز تھی۔سر بھاری ہوا اور اس کا وجود بیڈ پر ڈھلکا۔آنکھیں بند ہونے لگیں اور لبوں نے جنبش کی۔بند آنکھوں میں کئی چہرے نمودار ہوئے تھے۔

اس کے پاپا کا،ماما کا پھر بھائی بہنوں کا اور پھر باقی سب لوگوں کا۔ہر ایک کی تصویریں دکھائی پڑ رہی تھیں۔

"سوری ماما،سوری پاپا بٹ میں دمتری کے بنا نہیں جی سکتی۔" اٹکتی ہوئی گہری سانس کے درمیان بہت ہی مدھم آواز میں محض ہونٹوں کی حرکت سے یہ الفاظ جاری ہوئے اور اس کے ہاتھ سے وہ بھوری شیشی گر کر ایک چھناکے سے ٹوٹ گئی۔رات کے سناٹے میں یہ آواز گونجی تھی مگر محض کمرے میں۔آنکھیں مکمل بند ہوئیں اور تصویریں مٹ گئیں۔دائیں آنکھ سے ایک آنسو نکلا اور کھلی زلفوں میں جذب ہو گیا۔اس کے جسم نے آخری جھٹکا لیا اور ختم شد۔

***

"سبین۔۔سبین۔۔" صبح ہی صبح یہ آواز اس لکڑی کے گھر میں گونج رہی تھی۔سبین نے سنا تو مسکراتی ہوئی اس کی جانب لپکی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"کیا ہے سِنان؟کیوں صبح صبح میرے نام کی پکار کر رہے ہیں؟"وہ مسکراتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

سِنان خاموش تھا مگر اس کے تاثرات کچھ غلط ہونے کا اعلان کر رہے تھے۔

"بولیں نا سِنان۔"سبین کو یہ خاموشی کھلی۔

سِنان نے اسے تھاما اور پھر بولا۔

"سبین تمہاری کزن ثمرہ کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔"سبین کی آنکھیں باہر آئیں اور ہاتھ بے ساختہ لبوں پر رکے کہ چیخ نہ نکل پڑے۔

"ک۔۔کیسے؟؟"وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"اس نے سوسائیڈ کر لی۔"جواب توقع کے عین مطابق تھا مگر مزید سوال اٹھ گئے تھے۔

"مگر گیم تو بند ہو گیا تھا نا؟"پھر سوال آیا،خدشات ہی خدشات تھے۔

"ہاں گیم بند ہو گیا تھا اور ابھی بھی بند ہے پھر پتہ نہیں کیوں؟؟"سِنان نے بات ادھوری چھوڑی۔اس کے پاس بھی جواب نہیں تھا۔

سبین نیچے چہرہ کیے سسکنے لگی۔سِنان نے اسے بانہوں میں لیا اور اس کو سہلاتے ہوئے تسلی دینے لگا۔

خواہش کے باوجود بھی آپ ہر کسی کو نہیں بچا سکتے۔احمر کو اس نے بچا لیا تھا مگر ثمرہ کو نہیں بچا سکا تھا۔باوجود اس کے کہ اس نے پورا انتظام کر دیا تھا پھر بھی اس لڑکی نے جانے کیوں خود کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

***

تین ماہ بعد۔۔۔

مارچ کے اوائل دن تھے یعنی خزاں رخصت ہوئی تھی اور خزاں رسیدہ پیڑوں پر بہار نے جھپ دکھلانی شروع کر دی تھی۔پرانے پتے جھڑے تھے تو درخت اداس ہو گئے تھے اور پرندے کوچ کر گئے تھے۔اب نئے پتے اگ رہے تھے،پھولوں کے کھلنے کا موسم آگیا تھا سو درخت بھی ہرا بھرا ہو گیا تھا اور پرندے واپس آشیانوں کو لوٹ آئے تھے۔ہر جانب خوشیوں کا رقصم تھا۔

گھر کا لاؤنج،لاؤنج میں صوفوں پر براجمان مرد اور ان کی سیاسی و غیر سیاسی باتیں۔یہ منظر تھا احمد ولا کا کہ جہاں زندگی پھر سے لوٹ آئی تھی۔آج سِنان، سبین اور احمر کو لیے گھر لوٹا تھا اور اسی وجہ سے احمد صاحب نے خاندان کے تمام لوگوں کو جمع کیا تھا تبھی یہ محفل سجی ہوئی تھی۔

اندھیروں کا دور ختم ہوا تھا اور روشنی بکھر گئی تھی سو سبھی خوش اور مطمئن تھے۔ہاں اس دور کے آنے اور گزر جانے کے بعد کچھ نفوس ایسے بھی تھے جو اجڑ گئے تھے سو ان کی بھی یادیں تازہ کی جا رہی تھیں۔ان کا ذکر آتا تو کچھ دیر کی خاموشی سی چھا جاتی تھی لیکن پھر سے ایک دوسرے کو حوصلہ دے کر بات کا رخ مثبت جانب موڑ دیا جاتا تھا کہ جانے والوں نے لوٹ کر تو آنا نہیں تھا اور پیچھے رہ جانے والوں نے بہر صورت آگے کی سمت بڑھنا تھا۔دور گزر گیا تھا مگر کئی اسباق دے کر گزرا تھا پیچھے رہ جانے والوں کو۔عبرت پکڑنے والوں نے اب اس سے سبق سیکھنا تھے یا تو پھر اسی روش کو برقرار رکھ کر اپنے نوجوانوں کو برباد کرنا تھا۔

جب کسی قوم کو برباد کرنے کا ارادہ ہو تو اس قوم کے نوجوانوں کو برباد کر دو کہ جب جوان ہی تباہ حال ہو جائیں گے تو کیا ہی بچے گا پیچھے تبھی تو اس طرح کا گیم جوانوں کیلیے متعارف کرایا گیا کہ انہیں اندھیروں میں ہی غرق کر دیا جائے اور بس پچھتاوا تھما دیا جائے۔

لاؤنج کے بعد ایک کمرے کا منظر تھا جہاں خواتین بیٹھی تھیں اور خوش گپیوں میں مگن تھیں۔یہاں کا موضوع ڈرامے، فیشن اور پکوان وغیرہ تھے جبکہ درمیان میں بچھڑے ہوؤں کی جدائی کا دکھ بھی جگہ بنا رہا تھا مگر وہی تسلی اور تشفی دے کر سنبھالا بھی جا رہا تھا کہ اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا اور اسے یاد کر کے ہنسا اور رویا تو جا سکتا تھا مگر اس وقت کو بدلہ نہیں جا سکتا تھا اور نہ ہی واپس لایا جا سکتا تھا۔

یہاں مزید ایک خبر تھی جو سرگوشیوں میں گھوم رہی تھی اور ایک خوبصورت سنہرے گندمی سے چہرے پر لالیاں بکھیر رہی تھی۔

"ہماری سبین تو بہت خوبصورت ہو گئی ہے ماشاءاللہ۔"اس کی خالہ نے پیار سے اس کا ماتھا چوما تو وہ شرما گئی۔

"ہاں بھئی واقعی سِنان نے تو ہماری سبین کو صحت مند کر دیا ہے۔"مامی نے بھی آنکھوں سے نظر اتاری۔

"ارے یہ صحت تو ننھے مہمان کی آمد کی وجہ سے ہے۔"پھپھو کیوں پیچھے رہتیں۔

"ہیں؟؟"مامی کو غالباً یہ بات ابھی پتہ چلی تھی۔یوں تو یہاں موجود ہر خاتون کو آج ہی یہ بات معلوم ہوئی تھی لیکن مامی ذرا دیر سے آئی تھیں تو انہیں ابھی بھی معلوم پڑا تھا۔

"مبارک ہو بھئی ماشاءاللہ۔"وہ فوراً سے اٹھ کر اس کے پاس آئیں اور اس کا صدقہ نکال کر مبارک دی۔وہ شرما کر سر کو جھکا گئی۔

وہ تخلیق کے مرحلے سے گزر رہی تھی اور یہ بات سبین اور سِنان کے والدین اور بھائی بہنوں کو ہی معلوم تھی۔باقی ہر ایک سے یہ بات مخفی رکھی گئی تھی اور یہ ہدایت سِنان نے اطلاع دے کر خاص طور پر کی تھی۔بقول اس کے،"اپنی خوشیوں کو چھپا کر رکھنا چاہیے تا کہ حسد اور حسرت سے محفوظ رہیں۔ہم اپنی نعمتوں کا دکھاوا کریں اور پھر یہ کہیں کہ فلاں نے نظر لگا دی تو یہ تو غلطی پہلے ہماری ہوئی نا؟اگر ہم اپنی خوشیوں کو چھپا کر رکھیں تو کوئی بھی نظر نہیں لگا سکے گا کیونکہ جو چیز کسی کو معلوم ہی نہ ہو گی،وہ اسے برباد کیسے

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

کریں گے۔ہم سب انسان ہیں تو ہمیں ایک دوسرے کو انسان سمجھنا چاہیے اور ایک دوسرے کو آزمائشوں سے بچانا چاہیے۔میں اپنی خوشی بیان کر کے دوسروں کو آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتا اور نہ ہی خود کو۔اگر ہم اپنی خوشی کا ڈھنڈورا پیٹیں گے تو دل میں ہمارے لیے کینہ رکھنے والے لوگ ہماری خوشیوں کو نظر لگا دیں گے اور اس سے بھی زیادہ حساس بات یہ ہے کہ اگر ہم اپنی نعمتوں کا دکھاوا کریں گے تو وہ لوگ جنہیں یہ نعمت حاصل نہیں،ان کے دل میں حسرت جاگے گی اور یوں ان کی حسرت ہمیں نقصان پہنچائے گی تبھی نعمتوں کو مخفی رکھنا ہی بہتر ہے۔"بڑا جامع جواب دیا تھا سِنان نے خوشی کو سب کے ساتھ بانٹنے کی بات پر۔ہاں ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا کہ جب ہماری اولاد دنیا میں آجائے گی تب سب سے ملوائیں گے۔

اس لیے ہر ایک کو آج ہی پتہ چلا تھا مگر مردوں میں ابھی بھی کسی کو نہیں معلوم تھا کیونکہ اس حوالے سے وہاں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

"ارے سبین کو کیا سِنان نے تو احمر کو بھی ہٹا کٹا کر دیا۔جب گیا تھا تو کیسا سوکھا سا تھا اور اب دیکھو بھئی ماشاءاللہ ہیرا داماد ملا ہے تمہیں سنعیہ۔اللہ سبھی کی بیٹیوں کے نصیب

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

جگائے۔"سبین کی دوسری خالہ نے بھی بات میں حصہ ڈالا اور سِنان کی تعریف کی۔ساتھ ہی ہر لڑکی کیلیے دعا کی۔

"آمین۔۔۔"تمام زبانیں ایک ساتھ متحرک ہوئیں جبکہ سبین کا دل مسرور ہو گیا۔وہ ایسا تھا کہ اس کی تعریف کی جاتی۔

اگلا منظر نیچے موجود اس کمرے کا تھا کہ جس کی کھڑکی صحن میں کھلتی تھی اور جہاں سے سبین نے سِنان کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا مگر وہ سِنان نہیں تھا۔وہی کمرہ جہاں فہد، ثمرہ،زرش،وسیم،ریحان اور احمر نے گیم کھیلنے کا آغاز کیا تھا اور ایک دوسرے سے باتیں کر کے یقین دلایا تھا کہ وہ سب بچ جائیں گے۔تاریخ تھی دس نومبر دو ہزار سولہ۔۔۔

اور آج بھی وہی منظر تھا اور وہی نوجوان تھے مگر تعداد میں کم۔احمر،فہد اور ریحان بس تین جبکہ وسیم،زرش اور ثمرہ،اس خوفناک دور میں پھنس کر تاریخ کا حصہ بن چکے تھے جس میں ان کا نام سنہری حروف میں نہیں بلکہ سرخ مائع کے رنگ میں درج تھا۔بہار کی تازہ ہوا لان کے پتوں سے ٹکرا کر کھڑکی پر لگے پردے کو اڑاتی ہوئی،کمرے کے در و

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

دیوار اور ان نفوس کو چھو رہی تھی۔کیلینڈر آج بھی اڑ رہا تھا مگر ہولے ہولے کہ یہ تیز ہولناک آندھی نہیں بلکہ ٹھنڈی باد نسیم تھی۔

تینوں نفوس خاموش تھے کہ کہنے کو بچا ہی کیا تھا۔چپ چاپ بیٹھے وہ لوگ گزرے ہوئے کل کو یاد کر رہے تھے۔اس وقت کو کہ جب وقت مٹھی میں تھا اور ہر شے سنواری جا سکتی تھی مگر اب ریت پھسل چکی تھی اور مٹھی خالی تھی۔اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا سو وہ لوگ ماضی کے سفر پر گامزن تھے اور ان حسین وقتوں کو یاد کر رہے تھے کہ جب قیامت صغری برپا نہ ہوئی تھی۔جب صرف خیالی ہی تھا ان چیزوں کا تصور کہ جو آج وقوع پذیر ہو کر ماضی کا حصہ بن چکی تھیں۔

"کچھ بھی ہو لیکن مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔اگر پاپا کو پتہ چل گیا تو۔۔۔۔"کرسی پر بیٹھے فہد کے ذہن میں اپنے ہی الفاظ گونجے تو دل مغموم ہو گیا۔

"پاپا کو سب پتہ چل گیا اور پتہ چلنے پر انہوں نے ڈانٹا بھی بہت۔۔۔میرا ڈر یونہی تو نہیں تھا۔سب ٹھیک ہو گیا ہے اب،یہ نشان بھی ٹھیک ہو جائیں گے مگر زرش،وسیم اور ثمرہ کبھی واپس نہیں آئیں گے۔"اپنے زخموں سے بھرے ہاتھ اور مکمل ہوئی اورکا دیکھ آنکھوں

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

میں آنسو بھر گئے۔وہ خونی اورکا ان کی خوشیوں کو کھا گئی تھی۔ان کی معصومیت کو نگل گئی تھی۔

"یہ سب جھوٹ ہے،کچھ بھی نہیں ہو گا۔کسی کو بھی ٹاسک ملیں گے ہی نہیں۔۔۔۔"صوفے پر بیٹھے ریحان کے کانوں میں اپنے جملے گونجے۔وہ خالی نظروں سے دیوار کو تک رہا تھا۔آنکھوں کی مانند دل بھی خالی تھا۔

"کتنا پاگل تھا میں جو یہ سوچ رہا تھا کہ کچھ نہیں ہو گا مگر جو کچھ ہوا،اتنا برا بھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ہم تو بچے تھے،ابھی ہی بڑے ہوئے تھے پھر کیوں ہمیں خود کو بلیڈ سے کاٹنے اور سوئیاں گھونپنے کا ٹاسک دیا؟کیا ملا ہمیں مار کر؟"وہ شکایت کر رہا تھا،نامعلوم کس سے مگر شکایتوں کے انبار لگے جا رہے تھے اور آنکھیں مزید ویران ہوتی جا رہی تھیں۔ان آنکھوں نے ابھی دنیا دیکھنی تھی مگر اس واقعے نے ان کی بینائی چھین لی تھی۔

"مجھے وسیم کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے تھا۔اگر کسی کو کچھ ہو گیا تو؟نہیں۔۔۔میں اپنے کزنز کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا اور نہ ہی خود مرنا چاہتا ہوں۔یا اللہ پلیز ہم سب کو بچا

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

لینا۔۔۔۔"جھولے پر بیٹھے،سر کو اس کی مضبوط رسی سے ٹکائے،ہولے ہولے جھولتے احمر کو اپنے منصوبے اور دعائیں یاد آئی تھیں اور دل سوکھ گیا تھا مگر آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔

انہی نم آنکھوں میں ماضی کے وہ چہرے دھندلا گئے۔

"مجھے بیچ میں وسیم کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے تھا۔کتنا کچھ ہو گیا۔ثمرہ،زرش اور خود وسیم بھی اس گیم کی وجہ سے مر گئے۔کیا تھا اگر اس رات ثمرہ نے جب وسیم کو بولنے سے روکا تھا تو میں وسیم کی سائیڈ لینے کی بجائے ثمرہ کی سائیڈ لیتا اور اسے چپ کرا دیتا پھر نہ وہ گیم بتا پاتا اور نہ ہم سب کھیلتے۔۔۔"ماضی یاد آیا تو پچھتاوے بھی عود کر آئے۔کاش۔۔کاش۔۔کاش۔کتنے کاش تھے زندگی میں مگر بے سود۔۔۔

احمر نے ایک افسردہ نگاہ اٹھائی اور اپنے دونوں کزنز پر ڈالی۔وہ دونوں بھی یونہی متوجہ ہوئے۔اب تینوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ان کے پاس کوئی بات نہیں تھی۔نہ آج کے حوالے سے،نہ ماضی میں کھو جانے والوں کے حوالے سے اور نہ ہی تابناک مستقبل کے حوالے سے،ان کو گفتگو کا کوئی سرا نہ مل رہا تھا سو وہ قدرے فاصلے پر بیٹھے بس ایک دوسرے کی نگاہوں میں دیکھ رہے تھے جو خالی بنجر تھیں۔

"اور کوئی نہیں مرے گا۔ہم سب نے ابھی جینا ہے یار۔ابھی تو ہم بڑے ہوئے ہیں۔سارا بچپن اسی انتظار میں گزارا تھا کہ بڑے ہو جائیں گے تو سب اچھا ہو جائے گا تو اب تو سب اچھا ہی ہو گا نا۔"یکدم ہی احمر کے کہے گئے الفاظ ایک ساتھ تینوں کے ذہنوں کے پردوں پر لہرائے اور ساتھیوں سے بچھڑنے کا دکھ عود کر آیا۔دل جلا تو آنکھیں لہو برسانے لگیں۔وہ تینوں اپنی نشستوں پر بیٹھے خاموش آنسو بہانے لگے۔

ہر ایک یہ واقعہ بھول سکتا تھا۔ہر شخص آگے بڑھ سکتا تھا مگر اس کمرے میں بیٹھے وہ تین نفوس جنھوں نے لڑکپن کے زمانے میں قدم رکھا تھا،اپنے بڑھاپے تک اس حادثے کو نہیں بھول سکتے تھے۔یہ قیامت صغری ان بالغ ہوتے ذہنوں پر نقش ہو گئی تھی۔ان ذہنوں سے اس کی یادیں مٹانا ناممکنات میں سے تھا۔

بھولنا تو ناممکن تھا مگر کیا ان نوجوانوں نے اس خونی واقعے سے کوئی عبرت حاصل کی تھی؟کوئی سبق لیا تھا؟کیا ان لوگوں نے سوچا تھا کہ آگے کس طرح سے ایسی چیزوں سے خود کو بچانا ہو گا؟کیا اس کی کوئی حکمت عملی بنائی تھی ان ذہنوں نے کہ جن کے دور میں ٹیکنالوجی اور کمپیوٹر نے زور پکڑا تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

یہ اس گیم سے تو بچ گئے تھے مگر اصل جیت اور نجات تو یہ ہو گی کہ آگے وہ اپنی نئ نسل کو اس طرح کی خرافات سے بچائیں کیونکہ یہ نسل وہ ہو گی کہ جب والدین کو ان تمام ٹیکنالوجیز اور کمپیوٹر کی پوری معلومات ازبر ہوں گی سو پچھلی نسل کے برعکس اس نسل کا اپنی آل اولاد کو بچا پانا آسان ہو گا کہ وہ تمام نقائص اور فوائد سے آشنا ہوں گے لیکن کیا یہ لوگ واقعی اس چیز سے عبرت پکڑ کر آگے مثبت فیصلے کریں گے یا پھر چند سال میں بھول بھال کر اپنے بچوں کو بھی ایسی چیزوں کی نذر کر دیں گے۔

یہ تمام راز تو اب وقت نے ہی کھولنے تھے۔ماضی میں سفر تو کیا جا سکتا تھا مگر کلی طور پر مستقبل میں سفر کرنا ناممکن تھا سو اب انتظار تھا،ان نوجوانوں کے بڑے ہونے اور والدین کے منصب پر فائز ہونے کا انتظار۔۔۔

❊❊❊

"جلد لوٹ آؤں گا۔اپنا اور اس نٹ کھٹ کا خیال رکھنا۔"سِنان نے اس کے ماتھے پر لب رکھے۔سامان سفر ایک سیاہ بیگ میں تیار رکھا تھا اور وہ خود بھی تیار تھا۔رات ہو چکی تھی اور سبھی لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں کو لوٹ چکے تھے۔وہ بھی اپنے ایک اہم کام کے سلسلے

میں جا رہا تھا اور اس وقت سبین سے الوداع لے رہا تھا۔وہ دونوں سبین کے کمرے میں ہی موجود تھے اور دروازہ مقفل تھا۔

"کام ضروری ہے کیا؟"وہ اداس ہوئی حالانکہ کراچی لوٹنے سے بھی پہلے سِنان نے اس بات سے آگاہ کر دیا تھا مگر وہ تیار نہیں ہوئی تھی۔تین ماہ سے وہ ساتھ تھے سو اب اس کی ذرا سے دوری بھی برداشت نہ ہو رہی تھی۔وہ بھی ایسے حال میں۔

"ضروری نہ ہوتا تو جاتا؟"سِنان نے اس کے ہاتھ تھام کر الٹا سوال داغا تو سبین نے نفی میں گردن ہلائی۔

"تو بس پھر۔۔۔دو دن کی بات ہے پھر لوٹ آؤں گا مگر تم نے اپنا بھرپور خیال رکھنا ہے۔"وہ اسے تاکید کرنے لگا۔

"مگر دو دن آپ کو دیکھے بنا کیسے رہوں گی؟"سبین نے اٹھلا کر منہ بسورا۔

"سکائپ پر بات کریں گے نا جان تو دیکھ لینا مجھے۔"اس نے حل پیش کیا اور سبین کو مصنوعی غصہ چڑھا۔اس کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ چھینے اور سینے پر باندھ کر رخ دائیں جانب پھیرا۔

"ایک تو ٹیکنالوجی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔اب تو انسان دور دور بیٹھے لوگوں سے نہ صرف بات کر سکتا ہے بلکہ انہیں لائیو دیکھ بھی سکتا ہے۔"وہ خفا ہوئی۔

"تو یہ تو اچھی بات ہے نا ورنہ ہم تو آپ کا حسین چہرہ نہ دیکھ پانے کے غم سے ہی مر جاتے۔"سِنان نے اس کے ہاتھ کھولے اور اپنے ہاتھ میں لے کر اسے خود سے نزدیک کیا۔

"بس بس۔۔۔زیادہ اوور ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"سبین نے اس کی پیش قدمی کو روکا۔

"اسے اوور ہونا نہیں رومینٹک ہونا کہتے ہیں خانم۔"وہ مسکرایا۔وہ بھی مسکرا دی۔

"اس مسکراہٹ پر سو جان سے فدا۔زمہ تا سرہ مینہ دہ۔۔"شاعرانہ انداز میں بات مکمل کر وہ سبین کو شرمانے پر مجبور کر گیا۔

"ہم بس اب ایسے ہی شرماتی گھبراتی میرا انتظار کرو۔اللہ کی امان میں رہو۔"پھر سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور سبین اس کے سینے سے لگ گئی۔

بڑی مشکل سے آنسو ضبط کر رہی تھی کہ وہ رخصت کے وقت پریشان نہ ہو اور یوں بھی اس کی دادی کہا کرتی تھیں کہ جانے والوں کو ہنس کر رخصت کیا کرو بیٹی تا کہ وہ مسکراتا ہوا چہرہ لے کر سفر پر نکلیں سو وہ حتی الامکان خود کو رونے سے روکے ہوئے تھی۔

وہ بانہوں میں سمائی تو سکون سا رگ و پے میں اتر گیا۔سِنان نے اس کا کندھا چوما اور اسے خود میں سمو لیا۔وہ دونوں ساتھ لگے رہے پھر آہستگی سے سبین الگ ہوئی اور بولی۔

"آپ کو دیر ہو جائے گی۔"پیار سے اسے دیکھا۔آنسو خشک ہو گئے تھے سو آنکھیں صاف تھیں مگر اس کی شرٹ گیلی تھی جو چغلی کھا رہی تھی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"آپ کی شرٹ گیلی ہو گئی۔سوری دوسری دے دیتی ہوں۔"وہ کچھ شرمندہ ہوئی اور الماری کی طرف بڑھنے لگی کہ سِنان نے ہاتھ تھام کر اسے اپنے سامنے کھڑا کیا۔

"اوں ہوں۔۔پریشان مت ہو۔یہی شرٹ ٹھیک ہے،اس میں تمہارے وجود کی خوشبو اور آنسوؤں کی شفافیت بس گئی ہے۔"وہ نرمی سے گویا ہوا اور باری باری اس کے دونوں گالوں پر لب رکھے۔اس کے لمس سے گال سرخ ہو گئے۔

وہ سیدھا ہوا اور ہنس پڑا پھر اپنی چمڑے کی جیکٹ کی زپ بند کر دی۔

"لو بس چھپ گئے تمہارے آنسو۔"اور سبین مطمئن ہو کر مسکرا دی اور وہ اسے دیکھے گیا کہ ابھی اتنی بھی دیر نہ ہو رہی تھی کہ اس دلکش نظارے سے خود کو محروم کرتا۔

***

سیاہ کمرے کو ماند کرتی سفید ملگجی روشنی محض ایک وجود پر پڑ رہی تھی۔وہ سیاہ لباس میں ملبوس تھا اور سامنے بیٹھے شخص کو بغور دیکھ رہا تھا۔اس کی آنکھیں سکڑی ہوئی تھیں اور سامنے موجود شخص کو دیکھنے کی کوشش میں تھیں۔یہ تو واضح تھا کہ کوئی سامنے بیٹھا ہے مگر

اس کے نین نقش یا تاثرات نمایاں نہ تھے۔وجہ روشنی کا وہاں تک نہ پہنچ پانا مگر آواز بنا روشنی کے بھی سفر کرنے پر قادر تھی سو سماعتوں تک پہنچ رہی تھی۔

"مجھے تم سے کچھ باتیں پوچھنی تھیں۔"اندھیرے میں بیٹھا وجود انگریزی میں بولا۔

"کیا پوچھنا ہے؟"وہ استہزایہ انداز میں ہنسا۔

"تم کون ہو اور تم نے یہ سب کیوں کیا؟"اندھیرے سے سوال آیا۔

"کیا کیا ہے میں نے؟"آڑھی مسکان چہرے پر سجا کر سوال کیا۔وہ بہت بے فکری سے باتیں کر رہا تھا۔

"معصوموں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے تم نے اور پوچھ رہے ہو کہ کیا کیا ہے!"سیاہی میں بیٹھا شخص اشتعال میں آیا تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔سب نے اپنی جانیں خود لی ہیں۔ان سب کو لگتا تھا کہ وہ زمین پر بوجھ ہیں،میں نے تو ان کی مدد کی ہے،اس ظالم دنیا سے ان کو نجات دلائی ہے۔"اب کی

بار اس کے لہجے میں اطمینان تھا اور چہرہ سکون کی حالت میں تھا جیسے واقعتاً اس نے کوئی نیکی کا کام کیا ہو۔

"تم نے ان سب کو خودکشی کرنے پر مجبور کیا ہے۔"وہ دانت چبا کر بولا۔

"نہیں میں نے نہیں کیا۔ان سب نے اپنی مرضی سے اپنی جانیں دی ہیں اور آگے بھی بہت سے لوگ تیار بیٹھے ہیں اپنی جانیں دینے کیلیے۔"چہرہ اب مکاری میں ڈھلا اور آنکھوں میں خباثت کی چمک ابھری۔

"اچھا اور اس سب میں تمہاری ذرا سی بھی کوئی غلطی نہیں،کوئی ہاتھ نہیں تمہارا؟"ایک اور سوال تھا۔

"نہیں اس سب میں میری کوئی غلطی نہیں،ہاں میرا ہاتھ ہے اس سب میں لیکن مجھے اس پر کوئی افسوس نہیں۔وہ روحیں جو میری وجہ سے اس دنیا کے جہنم سے آزاد ہو گئیں،آج جہاں بھی ہوں گی مجھے دعائیں دیتی ہوں گی۔"وہ وثوق سے کہہ رہا تھا گویا وہ روحیں اسے خود بتانے آئی ہوں۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"دعائیں نہیں بد دعائیں دیتی ہوں گی کیونکہ تمہاری اس مہربانی کی وجہ سے وہ جہنم کا ایندھن بن گئی ہیں۔"اندھیرے میں بھی اعتماد تھا۔

"اچھا اور تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے؟ان روحوں نے بتایا تمہیں؟"اس سیاہ پوش کے سوال میں طنز تھا۔مسکراہٹ لبوں سے چپک گئی تھی۔

"ایسے تو تمہیں بھی نہیں بتایا کسی نے لیکن یہ میرا ایمان ہے کہ وہ جہنم ہی واصل ہوں گے۔بزدل لوگوں کے ساتھ ویسے بھی یہی ہونا چاہیے۔"اندھیرے میں وثوق تھا۔

"انہوں نے اپنی جانیں لے لیں تو وہ بزدل کیسے؟اپنی جان لینے کیلیے بڑا حوصلہ چاہیے ہوتا ہے۔"وہ اس کی بات سے انکاری ہوا اور آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"نہیں ایسا بالکل نہیں ہے۔اپنی جان لینا کوئی بہادری کا کام نہیں ہے،یہ بزدلی ہے۔اصل بہادری تو یہ ہے کہ زندگی میں آئی مشکلوں کا سامنا کیا جائے اور ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا جائے۔زندگی میں چاہے کتنی ہی مشکلیں آئیں مگر موت کو گلے لگانا کوئی بہادری نہیں،زندگی جینا اصل جرات مندی ہے۔"اندھیرے میں بیٹھے شخص نے اچھی وضاحت دی تھی کہ اب

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

اس کے بعد کسی بات کی گنجائش نہ رہی تھی مگر سامنے بیٹھا سیاہ پوش آدمی ذرا بھی متاثر نہ ہوا تھا۔

اس نے دونوں ہاتھ باہم پیوست کر میز پر دھرے اور کچھ آگے کو ہوا۔

"مشکلیں؟تمہیں پتہ بھی ہے مشکلیں ہوتی کیا ہیں؟تم جیسے پازیٹیویٹ کی گردان کرنے والے لوگ بہت دیکھے ہیں میں نے۔بھرے پیٹ پر روٹی کی باتیں کرنا بہت آسان ہے ورنہ روٹی کی اصل قیمت صرف بھوکے کو پتہ ہوتی ہے۔"اب کی بار اس اندھیرے میں بیٹھے شخص کو اس سیاہ پوش کی ذہین آنکھوں میں کرب دِکھا تھا۔آنکھیں بھر آئی تھیں جنہیں اس نے بہنے سے روکا تھا۔

"میری ایک بات یاد رکھنا ولن کبھی بھی پیدا نہیں ہوتے،ہمیشہ معاشرہ ہی ولن بناتا ہے ورنہ کسی بھی انسان کو شوق نہیں ہوتا ولن بننے کا۔"وہ بڑے وثوق سے کہہ رہا تھا۔یہ بات اس کی زندگی کا حاصل تھی۔

"بھائی میرے،اگر ولن پیدا نہیں ہوتے تو ہیرو بھی پیدائشی نہیں ہوتے۔ہیرو بھی بنتے ہیں مگر میں تمہیں ایک پتے کی بات بتاؤں۔"اس نے بھی میز پر ہاتھ دھرے اور کچھ آگے کو سرکا۔اس کے ہاتھ بھی سیاہ آستینوں میں مقید تھے۔

دوسری سمت سے کوئی جواب نہ آیا تو اس اندھیرے میں قید شخص نے خود ہی بات کو بڑھایا۔

"انسان اس دنیا میں کورا پیدا ہوتا ہے۔والدین اور عزیز و اقارب اس پر تحریر لکھتے ہیں اور وہ ان کا اثر لیتے ہوئے بڑا ہوتا ہے مگر پھر یہ اس کی چوائس ہوتی ہے کہ وہ ہیرو بنے یا ولن۔میں مانتا ہوں کہ انسان کے ساتھ زندگی میں برا ہو تو وہ اس کا اثر لیتا ہے اور برا ہی بنتا ہے مگر کبھی کبھار کچھ خاص لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے ساتھ لاکھ برا ہو مگر وہ تب بھی اچھائی کا راستہ چنتے ہیں۔اگر ولن پیدا نہیں ہوتے تو ہیرو بھی پیدا نہیں ہوتے۔ولن کمزور ہوتے ہیں،معاشرے کا اثر قبول کرتے ہیں اور ہیرو معاشرے میں پلتے ضرور ہیں مگر اس کا اثر قبول نہیں کرتے۔وہ خود اپنی شخصیت بناتے ہیں کیونکہ ان میں اعتماد ہوتا ہے

اور سو کالڈ ولن احساسِ کمتری میں مبتلا ہو کر احساسِ برتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔"بظاہر اندھیرے میں کھویا شخص روشن ذہن کا مالک تھا۔

"مجھے تمہاری باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔میں جیسا ہوں ٹھیک ہوں،مجھے نہیں فرق پڑتا کہ لوگ مجھے ولن سمجھیں کہ ہیرو۔۔۔اور میں نے جو کیا ٹھیک کیا۔ہزار بار بھی مر کر پیدا ہو جاؤں تب بھی یہی کروں گا۔"مقابل کی بات درمیان میں کاٹ کر وہ سیاہ وجود درشتی سے گویا ہوا۔

اندھیرے میں گم ہوئے شخص نے اس کی بات پر گہری سانس بھری اور بات کا رخ موڑا۔

"خیر ہے تمہاری مرضی جو کرنا ہو کرو بس میں نے جو پوچھا ہے اس کا جواب دے دو۔میرے لیے اتنا ہی بہت ہے۔"اندھیرے میں بیٹھے شخص نے بات دہرائی۔

"کیوں دوں جواب؟مجھے نہیں دینا۔"اتنا کہہ کر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔وہ سامنے بیٹھے شخص کا ضبط آزما رہا تھا مگر مقابل کا ضبط کمال کا تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"تمہیں شرم نہیں آئی اتنے لوگوں کو اتنی تکلیف دیتے ہوئے۔انہیں اتنی اذیت سے مارتے ہوئے۔ان لوگوں نے تم پر بھروسہ کیا تھا جنہیں تم نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔"اندھیرے میں بیٹھے وجود کی بات پر وہ سیاہ وجود ڈھیلا پڑ گیا۔

وہ یہ کیا بول گیا تھا؟اس نے کب مارا ان لوگوں کو؟اس نے کب اذیت دی ان لوگوں کو؟اس نے تو انہیں نجات دی تھی پھر بھی سب اسے ہی مجرم سمجھ رہے تھے۔ان میں سے کوئی بھی اس کی جگہ نہیں تھا نا تبھی اس کا دکھ نہیں سمجھ سکتا تھا۔

وہ سب سوچ رہا تھا لیکن ایک بات پر بالکل دھیان نہیں تھا اس کا کہ سامنے بیٹھے شخص کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے جو لوگ مرے تھے وہ اس سے محبت کرتے تھے۔وہ اس پر غور نہیں کر سکا تھا۔

"میں نے نہیں مارا،سنا تم نے،میں نے کسی کو نہیں مارا۔وہ لوگ پیار کرتے تھے مجھ سے اسی لیے بچایا انہیں تم جیسے سفاک لوگوں سے۔۔۔"وہ دھاڑتے ہوئے رونے لگا۔آنسو آنکھ سے نکل کر ماسک بھگو رکے تھے۔نیلی آنکھیں سرخ ہونے لگی تھیں۔دکھ آنکھوں سے عیاں تھا۔

"کیسے اور کیوں کیا یہ سب؟"اندھیرے میں بیٹھے وجود نے پھر سے سوال کیا۔

"کیسے کیا۔۔۔"وہ کھوئے کھوئے لہجے میں جیسے خود سے یا خلا سے ہم کلام ہوا۔

"میں نے۔۔میں نے کیسے کیا۔۔؟یہ سب۔۔یہ سب مام نے اور لیو نے کیا۔۔۔"وہ اب کھو گیا تھا اور ماضی کے راز جو چھپے ہوئے تھے،آشکار ہونے لگے تھے۔اب افشا ہوا چاہتا تھا اورکا کا اصل راز۔۔۔

❊❊❊

بادل چھٹے تھے اور پھر سے نگاہوں میں آئی تھی رشیا کی وہی اونچی عمارت،وہی چاند اور وہی کمرے میں ہنستا،روتا وجود۔۔۔

ہنستے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کمرے میں رکھے کمپیوٹر کے سامنے آبیٹھا۔اس نے نئی نئی آئی ڈی بنائی تھی فیس بک پر اور ساتھ ہی "دی اورکا" نام سے ایک گروپ بنایا تھا۔زندگی کی الجھنوں اور کثافتوں میں یہ چند گھنٹے تھے رات کے جو اسے سکون میسر آتا تھا۔گروپ میں کل تینتیس لوگ شامل تھے جو اسی کی طرح اپنے گھر والوں یا قریبی

لوگوں کے ظلم و ستم کے ستائے ہوئے تھے اور یہاں آکر ایک دوسرے سے اپنا دل ہلکا کر لیا کرتے تھے۔یہ گروپ اس نے بنایا ہی ایسے لوگوں کیلیے تھا،اپنے جیسے لوگوں کیلیے۔

اب یہ اس کا وقت تھا،اس کا ذاتی وقت،اس کیلیے خوشی و مسرت کا وقت،رات کا وقت،وہ اندھیروں کا مسافر تھا جو اندھیروں میں ہی غرق رہتا تھا۔روشنی سے اسے کوئی غرض نہ تھی کیونکہ روشنی اسے حقیقت دکھاتی تھی جو اس کیلیے برداشت کے قابل نہ تھی جبکہ اندھیرا اسے وہ تصاویر اور مناظر دکھاتا تھا جو اسے لبھاتے تھے۔

"کیسے ہو سب لوگ اور آج کیا کیا ہوا؟"اس نے پوسٹ کی اور آرام دہ انداز میں بیٹھ کر کرسی پر جھولنے لگا۔

کچھ دیر گزری کہ لوگ جمع ہو کر حال احوال سنانے لگے۔

"ٹھیک ٹھاک تم سناؤ؟"

"ہاں ٹھیک۔۔۔"

"بس یار ویسے ہی تم کیسے ہو؟"

"دمتری تم بہت ہاٹ ہو یار۔۔۔"یہ تبصرہ لڑکی کی جانب سے تھا۔

یہ پڑھ کر اس کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ ابھری اور اس نے اس لڑکی کو جواباً شکریہ کہا۔یہ لوگ اسے عزیز تھے،بے حد عزیز۔۔۔وہ تینتیس اہم لوگ تھے اس کیلیے۔

وہ لوگ اس سے باتیں کرتے تھے،اس کے دکھ سکھ سنتے تھے،اس کی تعریفیں کرتے تھے اور تو اور اسے اپنے مسائل بتاتے تھے اور ان کا حل مانگتے تھے جیسے وہ کوئی بہت اہم شخصیت ہو۔اسے یہ محبت،یہ اپنا پن بہت اچھا لگتا تھا۔یہ وہ کمی تھی جو وہ اپنی زندگی میں ہمیشہ محسوس کیا کرتا تھا۔ایک تشنگی تھی اس کی زندگی میں جو ان لوگوں سے مل کر مٹ گئی تھی۔وہ سکرین کو بغور دیکھ رہا تھا۔وہاں ابھی بھی بہت اچھے تبصرے موصول ہو رہے تھے اور اس کی سکرین دھندلی ہو گئی۔

"اگر وہ سب اتنے ہی اچھے تھے تو انہیں مارا کیوں؟"حال میں لوٹا تو اندھیرے سے آواز گونجی۔مذاق اڑاتی آواز جو اس کے آنسوؤں اور محبت کا مذاق اڑا رہی تھی۔

"میں نے پہلے بھی کہا ہے اور اب بھی کہہ رہا ہوں کہ میں نے نہیں مارا ان میں سے کسی کو۔"وہ بھی سخت ہوا۔

"اچھا تو پھر وہ لوگ خود بہ خود مر گئے۔"اندھیرا پھر سے طنزیہ ہوا۔

"نہیں۔۔۔"ایک لفظ آیا دمتری کی جانب سے اور آواز میں صدیوں کی تھکن تھی۔

"وہ خود نہیں مرے،انہیں دنیا نے مار دیا۔تم لوگوں نے مار دیا۔سو کالڈ ہیروز نے مار دیا۔سب کو ہیرو چاہیے تو ولن کہاں جائیں"دمتری کی آواز میں طنز تھا۔

"میں نے ایک چیٹ گروپ بنایا تا کہ ہم سب زیادہ قریب آ سکیں۔ایک دوسرے کو اچھے سے جان سکیں۔"وہ پھر سے ماضی کے اوراق پلٹنے لگا۔

"میں نے ایک چیٹ گروپ بنایا ہے،کیا تم سب اس میں ایڈ ہونا چاہو گے؟"یہ دو تین راتوں بعد کا قصہ تھا۔

"ہاں۔۔۔"

"پلیززز۔۔۔"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔۔۔"

"ہاں یار جلدی۔۔۔"اس نے پوسٹ لگائی اور حسب توقع ہر ایک شخص کا کمنٹ ایک ایک کر موصول ہوا۔یوں وہ تینتیس افراد ایک میسنجر گروپ میں شامل ہو گئے۔

"وہاں ہم لوگ روز مرہ کی باتیں کیا کرتے تھے۔وہاں ہم سب نے ایک دوسرے کو اچھے سے جانا تھا۔"حال میں اس کی ٹوٹی آواز گونجی۔

"وہ سب اچھے لوگ تھے۔مجھ سے پیار کرتے تھے،میں بھی ان سے پیار کرتا تھا۔ہم ایک جیسے تھے۔۔۔سب کے سب لوزرز جنہیں سو کالڈ ونرز نے ریجیکٹ کر دیا تھا۔"ایک طنزیہ ہنسی اس کے لبوں پر آئی۔

"میں نے لوزرز کی دنیا بنائی تھی۔"وہ خلا میں دیکھتے ہوئے پھر سے ماضی کے مناظر میں کھونے لگا۔

"میں نے پیور سولز کے نام سے گروپ بنایا تھا اور وہاں معصوم روحوں کو اکھٹا کیا تھا۔وہ سب معصوم تھے۔"وہ پھر سے ماضی کے واقعات سنانے لگا اور اندھیرے میں بیٹھا وجود ہمہ تن گوش تھا۔

"اس گروپ میں کوئی رول نہیں ہے سوائے ایک کے کہ کوئی کسی سے نفرت نہیں کرے گا۔سب پیار سے رہیں گے۔"اس نے پیغام بھیجا،نفرت کی دنیا میں محبت کا پیغام۔

سب راضی بہ رضا اور یوں یہ گروپ ایک اصول کے تحت آگے بڑھا۔گروپ کے مالک اور وہاں کے لوگوں کی باتیں شروع ہوئیں۔

"آج میرے گھر والوں نے پھر میری انسلٹ کی۔جاب نہیں مل رہی تو میں کیا کروں؟کوشش کر تو رہا ہوں۔"ایک پیغام روتی ہوئی ایموجی کے ساتھ سکرین پر چمکا تو گروپ کا مالک افسردہ ہوا۔

"ارے جاب کا بھی کیا ہی فائدہ ہے یار؟میں جاب کرتا ہوں مگر سیلری کم ہے تو بیوی باتیں سناتی ہے۔"ایک اور دکھڑا،ایک اور داستان۔

"میری گرل فرینڈ نے تو بریک اپ ہی کر لیا ہے کیونکہ میری سیلری کم تھی۔"کسی نے دہائی دی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"لڑکیوں کی زندگی بھی کہاں آسان ہے۔ہر جگہ ہراس کیا جاتا ہے ہمیں۔دل خون کے آنسو روتا ہے۔"ایک لڑکی نے بھی اپنے دکھ بیان کیے۔

"میں تو اپنے قد کی وجہ سے بچپن سے بُلی ہوتا آیا ہوں۔اپنے ہی پیرنٹس انسلٹ کرتے ہیں سب کے سامنے۔"یہ پیغام دل کو لگا تھا۔اس کی بھی تو یہی کہانی تھی۔

بچپن سے ماں اور بھائی کے ہاتھوں ذلیل ہوتا آیا تھا اور نہ صرف ذلت بلکہ مار کٹائی بھی سہی تھی۔آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے اور وہ مار یاد آنے لگی۔وہ کرسی سے اٹھا اور بالکونی میں آکھڑا ہوا۔وہ سیاہ بنیان پہنے ہوئے تھا جس سبب اس کے کسرتی بازو نمایاں ہو رہے تھے اور ان پر جا بجا کٹس لگے ہوئے تھے۔یہ زخم کیسے لگے تھے اسے آخر؟

ہوائیں چل رہی تھیں اور اس کے اندر جلتی آگ کو بھڑکا رہی تھیں۔یہی آگ ماضی سے حال میں کھینچ کر لائی جہاں ایک آواز گونج رہی تھی۔

"جب تم نے اتنا اچھا گروپ بنایا تھا اور سب کو نفرت سے بچانا مقصد تھا تو پھر تم نے ان سب کو مارا کیوں؟"اندھیرے میں بیٹھے شخص کی آواز میں تعجب تھا۔

"میں نے انہیں نہیں مارا بلکہ انہیں وہاں پہنچایا ہے جہاں انہیں ابدی محبت ملے گی۔کری ایٹر کی محبت،اور کری ایٹر کی محبت کری ایچر کی محبت سے بہتر ہے۔"اس نے پر زور الفاظ میں نفی کی اور پھر سے ماضی میں جھانکا۔

اسی طرح سے زندگی گزر رہی تھی۔وہ راتوں کو جاگتا تھا اور دن میں سوتا تھا۔اسے روشنی سے خوف آنے لگا تھا۔روشنی اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشنے کی بجائے،چبھن دیتی تھی تبھی وہ اپنے کمرے کو گہری نیلی روشنی سے روشن رکھتا تھا کہ جس کے گہرے رنگ کے سبب وہ روشنی نہیں اندھیرا محسوس ہوتی تھی۔دن کے اوقات وہ سو کر گزارتا تھا تا کہ سورج کو دیکھنا ہی نہ پڑے۔

اس کے بھائی کا بھی وہی معمول تھا۔اچانک کسی بھی دن کسی بھی بات پر غصہ چڑھتا اور وہ اس کو بری طرح تشدد کا نشانہ بناتا پھر جب تھک جاتا تو اسے چھوڑ کر چلا جاتا۔اس کے جانے کے بعد وہ روتا پھر روتے ہوئے ہی ہنستا چلا جاتا۔دوسری جانب اس کی ماں تھی جو اب بوڑھی ہو گئی تھی سو کسی بھی معاملے میں دلچسپی نہ لیتی تھی اور یوں بھی اس کی ماں کے مطابق لیو ٹھیک اور وہ ہمیشہ سے غلط تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

وہ بھی ایسی ہی رات تھی کہ جب کمرہ نیلگوں اندھیرے میں ڈھلا ہوا تھا اور وہ بیڈ کے نزدیک لیٹا سسک رہا تھا۔کوئی بھی اس کی پکار سننے والا نہیں تھا سو وہ تنہا ہی ان حالات سے نمٹ رہا تھا۔اس کے وجود پر اپنے اشتعال کے نشانات چھوڑ کر اس کا بھائی ابھی ہی کمرے سے نکلا تھا۔وہ کچھ دیر رویا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔نیلگوں اندھیرے میں حرکت کرتے،اپنے کمپیوٹر کی میز کے قریب آکر رکا اور وہاں رکھے سپیکر کا بٹن دبایا۔ایک دھن پوری فضا میں گونجنے لگی اور وہ دونوں ہاتھوں کو سیدھ میں دائیں بائیں سمت لہراتے ہوئے چٹکیاں بجانے لگا۔اس اندھیرے میں بھی اس کے چہرے کا سکون اور اطمینان واضح دیکھا جا سکتا تھا۔وہ طمانیت جو یہ دھن سنتے ہوئے اس کے وجود پر طاری ہو رہی تھی اور اسے ہوش و خرد سے بیگانہ کر رہی تھی۔وہ خوش تھا،بے حد خوش۔۔۔

ماضی کا نیلگوں اندھیرا چھٹا اور اس نے خود کو روشنی میں پایا۔دل خراب سا ہوا مگر پھر بھی برداشت کر گیا۔

"اچھا تو یہ میوزک ایڈیکٹ ہے تبھی تو لائیو میں اور ٹاسک میں بھی میوزک سننے کی فرمائشیں تھیں۔"اندھیرے میں بیٹھے شخص کو گیم کے ٹاسک یاد آئے۔

"پھر آگے کیا ہوا؟؟"اندھیرے سے سوال آیا تو اس آدمی نے ایک نظر اس پر ڈالی اور سوچنے لگا۔سوچتے سوچتے پھر سے ماضی کے در وا ہونے لگے۔

"یار میں تو اس زندگی سے تنگ آگیا ہوں۔"رات کا وقت تھا اور وہ تنہا تھا۔کمپیوٹر کی سکرین روشن تھی اور اسی پر یہ پیغام آیا تھا۔اس کی نیلی آنکھیں چمکیں اور وہ مسکرایا پھر کی بورڈ پر انگلیاں متحرک ہوئیں۔

"کیوں کیا ہوا؟"اس نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں یار۔روز روز کی ذلت سے اچھا ہے بندہ مر جائے اور سکون پائے۔"دکھ کی عکاسی کرتے الفاظ پڑھ کر اسے تعجب ہوا تبھی کسی اور کا پیغام موصول ہوا۔اس نے بھی خیر خیریت دریافت کی تھی۔انگریزی میں لکھے جملے سکرین پر اوپر کی جانب سفر کر رہے تھے۔

"گرل فرینڈ سے لڑائی ہوگئی ہے۔وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔میں ٹوٹ گیا ہوں اور موت بھی نہیں آتی۔"اس نے غصے والی ایموجی کا سہارا لیا تا کہ جذبات اچھے سے بیان ہو سکیں۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"تو انتظار کرو۔"گروپ کے مالک یعنی دمتری کا جواب آیا۔

"کس کا؟؟؟"سوال کیا گیا۔

"موت کا۔"جواب حاضر۔

"نہیں ہو رہا۔"دکھ شدید۔

"تو پھر؟؟"سوال میں آگے کے منصوبے کی بابت پوچھا گیا تھا۔

"پتہ نہیں سمجھ نہیں آرہا کیا کروں؟"اس شخص کے لہجے میں کرب تھا۔

دمتری سوچ میں پڑ گیا۔کچھ دیر وہ آنکھیں چھوٹی کیے سکرین کو دیکھتا رہا،بغور بنا پلکیں جھپکے۔وہ سوچ رہا تھا،سکرین کے پار موجود شخص کی پریشانی کا حل۔سکرین پر باقی لوگوں کے پیغامات بھی آنے لگے تھے جو اسے حل پیش کر رہے تھے تو کوئی انتقام کیلیے اکسا رہا تھا مگر وہ شخص خود میں انتقام کا حوصلہ نہیں پاتا تھا۔سب بالکل ٹھیک چل رہا تھا کہ تبھی سکرین پر ایک پیغام ابھرا اور اس شخص کی نیلی آنکھیں چمکیں۔

"ہاں یہ حل اچھا ہے۔۔۔یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں۔۔۔"اسے اپنے لیے بھی یہ مشورہ اچھا لگا۔پیغام میں لکھا تھا۔

"تم سوسائیڈ کر لو،ساری بات ہی ختم ہو جائے گی اور جب تم مر جاؤ گے تو تمہاری گرل فرینڈ کو بھی احساس ہو گا۔"اس بات پر اس نے بھی کی بورڈ پر انگلیاں چلانا شروع کیں تبھی اس دکھی شخص کا پیغام آیا۔

"لیکن یار سوسائیڈ کرنا آسان کام تھوڑی ہے،ہمت چاہیے اپنی زندگی اپنے ہاتھوں سے ختم کرنے کیلیے۔میں کئی مرتبہ یہ سوچ چکا ہوں اور کرنے کی کوشش بھی کر چکا ہوں مگر مجھ سے نہیں ہو پاتا۔ہر بار بزدلوں کی طرح ہار مان لیتا ہوں۔"اس نے مایوسی کے عالم میں اپنی شکست قبول کی۔دمتری نے لکھتے ہوئے اپنے الفاظ مٹائے اور پھر سوچوں میں ڈوبا۔باقی لوگوں کے جواب آنا شروع ہو گئے۔

"یہ بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو،اپنی جان لینا آسان نہیں ہوتا۔"

"میں بھی کوشش کر چکی ہوں مگر۔۔۔"

"میں تو خود سوچ رہا ہوں کہ پھانسی لگا لوں۔نہ زندگی ہو گی اور نہ ہی قرض داروں کا خوف۔۔۔"لوگوں کے ملے جلے تاثرات تھے۔وہ اپنے تجربات اور عزائم بیان کر رہے تھے۔اس بار زیادہ سوچنا نہیں پڑا، حل مل گیا تھا۔

"گائیز میرے پاس تم لوگوں کی پریشانی کا بہترین حل موجود ہے۔"سب کے آگے پیچھے جوش سے بھرے جملے سکرین پر چلنے لگے۔وہ مسکرایا۔

سبھی کو حل جاننا تھا اور اس کے پاس حل موجود تھا سو اس نے بتانا شروع کیا۔

"ہم لوگ ایک گیم کھیلیں گے۔۔۔"مسکراہٹ لبوں پر ٹھہری اور وہی مسکراہٹ ماضی سے حال میں بھی واضح ہوئی۔

"اچھا تو پھر تم نے یہ گیم بنایا؟"اندھیرے میں بیٹھے شخص نے سوال کیا۔

اس نے ایک نظر اندھیرے کی سمت ڈالی پھر ترچھی مسکان لبوں پر سجائی اور اپنا بایاں ہاتھ گردن کی بائیں سمت رکھ کر گردن کو دائیں بائیں گھما کر چٹخایا۔

اندھیرے میں بیٹھا شخص سب دیکھ پا رہا تھا کہ مقابل کی سمت روشن تھی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"میں نے گیم بنایا اور لوگوں نے اپنی مرضی اور خوشی سے کھیلنا شروع کیا۔میں خود بھی ان کے ساتھ کھیل رہا تھا۔مجھے بھی سوسائیڈ کرنی تھی۔"وہ روشنی میں بیٹھا وجود گویا ہوا۔

"پھر کی کیوں نہیں؟"اندھیرے میں گم شخص نے پتے کی بات پوچھی تھی کیونکہ وہ تو زندہ بیٹھا تھا جبکہ اسے تو دو ہزار تیرہ میں ہی مر جانا چاہیے تھا۔

"پتہ نہیں۔شاید میں بزدل تھا تبھی۔۔۔"وہ کھوئے ہوئے لہجے میں کرب سے گویا ہوا۔

"لیو اور مام صحیح کہتے تھے کہ میں لوزر ہوں۔۔گیم میں وہی جیتا جس نے سوسائیڈ کی،وہ سب جیت گئے مگر میں۔۔۔"وہ اٹکا۔آنسوؤں کا گولہ حلق میں پھنسا۔

"میں ہار گیا کیونکہ میں نے سوسائیڈ نہیں کی۔۔۔آئی ایم آ لوزر۔۔۔"حلق میں پھندا اتارا اور پھر ہنسنے لگا۔

اندھیرے میں بیٹھے شخص کو اس کا پل پل بدلتا رویہ مضطرب کر رہا تھا۔کچھ کچھ اندازہ بھی ہو رہا تھا کہ اس سب کے پیچھے عوامل کیا تھے۔

"پھر گیم شروع ہوا۔۔"اس نے ہنسی روکی اور سنجیدگی سے ماضی کی جانب چل دیا۔وہ اب ساری معلومات باآسانی دے رہا تھا۔شاید اسے کسی سننے والے کی ضرورت تھی جو اسے سنے،اس کی داستان حیات جانے اور اس پر ہوئے مظالم کو سمجھے۔

"کیسا گیم؟؟"تقریباً سبھی نے آگے پیچھے یہی پوچھا تھا۔دمتری مسکرایا پھر لکھنا شروع ہوا۔

"اس گیم میں ہم ٹاسک رکھیں گے جنہیں ایک ایک کر کے پورا کرتے ہوئے ہم گیم کے آخری ٹاسک تک پہنچیں گے اور آخری ٹاسک میں۔۔۔"اس نے سنسنی پھیلا کر بات ادھوری چھوڑی۔

"آخری ٹاسک میں کیا؟؟"

"کیا ہو گا آخر میں؟؟؟"

"کیا ہے آخری ٹاسک؟؟؟"

"بولو نا آخری ٹاسک کا؟؟؟"مضطرب سے لوگوں نے پیغامات کے انبار لگائے۔

اس نے جواب لکھنا شروع کیا۔

"آخری ٹاسک میں ہم کسی اونچی جگہ سے کود جائیں گے اور مر جائیں گے۔"جواب مکمل ہوا اور لوگوں کے مزید سوال آئے۔

"لیکن اس میں بھی تو ڈر لگے گا نا۔۔۔"

"اونچائی سے کودنا آسان کام ہے کیا؟؟؟"

"اگر آخری ٹاسک یہ ہے تو شروع کے ٹاسک کیا ہوں گے؟اور ان سب ٹاسک کا کیا مطلب؟؟انسان ویسے ہی سوسائیڈ کر لے۔۔۔"

"اس گیم کا مقصد موت کو آسان بنانا ہے اور خود کو موت کیلیے تیار کرنا ہے کیونکہ ایک دم سے جان لینے میں بہت سے لوگوں کو ڈر لگتا ہے تو اسی لیے پہلے خود کو چھوٹے چھوٹے زخم دیں گے، چھوٹی چھوٹی تکلیفیں دیں گے،اپنے آپ کو اس چیز کیلیے تیار کریں گے پھر جب دماغ اس چیز کو ایکسیپٹ کر لے گا تو جسم خود بخود موت کیلیے تیار ہو جائے گا۔ سمپل۔۔۔"اس نے تفصیل بتائی تاکہ سب لوگوں کو اچھے سے سمجھ آ سکے۔

اب خاموشی چھا گئی تھی کیونکہ لوگوں نے اپنی زندگیوں کا فیصلہ کرنے سے پہلے سوچنے کی مہلت چاہی تھی۔

"پھر کیا ہوا؟وہ لوگ یقیناً مان گئے تھے،ہے نا؟"اندھیرے میں بیٹھے آدمی نے ماضی کی وادیوں سے کھینچا سو وہ حال میں لوٹا۔

"ہاں۔۔بتایا تو کہ وہ سب جیت گئے اور بس میں ہار گیا۔وہ لوگ اگلے ہی دن مان گئے تھے اور میں نے گیم کے ٹاسک بھی بتا دیے تھے۔"وہ بھی اسے جواب دینے لگا۔ماضی دھندلا گیا۔

"وہی بیس ٹاسک جو لنک کے ذریعے سب تک پہنچتے تھے؟"اندھیرے سے ایک اور سوال آیا۔

"نہیں پہلے یہ ایسا نہیں تھا۔پہلے میں روز کی بنیاد پر ایک ٹاسک دیا کرتا تھا۔بلیڈ سے کاٹنا،اپنے آپ کو بیمار کرنا،خود کو سوئیاں چبھونا،الغرض کسی بھی طرح خود کو اذیت دینا۔اتنی اذیت دینا کہ وہ تکلیف آپ کو سرور دینے لگے۔"اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اچھا پھر وہ سائیکاڈیلیک اور ہارر ویڈیوز اور وہ میوزک،وہ چیزیں کیسے ایڈ ہوئیں ٹاسک میں؟"اندھیرے کی سمت سے تشویش تھی گو کہ وہ انجان نہیں تھا ان باتوں سے مگر پھر بھی بنانے والے کے منہ سے تخلیق کی تعریف سننے کا الگ ہی تجربہ تھا۔

"دماغ کی وجہ سے۔۔۔ایسی ویڈیوز اور میوزک انسان کی سائیکی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔یہ انسان کے جوش کو ابھارتے ہیں پھر اسے سکون کی کیفیت میں لے جاتے ہیں۔یہ ایک نشے کی طرح اثر دکھاتے ہیں۔جب انسان کو ان چیزوں کی ایڈکشن ہو جاتی ہے تو پھر وہ دن رات بنا رکے ان چیزوں کو دیکھتا اور سنتا رہتا ہے۔اس سے رہا نہیں جاتا ان چیزوں سے دور۔۔بس یہی لت لگانی تھی میں نے کیونکہ جب یہ لت لگ جائے تو انسان دنیا سے کٹ کر بس انہی میوزک اور ویڈیوز کا ہو کر رہ جاتا ہے پھر آس پاس کا کوئی ہوش نہیں رہتا،وہ کسی سے بات چیت نہیں کرتا،کسی کی فکر نہیں کرتا،بس سکرین میں غرق رہتا ہے۔"وہ سیاہ وجود سفاکیت سے جواب دے رہا تھا اور جو وہ کہہ رہا تھا،وہ ہر بات سچ تھی۔

"جبھی اس گیم کے آخر میں بس یہی کرنا ہوتا تھا کہ ویڈیو دیکھو،میوزک سنو اور اپنی باڈی پر کٹس لگاؤ۔آخر کی دس راتیں اسی میں گزارنی ہوتی تھیں۔یوں پھر آخر میں کود جانا ہوتا تھا۔"اس نے مزید انکشاف کیا۔

"لیکن تم نے گیم کیلیے رات کا وقت ہی کیوں چنا؟"اندھیرے میں بیٹھے شخص کو تجسس ہوا۔

"کیونکہ رات میں خاموشی اور سکون ہوتا ہے۔"دمتری نے بڑے جذب سے جواب دیا۔

"خاموشی اور سکون نہیں،اصل میں رات کے تیسرے پہر میں عجب سی ہیبت ہوتی ہے۔اس وقت منفی رجحانات بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔یہ شر کے غالب ہونے کا وقت ہوتا ہے سو جو لوگ خواہ مخواہ میں اس وقت تک جاگتے ہیں ان پر شر غالب آتا ہے اور وہ اس شر کے اثر کو جلدی قبول کر لیتے ہیں تبھی رات کے اندھیرے میں یہ کام زیادہ آسان ثابت ہوتا ہے بانسبت دن کے کہ اس میں روشنی ہوتی ہے اور خیر کا غلبہ ہوتا ہے۔"اندھیرے میں بیٹھے وجود نے اپنی وضاحت پیش کی جس پر اس شخص نے سر جھٹک دیا گویا کوئی دلچسپی نہ ہو اس کی باتوں میں۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"اور یہ اورکا کا کیا چکر ہے؟اورکا کو ہی کیوں بنانا تھا اور آخر تک اورکا پوری کرنی تھی اینڈ آل دیٹ۔اس کی کیا وجہ تھی؟"اندھیرے نے بھی بات کا رخ موڑ دیا۔

"اورکا۔۔۔"وہ اپنے بچپن میں چلا گیا تھا۔

"اس جھیل پر جا کر بیٹھنے اور سوگ منانے کا کیا مقصد ہے؟"

"مجھے ایک بات بتاؤ بریس،یہ تم ایک بار ہی میں میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے،ہاں؟"

"کیا جواب دوں؟"

"یہی کہ تم جھیل پر جا کر سوگ کیوں مناتے ہو؟"

"میری اورکا مر گئی۔"تلخ یاد ذہن میں آئی اور تلخ سی مسکان ہونٹوں پر۔

"میری اورکا مر گئی تھی۔۔۔"اس نے سادہ سا جواب دیا۔

"مطلب؟؟؟"اندھیرے سے سوال آیا۔

"کچھ نہیں۔۔۔"اس نے معاملہ رفع دفع کیا پھر آگے بولا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"اورکا مچھلی مجھے پسند تھی ہمیشہ سے کیونکہ وہ خونی وہیل ہوتی ہے تو ایسا کھیل جس میں مرنا ہے ،اس میں اورکا کا ہونا کچھ ایسا غلط بھی نہیں تھا۔باقی شروع میں اس گیم کا کوئی نام نہیں تھا بس صرف اورکا بنانی تھی اور آخر تک اسے مکمل کرنا تھا۔اس کا نام اورکا بعد میں پڑا ہے۔"اس نے مزید معلومات فراہم کیں۔

وہ پھر سے ماضی کے سفر پر نکلا،وہ اندھیرے میں بیٹھا وجود بھی ہمراہ ہو لیا۔

"اب جبکہ تم سب لوگ گیم کھیلنے کیلیے تیار ہو تو پھر آج سے ہی گیم شروع کرتے ہیں۔کیا خیال ہے؟"دمتری نے گروپ میں پیغام بھیجا اور ان لوگوں کی حتمی رائے مانگی۔

"ہاں مگر کرنا کیا ہو گا؟"الفاظ کے کچھ رد و بدل کے ساتھ سب نے یہی سوال کیا تھا۔

"آج رات چار بجے اندھیرے کمرے میں بیٹھ کر اپنے ہاتھ پر بلیڈ سے ایک کٹ لگاؤ اور پھر سب اپنی اپنی تصویریں گروپ میں شیئر کرو۔"گیم شروع ہوا۔یہ گیم کی پہلی شروعات تھی۔یہ تھا اس گیم کا پہلا ٹاسک،یہ تھی پہلی رات اور یہ تھے وہ ابتدائی دور کے افراد جنہیں اس گیم میں شامل کیا گیا تھا۔بنا کسی دھمکی کے وہ لوگ راضی خوشی شامل ہوئے تھے اس گیم میں۔

"اوہ پھر کیا ہوا؟"اب اندھیرے میں بیٹھے شخص کا جوش بڑھا۔ماضی میں کھویا وجود بھی آواز سن حال میں لوٹا۔

"پھر گیم شروع ہوا۔سب نے کٹس لگائے اور تصویریں بھیجیں۔ساتھ اپنی تکلیف کا بھی بتایا جو انہیں کٹ لگاتے وقت ہوئی تھی۔"وہ پھر ماضی کا ریچہ کھول گیا۔

"شروع شروع میں درد ہو گا مگر ایک وقت آئے گا جب یہ تکلیف ختم ہو جائے گی۔"دمتری نے ایک جملے میں سب کی تکلیف کو ایک طرف کیا اور پھر سے انہیں کٹ لگانے کا حکم دیا مگر اب دوسری کسی جگہ پر۔ساتھ تصویر بھیجنے کی تاکید بھی کی گئی تھی۔

یوں یہ گیم چل نکلا۔وہ لوگ اس کا حکم سنتے اور اس پر عمل کر کے تصویر بھیجتے۔سب بظاہر ٹھیک چل رہا تھا۔دمتری کو اس سب سے لطف مل رہا تھا۔ان لوگوں کے زخموں کے نشان اور سوئیوں سے کیے گئے سوراخ اس کے دل کو سکون بخش رہے تھے۔وہ گھنٹوں بیٹھ کر ان تصویروں کو دیکھتا تھا اور خوش ہوتا تھا۔

دن رات اسی معمول میں گزر رہے تھے۔سب اس کی منشاء کے مطابق چل رہا تھا اور وہ ان سب کو اذیت کی انتہاؤں کو پہنچانے میں کوشاں تھا کہ تبھی ایک رات اس کے دماغ

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

میں خناس جاگا۔وہ اتنے میں کیوں مطمئن ہو؟کچھ اور بھی ہونا چاہیے نا جو اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہو۔

اس رات وہ کمپیوٹر کے آگے بیٹھا ایک ہارر مووی دیکھ رہا تھا۔اسے جن،بھوت،پریت،عفریت،ان سب سے ڈر نہیں لگتا تھا،اسے انسانوں سے خوف آتا تھا۔اور انسانوں کا خوف زیادہ زور آور ہوتا ہے۔

ابھی کچھ دیر قبل ہی اس کا بھائی ٹیسٹ میں فیل آنے پر اسے پیٹ کر گیا تھا۔اس نے حسبِ معمول خاموشی سے عتاب سہا تھا،بنا اسے روکے پھر جب وہ خود ہی ہانپنے لگا تھا سو اسے ٹھوکر مار کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد وہ کچھ دیر رویا پھر اپنے آنسو پونچھ کر کمپیوٹر کے سامنے آ بیٹھا کہ یہی ایک واحد شے تھی جو اسے ایک الگ ہی دنیا کے سفر پر لے جاتی تھی جہاں وہ لوگوں میں مقبول تھا،جہاں سب اس سے پیار کرتے تھے اور اسے سکندر مانتے تھے،مقدر کا سکندر۔جہاں وہ ان سب کے درمیان گویا راجا اندر تھا۔وہ وہاں جیتا ہوا شخص تھا،وہاں اس کی شکست سے سب ناواقف تھے۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"کیا ہی اچھی دنیا ہے یہ فیس بک بھی جہاں کوئی کسی کی رئیل آئیڈینٹٹی سے واقف نہیں تبھی تو یہاں میں ونر ہوں،لوزر نہیں۔۔۔"خوشی سی خوشی تھی۔

فی الحال تو وہ فیس بک کی بجائے یوٹیوب کھولے بیٹھا تھا اور ڈراؤنے مناظر سے لطف اٹھا رہا تھا۔وہ یک ٹک ان مناظر کو دیکھ رہا تھا کہ تبھی اس کے دماغ میں مزید شیطانی خیالات ابھرے۔

"اب سے گیم میں اور بھی چیزیں ایڈ ہوں گی اور میری پیاری اورکا بھی۔۔۔"خباثت چہرے پر چھا گئی۔

"پھر تم نے کیا کیا؟"اندھیرے کی آواز ہمیشہ حال میں لے آتی تھی سو وہ آدمی پھر سے ماضی سے واپس آیا۔

"پھر میں نے گیم میں ویڈیوز اور میوزک ایڈ کر دیا تا کہ یہ سن کر لوگوں کا دماغ اور زیادہ تکلیف میں جائے۔"وہ ہنسا،شیطانی ہنسی۔

اندھیرے میں بیٹھے وجود کو یقین ہو چلا تھا کہ وہ کوئی عام آدمی نہیں تھا بلکہ نفسیاتی تھا۔

"اور اورکا؟؟؟"اندھیرے میں بیٹھے آدمی کا ذہن اسی پر اٹکا ہوا تھا۔

"اورکا بنانی تھی۔جو بھی گیم کھیلے گا اسے بلیڈ سے اورکا بنانی ہو گی مگر مرحلہ وار، تھوڑی تھوڑی پھر اخر تک پوری کر کے سوسائیڈ۔۔۔"بات کو ادھورا چھوڑ دمتری زور سے ہنسا۔جناتی قہقہہ بند کمرے میں گونجا۔

"ایک رات کا قصہ سناتا ہوں تمہیں پھر تم سب جان جاؤ گے میرے بارے میں۔۔۔میں نے تمہیں گیم کے بارے میں بتا دیا،اب تم میرے بارے میں جان لو پھر بتانا کہ کیا جو میں نے کیا وہ غلط تھا؟؟؟"اس نے سادہ سے انداز میں بنا کسی تاثر کے بات کہی مگر بات میں یقین تھا کہ جیسے آخر میں مقابل بیٹھا شخص قائل ہو جائے گا۔

"ضرور۔۔۔لیکن اس سے پہلے یہ بتاؤ کہ گیم میں کتنے ٹاسک تھے اور کیا کیا؟؟لائن سے بتاؤ۔"اندھیرے میں بیٹھے شخص نے بات کا رخ اس سوال کی جانب موڑا جو دل میں کھلبلا رہا تھا اور ابھی تک پردے میں تھا۔

"گیم کے کوئی باقاعدہ ٹاسک نہیں تھے بس یہی چند ایک چیزیں کرنی تھیں جو تکلیف دے سکیں جیسے بلیڈ سے کٹ مارنا،سوئیاں چبھانا،خود کو بیمار کرنا،الغرض کیسے بھی تکلیف دینا اپنی

ذات کو پھر میں نے اس میں ویڈیوز اور میوزک کا اضافہ کیا تاکہ دماغ پر قابض ہو سکے گیم اور پھر اورکا کا اضافہ تاکہ لوگوں میں جوش پیدا ہو اسے کمپلیٹ کرنے کا اور ہر وقت اپنی موت یاد رہے۔باقی ایک دو لوگ جو بہت زیادہ گھبرا رہے تھے انہیں یہ بھی کہا تھا کہ کسی اونچی جگہ پر جا کر کھڑے ہوں تا کہ ہائیٹ فوبیا نکلے اور آپ آرام سے کود سکیں اونچائی سے۔"خاصی تفصیل بتائی وہ بھی بنا کسی مشقت کے۔

"اور کال اور ویڈیو کال کا کیا چکر تھا؟"اندھیرے میں بیٹھے شخص کا دماغ ہر پہلو پر لگا تھا۔

"وہ ویسے ہی گیم کا حصہ تھا۔میں میسیجز،کال اور ویڈیو کال کے ذریعے ان لوگوں سے کانٹیکٹ میں رہتا ہی تھا اور ان کے مائنڈ کو پریپیئر کرتا تھا سوسائیڈ کیلیے۔"اس نے اس بات کا بھی خلاصہ کیا۔

"مطلب کوئی پراپر ٹاسک نہیں رکھے تھے؟"ایک اور سوال اندھیرے کی سمت سے۔

"نہیں یہ ٹاسک تو آگے بڑھتے بڑھتے لوگوں نے بنائے اور ان کی تعداد بھی بنا لی۔ساتھ ہی ان کو مزید بڑھا لیا۔کسی نے بیس تو کسی نے تیس۔۔۔سب نے اپنی مرضی کے مطابق آگے بڑھایا۔یہ گیم پہلے صرف اس گروپ میں تھا پھر رشیا میں پھیلا اور پھر دنیا میں۔مجھے

نہیں لگتا تھا کہ یہ اتنا زیادہ وائرل ہو جائے گا گیم مگر جب آگے بڑھا تو مجھے خوشی ہوئی۔لوگوں کی فیس بک پروفائلز پر کٹس،بلڈ،اور کا اور ایسے زخمی لوگ دیکھ کر سکون ملتا تھا۔"اس نے ہر ایک بات کی تفصیل بتا دی تھی۔غالباً اندھیرے میں بیٹھے شخص کی بھی تشفی ہو گئی تھی تبھی وہ خاموش تھا۔

"وہ لنکس جو لوگوں تک پہنچتے تھے،تم نے بنائے تھے؟"ایک اور سوال یاد آیا تو اندھیرے میں ہلچل ہوئی۔

"ہاں۔۔میں نے ہی بنائے تھے اور پہنچاتا میں بھی تھا اور دوسرے لوگ بھی۔جو بھی چاہتا آگے بھیج دیتا۔اس کے علاوہ ویڈیو کال پر بات بھی میں ہی کرتا تھا کبھی کبھار لیکن ہر ایک سے نہیں کیونکہ یہ گیم بہت پھیل گیا تھا تو مجھے کچھ پتہ ہی نہیں تھا کہ کون کون گیم میں ہے۔میں تو اس دوران بس اپنی سرگرمیوں میں مصروف رہتا تھا کیونکہ گروپ بھی بند ہو گیا تھا تو کرنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔"اس شخص کے پاس ہر بات کا تفصیلی جواب تھا اور اس کے جوابات سارے راز کھول رہے تھے۔

"اب میں بتاؤں؟"سیاہ رنگ میں ملبوس شخص نے اب اپنی بات کرنے کی اجازت چاہی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"ہاں۔۔۔"اندھیرے سے آوز آئی اور وہ آدمی اندھیرے میں گم وجود کو لیے ماضی میں چل دیا۔

اندھیری رات تھی اور وہ حسبِ معمول جاگ رہا تھا۔کمرہ اسی مخصوص نیلگوں رنگ میں ڈھلا تھا اور وہ وجود زمین پر پڑا اسی رنگ کا ایک حصہ معلوم ہو رہا تھا۔وہ سسک رہا تھا۔اس اندھیرے میں اس کی سسکیاں سناٹے کو توڑ رہی تھیں۔رات پر سکوت چھایا تھا اور اس شخص پر جمود۔

دور کہیں سے کتوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔وہ ان آوازوں پر غور کر رہا تھا۔یہ آوازیں اسے اپنی سی لگتی تھیں کیونکہ وہ اندھیرے کا باسی تھا،روشنی سے اس کا کوئی ناطہ نہیں تھا تبھی یہ رات،سناٹا اور اسے چیرتی کتوں کی آوازیں اسے کھینچتی تھیں۔اندھیرا اسے اپنی سمت بلاتا تھا اور وہ اس میں کشش محسوس کرتا تھا۔اس وقت بھی اندھیرا تھا اور وہ سسکنے کے باوجود مطمئن تھا۔کتوں کے رونے کی آوازیں سماعتوں کیلیے نعمت تھیں۔وہ آنکھیں موندے ان آوازوں سے سرور لینے لگا۔اب سسکیاں کم ہو گئی تھیں۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"یہ کتے بھی میرے ساتھ سوگ منا رہے ہیں۔"اس نے مسکراتے ہوئے سوچا۔کرب سی مسکان تھی۔

"ڈیڈ۔۔۔"درد بھری آواز میں یونہی آنکھیں بند کیے،اس نے پکارا۔

"ڈیڈ یہ کتے بھی رو رہے ہیں آپ کیلیے۔"وہ عجیب سی باتیں کر رہا تھا۔غالباً وہ کسی صدمے کے زیرِ اثر تھا۔

"ڈیڈ میں نے آپ کو نہیں مارا۔آپ لیو کو بتاتے کیوں نہیں؟کہیں آپ کو بھی تو یہ نہیں لگتا کہ میں نے آپ کو مارا ہے؟"وہ سسکتے ہوئے سوال کر رہا تھا مگر کس سے؟وہاں نیلگوں اندھیرے میں تو کوئی موجود ہی نہ تھا۔

یکایک اس نے آنکھیں کھولیں اور پھر اپنے بالکل سامنے بیٹھے شخص کو دیکھ مسکرایا۔وہ شخص شفقت سے اسے دیکھ رہا تھا۔اس کا دل پسیج گیا۔

"ڈیڈ آپ کو بھی لگتا ہے کہ میں نے آپ کو مارا ہے؟"سوال کیا گیا۔

"نہیں میرے بیٹے مجھے ایسا بالکل نہیں لگتا۔"شفیق سی آواز اس مقابل کے حلق سے برآمد ہوئی۔

"پھر آپ لیو کو کیوں نہیں بتا دیتے یہ بات؟"اس لڑکے نے خفگی سے پوچھا۔

"میں نہیں بتا سکتا میرے بیٹے۔"سامنے بیٹھے شخص نے پیار سے اسے دیکھا۔ان کی آنکھوں میں بھی کرب تھا۔بالکل ویسا ہی جو اس کی اپنی آنکھوں میں تھا۔

اس نے پھر آنکھیں موند لیں اور وہ شفیق وجود نیلگوں اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

بند آنکھوں کے پیچھے الگ ہی مناظر تھے جو اس جگہ سے یکسر مختلف تھے۔کھلی آنکھوں میں اندھیری رات تھی جبکہ بند آنکھوں میں روشن دن سمایا تھا۔

"یہ میری سائیکل ہے مجھے دو۔"لیو نے ایک جھٹکے سے اسے سیٹ سے گرایا۔وہ زمیں بوس ہو گیا مگر ہمت کر کے اٹھا۔

"نہیں۔۔یہ میری سائیکل ہے۔ڈیڈ یہ میرے لیے لائے ہیں،تمہاری سائیکل دوسری ہے۔"اس روسی بچے نے ہمت کر کے پہلی مرتبہ اپنے حق کیلیے آواز اٹھائی۔وہ اب اپنے

ڈیڈ کے پاس تھا،وہ اسے بچا سکتے تھے اور یہ اعتماد بھی انہی کا دیا ہوا تھا تبھی تو وہ اپنے بڑے بھائی سے بھڑ گیا تھا۔

"نہیں میں نہیں ہٹوں گا۔"وہ ہٹ دھرمی دکھانے لگا۔

بریس کو یکدم غصہ چڑھا اور اس نے اپنے بڑے بھائی کو طاقت لگا کر نیچے گرا دیا چونکہ وہ مضبوطی سے نہیں بیٹھا تھا تبھی باآسانی گر پڑا۔وہ نیچے گرا تو بریس نے سائیکل کی سیٹ سنبھالی اور آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگا مگر لیو نے اس کی کوشش ناکام بنائی اور اسے پکڑ کر سائیکل سے اٹھایا۔

"چھوڑو مجھے۔"بریس چلایا تو لیو نے اس کے چہرے پر تھپڑ مارا اور عادت کے مطابق وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

یہ ساری کارروائی گھر کے اندر نہیں بلکہ گھر کے باہر موجود سڑک پر جاری تھی۔وہ دونوں باہر آئے تھے اور اپنے والد کے ہمراہ پارک جا رہے تھے،سائیکل چلانے کیلیے۔دونوں کے پاس اپنی اپنی سائیکل تھی مگر لیو نے عادتاً بریس سے اس کی چیز چھیننی چاہی تھی تبھی ان

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا تھا۔ابھی ان کے والد وہاں موجود نہیں تھے سو وہ لوگ منتظر تھے اور اس وقت لڑ رہے تھے۔

"تم مجھے میری سائیکل نہیں دو گے؟"لیو نے دھمکی بھرا سوال کیا۔

"نہیں۔۔۔"بریس نے سائیکل پر ہاتھ جمایا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔"لیو نے شیطانی مسکان اس کی جانب اچھالی پھر اس کے ہاتھ پر جوتا مارا۔وہ کراہا اور سائیکل ہاتھ سے چھوٹی بس پھر لیو نے وہ سائیکل کو ایک دھکا لگایا اور یوں وہ سائیکل سڑک پر چلنے لگی۔یہ دیکھ بریس کی آنکھیں پھٹیں۔وہ اپنی سائیکل کو یوں جاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا سو اس نے سڑک کا دھیان کیے بنا،قدم آگے کی سمت بڑھائے اور سائیکل کا تعقب کرنے لگا۔

اسی وقت اس کے والد سامنے سے چلتے ہوئے آ رہے تھے۔انہوں نے پارکنگ سے کار لانی تھی جو دوسری جانب تھی مگر کچھ یاد آنے پر وہ دوبارہ گھر کی سمت آ رہے تھے کہ تبھی نظر بریس پر پڑی جو سڑک پر بھاگ رہا تھا۔انہوں نے دونوں سمت نگاہیں دوڑائیں،دائیں سمت سے دور سے ایک تیز رفتار گاڑی آتی دکھائی دی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

دوسری جانب کھڑا لیو خوشی سے بریس کو آگے بڑھتا دیکھ رہا تھا جبکہ اس کے والد نے ایک دو آواز لگا کر اسے روکنا چاہا مگر وہ روتا ہوا،چوڑی سڑک پر آگے بڑھے جا رہا تھا۔

انہوں نے آواز دینے کا ارادہ ترک کیا اور اس کی سمت میں دوڑے۔گاڑی تیزی سے اس سمت میں بڑھ رہی تھی۔

"بریس۔۔۔"اس کے والد نے ایک آواز لگائی،ساتھ اس کی سمت دوڑے اور اس کے نزدیک پہنچ کر اسے دوسری جانب دھکیلا۔

وہ ایک جھٹکے سے سڑک کنارے گرا،اس کے سر پر چوٹ لگی اور خون بہنے لگا جبکہ سڑک پر اس کا باپ سنبھل نہ سکا اور اس تیز رفتار گاڑی کی زد میں آیا۔

بریس اب اٹھ چکا تھا اور وہ منظر اس نے،اس کے بھائی نے اور گھر سے باہر نکلتی ہوئی اس کی ماں نے ایک ساتھ دیکھا تھا۔

گاڑی انہیں روندتی ہوئی آگے نکل کر ایک درخت سے ٹکرا گئی۔ان کا جسم سرخ رنگ میں رنگنے لگا اور سڑک تیزی سے رنگین ہونے لگی۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"ڈیڈ۔۔۔"وہ یکدم چیخا مگر وہ مہربان شخص کہیں نظر نہ آیا جو اس حادثے میں اس کی ڈھال بن گیا تھا۔۔

زندگی تو اس حادثے سے پہلے بھی کوئی خوشگوار نہ تھی مگر اس حادثے کے بعد اس کے القابات میں ایک اضافہ ہو گیا تھا۔وہ اب قاتل بھی تھا،اپنے باپ کا قاتل۔۔۔

"ڈیڈی آپ سب کو بتائیں نا کہ سائیکل لیو نے چھینکی تھی۔میں تو اسے لینے گیا تھا۔آئی ایم سوری ڈیڈ۔۔آئی ایم سوری۔۔۔۔"اب سسکیاں بلند تھیں کہ گونج رہی تھیں۔رات کی تاریکی میں کتوں کے رونے میں شدت آئی تھی۔

وہ یونہی سسکتے ہوئے اٹھا اور ساتھ لگی دراز کھولی پھر اس میں کچھ تلاش کرنے لگا۔آنکھوں میں چمک ابھری،شاید تلاش ختم ہوئی۔اس نے دراز سے مطلوبہ شے نکالی۔وہ ایک بلیڈ تھا،تیز دھار بلیڈ۔

وہ بلیڈ اس نے اپنے بازو پر رکھا اور ایک زور دار کٹ لگایا۔خون کا فوارہ اچھلا اور چھینٹیں اس کے ہاتھ اور چہرے پر اڑیں،ساتھ ہی اس کٹ سے خون بہنے لگا۔

"آہ۔۔۔"وہ کراہا پھر ہنسنے لگا۔زور زور سے ہنسنے لگا مگر اس ہنسی میں بھی کرب تھا۔

ہونٹوں سے پھوٹتی ہنسی،نیلی آنکھوں سے بہتے آنسو اور بازو سے بہتا خون۔۔۔نیلگوں اندھیرے میں قہر تھا۔

کہانی ختم ہوئی اور وہ حال میں لوٹا مگر گنگ تھا۔آنسو البتہ ابھی بھی سیدھ میں بہہ رہے تھے۔اندھیرے میں بیٹھے وجود کو ہمدردی سی محسوس ہوئی اس شخص سے کہ جسے اس کے گھر والوں نے کیا سے کیا بنا دیا تھا۔

"مجھے دکھ ہے تمہارے لیے مگر میں پھر بھی یہی کہوں گا کہ تم نے غلط کیا۔"اندھیرے میں بیٹھا وجود پھر بھی متاثر نہیں تھا ہاں متاثر ہوا تھا۔

اس سیاہ پوش نے کچھ نہ کہا بس چپ چاپ آنسو بہائے گیا۔بنا کوئی تاثر ظاہر کیے۔

"تمہارے ساتھ تمہاری ماں اور تمہارے بھائی نے برا کیا تھا،اگر تمہیں انتقام لینا تھا تو ان سے لیتے مگر تم نے معصوم لوگوں سے انتقام لیا جو تمہارے آگے بےبس تھے اور کمزور تھے۔"اندھیرے میں بیٹھے شخص کو سفاکیت کی حد تک سچ بولنے کی بیماری تھی۔

"ہاں کیونکہ میری ماں اور بھائی مجھ سے زیادہ طاقتور تھے تبھی میں ان کے آگے بے بس تھا اور یہی دنیا کا دستور ہے کہ اپنے سے کمزور کو دباؤ۔اگر میں نے یہ کیا تو کیا غلط کیا؟"دمتری اب مطمئن تھا اور آنسو پونچھ کر سیدھا ہو بیٹھا تھا۔

"اس سے تمہیں کیا ہی فائدہ ہوا؟کیا مل گیا یہ سب کر کے؟"اندھیرے سے مزید سوال آئے جن میں واضح تمسخر تھا۔

"فائدہ۔۔۔"وہ ٹھہرا اور خاموشی چھا گئی۔اس نے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی اور خاموشی کو طویل کیا۔

"ایک دن سب کو سمجھ آجائے گا کہ یہ سب اس طرح سے کیوں ہوا اور پھر تم سب سمجھ جاؤ گے کہ یہ سب اسی طرح ہونا تھا اور اس دن تمہاری عقلیں دنگ رہ جائیں گی۔"ملگجی سی روشنی میں بھاری مگر مضبوط اور کچھ تمسخر اڑاتی آواز گونجی۔آواز میں ٹھنڈک اور ایک یقین تھا کہ جیسے وہ جو کہہ رہا تھا،وہ پتھر کی لکیر ہو۔پراسرار الفاظ تھے اور لہجہ معنی خیز۔۔۔

اس نے جملہ مکمل کیا اور چپ ہو گیا۔اندھیرے سے کوئی جواب نہ آیا،نہ ہی کوئی حرکت ہوئی۔یوں بھی اندھیرے میں کچھ ہو تب بھی کہاں پتہ چلتا ہے۔۔۔اندھیرا تو وجود نگل لینے کی قدرت رکھتا ہے مگر اندھیرے میں ایک وجود تھا اور وہ ابھی ان جملوں پر غور کر رہا تھا۔

"میں نے صرف چند لوگوں کو یہ گیم بتایا تھا باقی سب تک یہ خود پہنچا اور لوگ اسے کھیلنے لگے،سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود تو یہ ان کی غلطی ہے۔اس میں میرا کیا قصور؟؟"اب اس کا انداز،لہجہ اور آواز سب پراسراریت میں ڈھل گئے تھے۔ماحول یکدم ہی تبدیل ہو گیا تھا اور اندھیرے میں بیٹھے انسان کو یہ تبدیلی واضح محسوس ہوئی تھی۔

"چند لوگوں کو بس میں نے اکسایا تھا جبکہ باقی لوگ خود آئے ہیں، کبھی سوچا کیوں؟"وہ سیاہ وجود ٹھہرا۔ڈرامائی خاموشی۔

"کیونکہ ہر ایک اپنی زندگی سے تنگ تھا اور اسے ختم کرنے کا آسان طریقہ ڈھونڈ رہا تھا اور میں نے انہیں وہ طریقہ فراہم کر دیا تو میں نے تو نیکی ہی کی نا؟"پھر سے وقفہ کیا۔اندھیرے میں بیٹھا شخص چپ تھا۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

"ابھی بھی اٹھائیس کے قریب لوگ ایسے ہیں جو خودکشی کرنے کیلیے تیار بیٹھے ہیں اور ایک ایک کر اپنی جان دے رہے ہیں حالانکہ گیم بند ہو چکا ہے۔"اس شخص کی باتیں دل دہلا دینے والی تھیں۔

وہ سچ ہی تو کہہ رہا تھا کہ یہ سب گیم کی وجہ سے تھوڑی ہوا تھا بلکہ یہ تو لوگوں نے خود اس کے جال میں پھنس کر اپنے آپ کو تباہ کیا تھا۔یہی تو تھی انسانی نفسیات کہ جس نے پہلے لیو اور اس کی ماں کو دمتری پر تشدد کرنے پر مجبور کیا،پھر دمتری کو گیم بنانے پر اکسایا اور پھر باقی مایوس یا حد سے زیادہ متجسس لوگوں کو گیم کھیلنے پر آمادہ کیا۔

گیم نے زندگی نہیں لی تھی،زندگی نفسیات نے لی تھی کہ جن پر انسان نے قابو نہ رکھا تھا اور نفسانی خواہشات کا بڑھتا ہوا یہ تسلسل انسان کو مزید ایسے گیم بنانے اور ان چیزوں کو کھیل کر اپنی جان دینے پر اکساتا رہے گا۔

گفتگو کا اختتام ہوا۔اندھیرے کی سمت سے کرسی کھسکنے اور جوتوں کی چاپ کی آواز سنائی دی۔دمتری نے دھیان نہ دیا اور یونہی بیٹھا رہا۔وہ اندھیرے میں غرق وجود تھوڑا آگے کو بڑھا اور روشنی کی سمت دو قدم اٹھائے۔وجود روشن ہوا۔

دراز قد،توانا جسم اور نقاب میں چھپا چہرہ،یہی نمایاں ہوا تھا منظر میں لیکن ایک اور چیز تھی جو منظر میں چمک رہی تھی اور اس کی شناخت کرا رہی تھی۔نقاب سے جھانکتیں اس کی سبز رنگ کی کانچ سی آنکھیں۔

"الوداع بریس۔۔۔"وہ جو ابھی تک یونہی بیٹھا تھا،اس کے الوداع کہنے پر چونکا اور گہری نیلی،تعجب میں ڈوبی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا مگر وہ جب تک قدموں کی چاپ پیدا کرتا وہاں سے باہر نکل گیا تھا اور وہ پیچھے بیٹھا سوچوں میں گم تھا۔

"اسے میرا نام کیسے پتہ چلا؟میں نے تو پوری کہانی میں اپنا نام دمتری بتایا تھا پھر۔۔۔"سوچوں کا تسلسل ٹوٹ گیا اور دروازے کے بند ہونے کی آواز پر سب گڈ مڈ ہو گیا۔

***

وہ گیم کے خالق سے مل کر باہر نکلا اور اب وہ ایک جدید طرز کے بند آفس میں بیٹھا تھا۔یہاں اس وقت دو نفوس موجود تھے،ایک وہ خود اور دوسرا رشیا کا آفیسر جس کا یہ

آفس تھا۔اب وہ آفیسر اسے مزید معلومات فراہم کر رہا تھا،اس مجرم کے حوالے سے جس سے ابھی ابھی وہ ملاقات کر کے لوٹا تھا۔

یوں تو اس کے ذہن کی ساری گرہیں اب کھل چکی تھیں اور وہ اب پوری طرح مطمئن تھا اور ساتھ ہی وہ تیاری کر رہا تھا۔مستقبل میں آنے والے خطروں کی تیاری۔اس کی وجہ مایوسی اور توکل کی کمی نہیں تھی بلکہ یہ تدبیر تھی جو لگانی تھی تا کہ تقدیر کو سنوارا جا سکے۔

"بہت شکریہ سر کہ آپ نے یہ ملاقات رکھوائی۔"سِنان نے شکر گزار ہو کر بات کا آغاز کیا۔سامنے روسی آفیسر بیٹھا تھا،مسکرایا اور سر کو جھکا کر اس کی شکر گزاری قبول کی۔

"آپ جو معلوم کرنا چاہتے تھے وہ پتہ چل گیا؟"آفیسر جس کا نام ڈینِس تھا،اس نے سوال کیا۔

"جی سبھی کچھ پتہ چل گیا اور جیسا میں نے سوچا تھا ویسا ہی نکلا۔اس پر ہوئے ٹارچر کی سبب وہ سائیکو ہو گیا اور اسی وجہ سے یہ سارا رائتہ پھیلا۔"وہ لوگ انگریزی میں محوِ گفتگو تھے کہ یہ زبان ان دونوں کو آتی تھی۔

"درست کہا۔اسے bipolar disorder ہے۔۔یو نو مینک ڈپریشن۔اسی وجہ سے اسے ایکسٹریم موڈ سوئنگز ہوتے ہیں اور وہ کبھی بہت زیادہ خوشی محسوس کرتا ہے تو کبھی بہت لو فیل کرتا ہے،غمزدہ،ڈپریسڈ۔۔۔"ڈینِس نے اس کی نفسیاتی بیماری کا خلاصہ کیا۔

"ہمم یہ بچپن میں کیے گئے ابیوز کی وجہ سے ہی ہے۔"سِنان پرسوچ انداز میں گویا ہوا۔

"ایک انسان دوسروں کو وہی کچھ دیتا ہے جو اس کے پاس ہوتا ہے سو ایک ڈپریسڈ شخص ڈپریشن ہی تقسیم کرے گا۔"سِنان نے مزید تجزیہ کیا اور سامنے بیٹھے شخص نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے تائید کی۔

"صحیح کہہ رہے ہو ایک لمبی لسٹ ہے میرے پاس ایسے سائیکوز کی۔"ڈینِس نے اتفاق کیا۔

"اچھا جی۔۔۔"سِنان نے بات پر بات کہی۔

"ہم نے اسے چار پانچ مہینے پہلے اریسٹ کر لیا تھا اور اسی وقت گیم بند کر دیا تھا۔رشیا میں تو اسی وقت بند ہو گیا تھا گیم مگر باقی سب جگہ بند ہوتے ہوتے تھوڑا وقت لگا لیکن گیم کی وجہ سے ہونے والی سوسائیڈ کے کیسز اس کے بعد بھی سامنے آتے رہے اور حد تو یہ ہے

کہ ابھی تک سامنے آ رہے ہیں۔"ڈینِس کی آواز میں صدمہ تھا اور اس کی وجہ بھی تو عام نہیں تھی نا!یہ پہلا موقع تھا جب کسی نے گیم کے ذریعے سے لوگوں کو خودکشی پر مجبور کیا تھا۔

"پاکستان میں تو یہ گیم تین مہینے پہلے بند ہوا ہے۔باقی ہمارے یہاں بھی کیسز سامنے آئے ہیں جس میں لوگوں نے گیم بند ہونے کی وجہ سے سوسائیڈ کر لی۔ڈپریشن اتنا بڑھ گیا تھا کہ کچھ سوجھا ہی نہیں۔"سِنان نے سوچتے ہوئے بتایا۔

"یہ دیکھو۔۔۔"اس کی بات کے جواب میں ڈینِس نے اپنی دراز میں سے کچھ لفافے نکال کر اس کے سامنے،میز پر رکھے۔ان میں کچھ ٹیڈی بیئرز اور سرخ گلابوں کے گلدستے بھی موجود تھے جو اب مرجھا چکے تھے مگر ہنوز خوشبو پھیلا رہے تھے۔

"یہ کیا ہے؟"سِنان کی نظروں میں تعجب اترا۔

"یہ وہ لیٹرز ہیں جو اس شخص کے چاہنے والوں نے جیل میں بھیجیں ہیں اسے اور ان میں سے زیادہ تر لو لیٹرز ہیں جن میں لڑکیوں کی شدید محبت بھرے جذبات کی داستانیں درج ہیں۔آپ دیکھیں ذرا نوجوان نسل کی بربادی کہ ایک مجرم سے محبت ہو رہی ہے ان کو اور

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

اس کی وجہ بس اتنی ہے کہ وہ شخص حسن کا شاہکار ہے اور معصوم دکھتا ہے۔لوگوں نے شکایتیں کی ہیں مجھ سے کہ بھلا ایسے خوبرو اور معصوم شخص کو سزا کیسے سنا سکتے ہیں آپ لوگ؟"ڈینِس بھرا بیٹھا تھا سو بولتا چلا گیا۔

"یہ واقعی الارمنگ سچویشن ہے۔پتہ نہیں کیا ہوگا آنے والی نسل کا!"سِنان کو بھی افسوس ہوا۔

"یہ لو لیٹرز،سرخ گلاب اور ٹیڈی بیئر وغیرہ پچھلے مہینے ویلنٹائن کے موقع پر موصول ہوئے تھے اس کو۔"ڈینِس کی بات سن سِنان نے خطوط پر غور کیا۔لفافوں پر ویلنٹائن ڈے کے حوالے سے مختلف عبارتیں درج تھیں۔

"ایک اور نفسیاتی کا بنایا گیا،ایک اور نفسیاتی کھیل جس میں لوگ اپنی حوس کی بھوک مٹانے کو محبت کا نام دیتے ہیں۔غیر مسلموں کی فحش رسم جو مسلمانوں میں بھی تیزی سے پھیل رہی ہے۔کسی بھی روایت کی پیروی کرنے سے پہلے کم از کم تھوڑی تحقیق تو کرنی چاہیے کہ آیا ایسے تہواروں کی تقلید کرنا درست بھی ہے یا نہیں۔"وہ خطوط دیکھتے ہوئے غور کر رہا تھا،اپنی قوم کی سو کالڈ ترقی یافتہ سوچ پر جو بس مغرب کی طرز پر جینا چاہتی ہے۔

"اور یہ دیکھیں۔"اب اس نے اپنا لیپ ٹاپ اس کی جانب کھسکایا۔سکرین نمایاں ہوئی کہ جس میں ای میلز کھلی ہوئی تھیں۔

"ایک ایک کر کے دیکھتے جائیں۔یہ وہ میلز ہیں جو دنیا کے مختلف حصوں سے موصول ہوئی ہیں کیونکہ لیٹر بھیجنا ان کیلیے مشکل تھا تو انہوں نے میلز بھیج دیں۔"وہ تفصیلات بتا رہا تھا اور سِنان سکرین کو اوپر کی جانب کھسکا رہا تھا کہ تبھی ایک تصویر دیکھ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں،اس نے وہ ای میل کھولی اور پڑھنا شروع کی۔وہ ای میل انگریزی میں تھی اور بھیجنے والے نے بہت پیار سے لکھی تھی۔

Dear Dimitri;

You are the one who stole my heart.I don't know how I fell in love with you but these feelings are so intense.You have cast a spell on me.If not Dimitri, then not Samra either.

Good bye my love...

You will never know that how much this crazy girl loves you.

You and Me..

May be in another universe...

Yours Samra

کچی عمر کی ادھوری محبت کے ایک ناتمام قصے کا مختصر سا حصہ۔۔۔

سِنان نے وہ خود پڑھا اور مزید راز کھل گئے۔وہ تصویر دیکھ کر ہی پہچان گیا تھا کہ وہ سبین کی کزن ثمرہ تھی اور اس کی عشقیہ داستان بھی پڑھ چکا تھا جو اس کی حسرتوں کو بیان کر رہی تھی۔اسے افسوس ہوا کہ ایک نوجوان لڑکی نے اس وجہ سے خودکشی کر لی۔

"ثمرہ تو گیم بنانے والے کی وجہ سے مری ہے۔یو اینڈ می اینڈ دوسری یونیورس،واہ کیا خواب تھے لڑکی کے،فریب میں ڈوبے ہوئے۔"سِنان کے سامنے کھل گیا تھا ثمرہ کی موت کا راز۔

میل پڑھ کر سِنان نے لیپ ٹاپ ڈینِس کی سمت بڑھا دیا۔

"کتنے سال کی سزا ہوئی ہے؟"سِنان نے سوال کیا۔

"تین سال کی۔"ڈینِس نے گہری سانس خارج کی۔

"بس؟"اس نے ازراہِ معلومات دریافت کیا۔

"ہاں بس کیونکہ مجرم نے کسی کو بھی خود قتل نہیں کیا بلکہ سب نے سوسائیڈ کی ہے تو اس حساب سے اس کی سزا اس معاملے میں بنتی نہیں ہے۔بس لوگوں کی معلومات ہیک کرنے اور سائبر ہراسمنٹ کی وجہ سے سزا ملی ہے اسے۔"ڈینِس نے تفصیل سے روشنی ڈالی اور یوں یہ ملاقات اختتام پذیر ہوئی۔دونوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اور الوداع لی۔

سِنان نے اپنے قدم آفس کے دروازے کی سمت بڑھا دیے۔

"ایک ایسا شخص جس کی وجہ سے اتنے لوگ مرے،اسے صرف تین سال کی سزا ملی کیونکہ کوئی بھی اس کی وجہ سے نہیں مرا سب نے اپنے ہاتھوں مات کھائی۔اس میں گیم بنانے والا کا قصور نہیں تھا بلکہ گیم کھیلنے والے قصوروار تھے۔"وہ آگے بڑھ رہا تھا اور سوچیں دماغ میں گردش کر رہی تھیں۔

❊ ❊ ❊

فائیو سٹار ہوٹل کے ایک دیدہ زیب کمرے میں وہ اس وقت موجود تھا۔کمرہ چھت پر لگے قیمتی فانوس کی سنہری روشنی میں چمک رہا تھا جبکہ باقی روشنیاں گل تھیں۔دیوار گیر گھڑی رات گیارہ کا وقت بتا رہی تھی۔

وہ روسی آفیسر سے ملاقات کر کے لوٹ آیا تھا۔یہی وہ اہم کام تھا جس کیلیے وہ خاص طور پر رشیا آیا تھا،اس گیم کے خالق سے ملنے اور اس سے گفتگو کرنے۔کام ہو گیا تھا۔آفیسر ڈینِس کے ساتھ کی بدولت وہ یہ کام کرنے میں کامیاب ہوا تھا ورنہ یہ ناممکنات میں سے تھا کہ کوئی پاکستانی آفیسر ایک مجرم سے جا کر مل سکے جو روسی فوج کی قید میں تھا مگر یہ ممکن صرف ڈینِس کی وجہ سے ہوا تھا جس کے سِنان سے گہرے مراسم تھے۔

وہ دایاں ہاتھ موڑ کر سر کے نیچے رکھے،بائیں ہاتھ سے موبائل کی سکرین کو چہرے کے سامنے کیے مسکرا رہا تھا۔سکرین پر اس کی زندگی کی رونق موجود تھی۔اس کی سبین،اس کی خانم،اس کی عورت۔

وہ بھی اسے دیکھ مسکرا رہی تھی۔وہ دونوں سکائپ پر ویڈیو کالنگ میں مشغول تھے اور باتیں کرتے ہوئے ایک دوسرے کو نہار رہے تھے۔

"آپ کب تک آئیں گے؟"وہ آنکھوں میں بے چینی لیے گویا ہوئی۔وہ بھی بیڈ پر دراز تھی اور ہاتھ میں موبائل پکڑے کچھ اضطرابی کیفیت میں تھی۔

"کیوں خانم؟ابھی ایک ہی دن تو ہوا ہے،ابھی سے مس کرنے لگیں اپنے مرد کو۔"وہ اسے چھیڑنے لگا۔آخر کو اچھا موقع تھا۔

"ایک دن نہیں۔۔۔ایک دن اور ایک رات۔۔۔"اس نے نروٹھے پن سے جواب دیا۔

"اوہو تم تو ایک ایک پل گن رہی ہو یارا۔"اس نے مزید چھیڑا اور وہ مزید روٹھ گئی۔

"بس بس نیچے آ جائیں ورنہ کوئی چیل آپ سے ٹکرا کر شہید ہو جائے گی۔"اس نے آنکھیں گھمائیں اور اس کا خوش فہمی کا غبارہ پھاڑنے کی ادنی سی کوشش کی۔

"ارے خانم یہ تم بھی جانتی ہو کہ میں ہوا میں نہیں اڑ رہا اور یہ سچ ہے۔۔۔"وہ اس کی بات کا مفہوم سمجھ گیا تھا۔

"بس بہت ہو گیا اب یہ بتا دیں کہ کب تک آئیں گے۔"اس نے بات کا رخ موڑا تو سِنان ہنس پڑا۔

"کل تک آجاؤں گا۔"بالآخر سبین کے دل کو قرار ملا اور وہ دوسری باتوں کی جانب متوجہ ہوئی۔

اب وہ اسے مختلف باتیں بتا رہی تھی جو اس ایک دن میں رونما ہوئی تھیں اور وہ اسے پیار سے دیکھتے ہوئے سن رہا تھا کہ یہی اس کا کام تھا۔وہ بولتی تھی اور وہ پہروں سنتا تھا،بنا تھکے بنا ٹوکے۔۔۔

"گیم آیا اور چلا گیا۔بظاہر سب کچھ ٹھیک ہو گیا مگر سب کچھ ٹھیک ہوتے ہوئے بھی سب ٹھیک نہیں ہوا ہے کیونکہ یہ آغاز تھا ایک۔ایک چنگاری،ابھی اس کا انجام ہو گا،آگ پھیلے گی اور سب کو لپیٹ میں لے گی۔"وہ سبین کی باتیں سنتے ہوئے اپنی ہی سوچوں میں مگن تھا۔

"یہ نئے دور کی شروعات ہے۔جنریشن زی کا دور شروع ہوا چاہتا ہے۔اب یہ مزید آگے جائے گا۔ہمیں اس کیلیے تیاری کرنی ہو گی۔اگر اپنی نسلوں کو تباہی سے بچانا ہے تو ٹھوس

اقدامات کرنے ہوں گے ورنہ انجام بھیانک ہو گا۔"وہ سبین کی سمت دیکھ رہا تھا اور اسے اپنا مستقبل دکھائی دے رہا تھا۔سبین تخلیق کے مرحلے سے گزر رہی تھی۔کچھ عرصہ میں وہ والدین کے منصب پر فائز ہونے والے تھے اور رب کی جانب سے ایک بھاری ذمہ داری ان کے کندھوں پر پڑنے والی تھی۔اس کی تیاری کرنی تھی۔

"وہ جو اس دنیا میں ہمارے ذریعے سے آنے والا ہے،وہ نعمت تو ہے ہی مگر امانت بھی ہے۔اللہ کی امانت کہ جسے سنبھال کر رکھنا،اس کی تربیت کرنا،اس کو بہترین مسلمان اور انسان بنانا والدین کا فرض ہے اور اس فرض میں کوتاہی دراصل اللہ کی دی گئی امانت میں خیانت کرنا ہے اور خیانت کرنے والا منافق۔۔۔"اس کا ذہن مستقبل کے منصوبے بنا رہا تھا کہ ڈر و وسوسوں میں رہنے کی بجائے حکمت عملی تیار کرنا ضروری تھی۔

سبین آج رونما ہوئے تمام واقعات ایک ایک کر بتا رہی تھی اور وہ پوری توجہ سے سن رہا تھا مگر ذہن میں اپنی اولاد کا مستقبل ہی تھا جو ابھی سے اسے دکھائی دے رہی تھی،اپنی بیوی کے وجود سے جڑی۔

"ایک گیم آیا اور نوجوانوں کو اپنا عادی بنا کر ان کی زندگی برباد کر گیا۔کتنا آسان تھا نوجوان نسل کو گمراہ کرنا اور انہیں اپنے قابو میں کر کے خود ان ہی کے خلاف استعمال کرنا۔"وہ فکرمند تھا مگر اندر ہی اندر۔سبین کو البتہ وہ کوئی ایسا تاثر نہیں دے رہا تھا کہ وہ اس حالت میں فکرمند نہ ہو جائے۔

وہ ابھی بھی اپنی روداد سنانے میں مگن تھی۔

"کسی نے بلیک میلنگ میں آکر تو کسی نے ڈیٹا بچانے کیلیے،کسی نے اس شخص سے مرعوب ہو کر تو کسی نے اس کو دل دے کر،مگر زندگی ہار دی۔اس کے اشاروں پر کٹھ پتلی کی طرح ناچ اور خود کو برباد کر دیا۔"دل میں افسوس جاگا۔ان بچوں اور والدین کیلیے جو بے فکری کی موت مارے گئے تھے۔

"کاش کہ اس بارے میں پہلے سے آگاہی ہوتی تو کمپین چلا کر نوجوانوں کو بچایا جا سکتا تھا۔"دل میں خواہش جاگی جو کچھ ایسی غلط بھی نہ تھی۔اگر پہلے سے گیم کا اندازہ ہوتا تو کچھ نہ کچھ تو کرتے ہی والدین مگر کیا سچ میں کرتے؟یہ سوال تھا جو مستقبل کیلیے تھا۔

"اب تو مجھے گیم کے بارے میں ہر بات پتہ ہے۔اس کو بنانے والے کا نام،اصل نام،اس کی برتھ پلیس اور حالیہ ایڈریس،گیم کو بنانے کے پیچھے اس کے مقاصد اور گیم سے ہونے والے نقصانات اور گیم کا نوجوانوں کی نفسیات پر اثر۔۔۔اب سب واضح ہو چکا ہے اور بہت بھیانک انداز میں سامنے ہے لیکن صد شکر ہے کہ اس کی روشنی میں،میں اپنی اولاد کو محفوظ کر سکتا ہوں اور انہیں بچا سکتا ہوں مستقبل میں آنے والے مزید اس طرح کے گیمز سے۔"سوچیں ہی سوچیں تھیں جبکہ سکرین کی دوسری جانب باتیں ہی باتیں تھیں۔

"اب وقت آگے بڑھے گا اور خطرناک سے خطرناک ہوتا جائے گا۔ایسے میں بس ایک ہی چیز ہے جو ہمارے مستقبل کے معماروں کو محفوظ رکھ سکتی ہے اور وہ ہے اسلام کے اصولوں کے عین مطابق کی گئی تربیت۔"وہ منصوبے بنا رہا تھا اور سبین ہنستی ہوئی کوئی بات سنا رہی تھی۔

"بچوں کو جدت سے دور نہیں رکھ سکتے۔وہ جس دور میں پیدا ہوں گے،اس دور سے انہیں انجان نہیں رکھ سکتے ورنہ تو اور بھی مسائل بڑھ جائیں گے لیکن ہاں ان چیزوں کا انہیں صحیح استعمال سکھا سکتے ہیں کیونکہ اب ہمیں اس سب بارے میں تمام معلومات ازبر

ہیں۔ایک نسل نے جب دیکھ لیا ہے کہ گیم بھی لوگوں کی جان لے سکتا ہے تو اگلی نسل کو اس طرح کے خرافاتی گیمز سے بچانے میں انہیں آسانی پیش آئے گی۔کوئی بھی شے جو لت کی طرح لگے،ٹھیک نہیں۔گیم کھیلنا یا فیس بک وغیرہ کا استعمال خطرناک نہیں مگر کچی عمروں کے بھٹکنے میں معاون ضرور ہے۔پچھلی نسل تو اس نسل کو نہ بچا سکی کہ انجان تھی مگر یہ نسل اگلی نسل کو ضرور بچا سکتی ہے کہ اس میدان میں ماہر ہے۔"سِنان کی سوچیں دراز ہو رہی تھیں۔

"بچوں میں تہذیب کو زندہ رکھنا ہو گا۔کہیں یہ نہ ہو کہ تہذیب دفن ہو جائے اور سب ختم ہو جائے۔تعلیم کے ساتھ تہذیب و تربیت بھی ضروری ہے اور یہ والدین کی ذمہ داری ہے۔"وہ پیار سے اپنی بیوی کو دیکھ رہا تھا۔

"یا اللہ مجھے ثابت قدم رکھنا اس دور میں کہ جب فتنے مزید زور آور ہوں گے اور ٹیکنالوجی کی نسبت سے بھی انسانوں کے درمیان اتر کر انہیں تباہ کریں گے۔"اس کا مشاہدہ گہرا تھا اور وہ اسی مشاہدے کے مطابق اپنے رب سے دعا کر رہا تھا۔پیار

بھری نرم نگاہیں اپنی بیوی پر ٹکی تھیں جو کچھ اہم بات بتا رہی تھی اور اب اس کی بھرپور توجہ کی متقاضی تھی۔

"سِنان غور سے سنیں میری بات۔۔۔"وہ اٹھلائی۔

"بولو میری جان،میری خانم۔میری تو سماعتیں تمہیں سننے کیلیے ترستی ہیں اور آنکھیں تمہارے دیدار کی متلاشی رہتی ہیں۔"مخمور،گہری آواز میں اس نے کہا تو سکرین کی دوسری جانب موجود اس کی بیوی شرما کر سرخ ہو گئی اور وہ اس منظر کو نگاہوں میں قید کرنے لگا۔

رات ڈھل رہی تھی اور ہر کوئی سویرے کا منتظر تھا مگر کیا آنے والے وقتوں میں سویرے نے رخ دکھلانا تھا یا اب یہ اندھیرا بڑھتا ہی جانا تھا؟

***

ختم شد۔

***

حرفِ آخر

جی تو ہو گیا ناول کا اختتام اور پورا ہوا دو ہزار تیرہ سے لے کر دو ہزار سترہ تک کا سفر۔۔۔ہم لوٹ آئے ماضی سے واپس حال میں۔۔۔تو اب حال کے متعلق ہی بات کریں گے۔

میں نے کبھی بھی اپنی کسی تحریر میں حرف آخر نہیں لکھا کہ اس کی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی لیکن یہ ناول مجھ سے اس اختتامیہ کا تقاضا کر رہا ہے سو میں اپنی تحریر کی بات کیسے ہی ٹال سکتی ہوں سو حاضر ہے ناول کی مصنفہ کے قلم سے کچھ اہم نکات کہ جن پر روشنی ڈالنا دور حاضر کی اہم ضرورت ہے۔

تو ادوار سے سمجھوتہ کر لینے والو سنو۔۔۔تہذیب تمہیں بلا رہی ہے۔۔۔

ماضی میں غلطی کے مرتکب ہونے والو سنو۔۔۔مستقبل کو تم سنوار سکتے ہو مگر سوچنا یہ ہے کہ کیسے؟

گو کہ میں نے پوری تحریر میں اس کی بہت جگہ وضاحت کی ہے کہ آپ کیا کر سکتے ہیں اور کس چیز سے کیسے بچ سکتے ہیں مگر وہ دو ہزار تیرہ سے لے کر دو ہزار سترہ تک کا عرصہ تھا کہ جب یہ خونی گیم کی کہانی شروع ہو کر اختتام پذیر ہو گئی اور اب ہم کھڑے

ہیں اس وقت سے قریباً دس سال آگے کہ جس کے حوالے سے کردار صرف خواب بن رہے تھے یا حکمت عملی تیار کر رہے تھے۔اب ماجرا یہ ہے کہ کردار تو اسی دور میں چھوٹ گئے ہیں مگر ہم اور آپ آگے بڑھے ہیں،یہاں تک پہنچے ہیں اور اب اپنی آنکھوں سے انجام دیکھ رہے ہیں مگر کس چیز کا انجام؟؟؟

ارے بھئی اس کا انجام کہ جس کا آغاز پورے ناول میں دکھایا گیا ہے۔جی ہاں وہ جو ناول میں درج ہے وہ آغاز تھا اور ابھی جو عہد ہم گزار رہے ہیں وہ اسی آغاز کا انجام ہے جو کہ بھیانک ہے اور ابھی مزید بھیانک ہوتا جائے گا۔

جنریشن زی سے آغاز ہوا کمپیوٹر ایج کا اور اس کے بعد اس دوڑ میں شامل ہوئی جنریشن ایلفا۔وہ کسر جو جین زی نے اٹھا رکھی تھی،وہ جین ایلفا نے پوری کی اور اب اس سال سے شروعات ہوئی ہے جنریشن بیٹا کی کہ جن کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ جنریشن اے آئی کا عروج دیکھے گی اور یہ وہ جنریشن ہو گی جسے،اے آئی کے بغیر دنیا کا کیا تصور تھا،یہ معلوم ہی نہ ہو گا۔خیر ہمارا موضوع فی الحال اے آئی نہیں ہے بلکہ لت ہے۔۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

جیسا کہ سِنان نے پورے ناول میں شروع سے آخر تک اس بات کی رٹ لگا رکھی کہ کوئی گیم کسی کی جان نہیں لے سکتا اور میں بھی سِنان خان آفریدی کی بات سے متفق ہوں،دمتری کی رائے اور اس کے حالات و واقعات جاننے کے بعد یہ بات اور وزن دار ہو گئی ہے کہ گیم کسی کی جان نہیں لے سکتا۔

تو پھر کس نے لی ان معصوموں کی جانیں؟کیوں مر گئے وہ لوگ؟اگر جو گیم نہ ہوتا تو کیا کوئی خود کو اذیت پہنچا کر یوں بھری جوانی میں اپنا وجود موت کے حوالے کرتا؟جانتی ہوں کہ یہ سوال ہوں گے ذہن میں تو جواب سنیں یا یوں کہہ لیں کہ سنیں ان انجان نفوس کی اموات کی اصل وجہ۔۔۔

ان کی موت کی اصل وجہ تھی لت،نشہ،ہر چیز جو حد سے تجاوز کر جائے اور آپ کے دماغ پر قابض ہو کر اسے مفلوج کر دے،وہ خطرناک ہے،وہ لت ہے،وہ ایڈکشن ہے۔

اب چلیں ذرا ایک نظر ماضی کے ان سالوں پر دوڑاتے ہوئے حال پر نظر ڈالتے ہیں کہ ایک دہائی میں کیا کیا تبدیل ہو گیا اور کیا کیا مماثلت رہی۔

ماضی میں گیمنگ اور سوشل میڈیا ایڈکشن اتنی زیادہ نہیں تھی مگر شروعات اس کی ہو چکی تھی اور حال میں یہ حد سے تجاوز کر گئی ہے کہ اب کسی خونی گیم کی ضرورت نہیں بلکہ لوگ ہر دوسرے گیم سے ایڈکٹ ہو رہے ہیں اور اس کے بند ہونے پر خودکشی کر رہے ہیں۔یہ گیم آگ کی طرح پھیل رہے ہیں معاشرے میں۔

گیم کھیل کر پیسہ کمانا عام ہو گیا ہے۔بڑے بڑے انفلیوئنسرز اور کانٹینٹ کری ایٹر ان گیمز کی پروموشنز کر رہے ہیں اور جلد امیر ہونے کی خواہشات کی دوڑ میں، لوگ ان گیمز کی سمت اندھا دھند بھاگ رہے ہیں۔

پہلے یہ گیم صرف تفریح فراہم کر رہے تھے پھر انہوں نے لت لگائی،مایوس کیا اور جان تک لینے کے درپے پہنچا دیا مگر اب یہ گیم آپ لوگوں سے جوا کھلوا رہے ہیں۔جی ہاں جوا،وہ گیم جسے کھیل کر آپ پیسے کما رہے ہیں، کیا آپ نے کبھی تصدیق کی کہ وہ گیم کا پیسہ حلال بھی ہے؟اور اس کی کمائی کے پیچھے کیا عوامل پوشیدہ ہیں۔میں یہ نہیں کہہ رہی کہ ہر گیم ہی جوا ہے ہاں مگر اکثر۔۔۔

جیسے آج کے دور میں بھی ہر گیم نشہ یا لت نہیں ہے لیکن اکثر ہی۔۔۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

آج کے دور میں سکرین کا نشہ ہے لوگوں کو۔خدارا خود کو اور اپنے بچوں کو اس نشے سے بچائیں ورنہ ہماری نسلیں برباد ہو جائیں گی۔بچوں کو گیم میں فائٹر بنانے کی بجائے اصل زندگی میں مجاہد بنائیں۔آپ کو کیا لگتا ہے کہ قیامت یونہی آجائے گی؟نہیں قیامت سے پہلے فتنے آئیں گے اور آج کے دور کا ایک اہم فتنہ یہ گیمز اور ان سے ہونے والی تباہیاں ہیں۔

چند قصے درج کر رہی ہوں جو شاید آپ نے بھی خود دیکھے اور سنے ہوں۔

ایک آٹھ سے دس سالہ بچے نے گیم کے پیچھے اپنے خاندان کی جمع پونجی لٹا دی۔یہ سب بے خبری میں ہوا۔وہ دن رات موبائل پر گیم کھیلتا رہتا تھا اور اس گیم میں پیسوں کا مطالبہ کیا جاتا تھا نئے فیچرز کو کھولنے کیلیے سو آن لائن پیمنٹ کرنا اس بچے کو آتی تھی جیسے کہ آج کل عام ہے تو وہ یونہی بنا کسی کو بتائے پیسے بھر دیا کرتا تھا اور اسی چکر میں اس نے چھ لاکھ روپے گنوائے۔خاندان والوں کو پتہ چلا تو غصہ ہوئے اور ویڈیو بھی بنا کر سوشل میڈیا پر اپلوڈ کی۔اب اس میں جتنی اس بچے کی غلطی تھی،اس سے زیادہ والدین کی غلطی

تھی۔انہیں بچے کو تنہا موبائل استعمال کرنے ہی نہیں دینا چاہیے تھا۔جب آج کل کے دور کا پتہ ہے تو نظر رکھنی چاہیے تھی اس پر۔

اگلا واقعہ ایک نشئی کا ہے جو پب جی گیم میں اتنا غرق تھا کہ گیم میں موجود کریکٹرز کی طرح حرکتیں کرنے لگا تھا۔اسے ہاسپٹل لایا گیا تو پتہ چلا کہ یہ نفسیاتی مسئلہ ہے۔وہ لڑکا خود کو اس دنیا میں محسوس کر رہا ہے اور اس کا کریکٹر بنا ہوا ہے۔

اور پب جی بین ہونے کی وجہ سے خودکشیاں سامنے آئی تھیں،وہ تو ہم سب کو ہی پتہ ہیں کہ کیسے ایک گیم کے بند ہونے پر کئی خواب دیکھتی آنکھوں نے اپنے زندگی پر موت کو ترجیح دی تھی۔

یہ وقت بھیانک ہے۔جنریشن زی اور ایلفا کے عروج کا دور۔آپ کو آئے دن ایسے واقعات دیکھنے یا سننے کو مل جائیں گے۔ہماری اگلی نسل گونگی ہے کیونکہ وہ سکرین کی بدولت صرف دیکھنا اور سننا جانتی ہے مگر بولنا نہیں۔اپنے بچوں کو زبان دیں۔

میں یہ نہیں کہہ رہی کہ سکرین کو ان سے دور کر دیں مگر ہاں ان پر نظر رکھیں اور دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور ان کو پورے دن میں بس ایک دو گھنٹے ہی یہ تفریح فراہم کریں تا کہ یہ محض تفریح ہی رہے۔

تفریح تجاوز کر کے تباہی نہ بن جائے،اس پر غور رکھیں۔

اولاد امانت ہے اللہ کی،اس کے خائن ہونے سے بچیں۔

آئیں آپ کو حل بتاتی ہوں کہ کیسے اپنے بچوں کو جدید فتنوں سے بچانا ہے۔

سب سے پہلے تو بچوں کو بچانے کیلیے ضروری ہے کہ آپ خود کو بھی بچائیں یعنی کہ اگر بچہ ایک یا دو گھنٹے سکرین کو وقت دے گا تو آپ نے بھی سکرین کو اتنا ہی وقت دینا ہے۔پہلے اپنی لت کو ختم کریں۔مشکل ہے پر ناممکن نہیں۔

اپنا وقت محدود کریں اور کوشش کریں کہ بچے کی ہمراہی میں ہی سکرین دیکھیں جیسے ہم بچپن میں اپنے پیرنٹس کے ساتھ ٹی وی دیکھتے تھے بالکل ویسے ہی پھر باقی کا وقت بچے کے پڑھنے لکھنے میں صرف ہو گا۔ہاں اس کیلیے سکرین کا استعمال ایک مختلف شے ہے کہ یہ

جدید دور کا ایک تقاضہ ہے اور پھر بچے گا بہت سا وقت جن میں انہیں سکھائیں مختلف کھیل جو جسمانی اور ذہنی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتے ہیں جو ہم نے اپنے بچپن میں کھیلے ہیں۔ہمیں کیا پتہ تھا ڈپریشن کا؟مگر آج کل کے بچوں کو پتہ ہے۔انہیں ان چیزوں سے نکالیں۔سکرین کی زیادتی کو خارج کریں۔

اب یہ تو ہو گئے وہ نکات جو اہم تھے اور آپ نے اپنانے ہیں،اب آتے ہیں ایک سیاہ حقیقت کی جانب،اس دور کی بھیانک سچائی کی سمت۔۔۔

وہ یہ ہے کہ آپ آج کل کے بچے کو اتنی آسانی سے یہ سب کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتے کیونکہ آپ ان جنریشن ایلفا کے بچوں سے موبائل چھیننے کی جرات کریں اور پھر دیکھیں کہ وہ آپ کی زندگی کیسے برباد کرتے ہیں۔ہر چیز تہس نہس کر دیں گے وہ،اگر آپ نے غلطی سے بھی ان سے موبائل چھینا کیونکہ آج کل بچے والدین کے اماں ابا بنے ہوئے ہیں لیکن غلطی اس میں ان والدین کی ہی ہے۔معذرت مگر ان والدین نے اپنے وقتی آرام اور اپنی تفریح کیلیے اپنے بچوں کے مستقبل کو آگ میں جھونکا ہے۔

بچہ کھانا نہیں کھا رہا،موبائل پکڑا دو۔

رو رہا ہے،موبائل پکڑا دو۔

تنگ کر رہا ہے،موبائل پکڑا دو۔

اب جب آپ نے موبائل کو اس کی اماں بنایا ہے تو وہ اپنی ماں کے چھن جانے پر روئے گا بھی اور اپنا غصہ بھی نکالے گا۔

اب ایسے بچوں کیلیے تو دعا کریں اور کچھ حکمت عملی اپنائیں لیکن وہ بچے جو ابھی دنیا میں نہیں آئے ہیں یا ابھی اسی سال دنیا میں آئے ہیں یعنی ہماری نئ نسل جو اس سال متعارف ہوئی ہے،جنریشن بیٹا۔۔۔

ہم انہیں تباہی سے بچا سکتے ہیں۔ہم ان سے سکرین کو دور کر سکتے ہیں اور اوپر دیے گئے طریقوں پر عمل کر کے انہیں سنوار سکتے ہیں۔ایک نسل تو برباد ہو گئ مگر ایک نسل کو ہم بچا سکتے ہیں۔جانتی ہوں یہ مشکل ہے مگر جوانوں تھوڑی سی ہمت دکھاؤ۔میں یہاں ماں باپ دونوں سے مخاطب ہوں۔

https://classicurdumaterial.com/
For More Novels Please Visit Our Website
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Urdu Novels

تھوڑی ہمت کریں اور قربانی دیں اپنی نئ نسل کیلیے،بس ایک نسل کی قربانی اور کوشش،ایک پوری نسل کو سدھار دے گی پھر آگے دوبارہ سے تہذیب سے جڑ جائیں گے ہمارے بچے۔

خدارا ادوار سے سمجھوتا نہ کریں،تہذیب کو اپنائیں اور تہذیب کو نسلوں میں منتقل کریں تا کہ اب کی بار دور کی بجائے،نئ تہذیب جنم لے اور ایک دور فنا ہو جائے۔۔۔

یہ ناول پڑھ کر اگر کسی ایک شخص کی بھی اصلاح ہوگئ تو میں سمجھوں گی کہ میری محنت وصول ہو گئی۔

نئے دریچے کھول کر آپ کو سوچوں کے درمیان چھوڑے جا رہی ہوں۔

والسلام

- آپ کی مصنفہ سیدہ